الحمد للہ والمنة رسالہ تالیف کردہ مجدد دوران مسیح الزمان مرزا
غلام احمد رئیس قادیان

موسوم بہ

# حجۃ الاسلام

جس میں ڈاکٹر ایچ مارٹن کلارک صاحب اور بعض دوسرے عیسائی صاحبوں کو اس عظیم الشان دعوت کیلئے بلایا گیا ہے کہ دنیا میں زندہ اور بابرکت اور آسمانی روشنی اپنے اندر رکھنے والا مذہب صرف اسلام ہی ہے جس کے نبوت کے نشان اب بھی اسکے ساتھ ایسے ہی ہیں جیسا کہ پہلے تھے اور اس رسالہ میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ عیسائی مذہب تاریکی میں پڑا ہوا ہے اور زندہ مذہب کی علامتیں اس میں موجود نہیں ہیں اور جو ۲۲ مئی ۱۸۹۳ء کو مباحثہ قرار پایا ہے اسکی ضروری شرائط بھی اس میں درج ہو کر معہ بعض اور اشتہارات کے جو شیخ محمد حسین بٹالوی وغیرہ کے متعلق ہیں

---
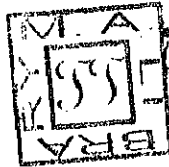


اتمام حجت کی غرض سے ۸ مئی ۱۸۹۳ء کو باہتمام شیخ نور احمد صاحب مالک مطبع ریاض ہند امرتسر میں شائع ہوا

# قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا

## کوئی اُس پاک سے جو دل لگاوے    کرے پاک آپ کو تب اُسکو پاوے

*خدا تعالیٰ کی محبت کی علامت*

یہ تو ہر ایک قوم کا دعویٰ ہے کہ بہتیرے ہم میں ایسے ہیں کہ خدا تعالیٰ سے محبت رکھتے ہیں مگر ثبوت طلب یہ بات ہے کہ خدا تعالیٰ بھی اُنسے محبت رکھتا ہے یا نہیں۔ اور خدا تعالیٰ کی محبت یہ ہے کہ پہلے تو اُن کے دلوں پر سے پردہ اُٹھادے جس پردہ کی وجہ سے اچھی طرح انسان خدا تعالےٰ کے وجود پر یقین نہیں رکھتا۔ اور ایک دھندلی سی اور تاریک معرفت کیساتھ اسکے وجود کا قایل ہوتا ہے۔ بلکہ بسا اوقات امتحان کے وقت اسکے وجود سے ہی انکار کر بیٹھتا ہے اور یہ پردہ اٹھایا جانا بجز مکالمہ الہیہ کے اور کسی صورت سے میسر نہیں آسکتا پس انسان حقیقی معرفت کے چشمہ میں اُسدن غوطہ مارتا ہے جس دن خدا تعالیٰ اسکو مخاطب کر کے انا الموجود کی اُسکو آپ بشارت دیتا ہے تب انسان کی معرفت صرف اپنے قیاسی ڈھکوسلے یا محض منقولی خیالات تک محدود نہیں رہتی بلکہ خدا تعالیٰ سے ایسا قریب ہوجاتا ہے کہ گویا اُسکو دیکھتا ہے اور یہ سچ اور بالکل سچ ہے کہ خدا تعالیٰ پر کامل ایمان اُسی دن انسان کو نصیب ہوتا ہے کہ جب اللہ جلشانہ اپنے وجود سے آپ خبر دیتا ہے۔ اور پھر دوسری علامت خدا تعالیٰ کی محبت کی یہ ہے کہ اپنے پیارے بندوں کو صرف اپنے وجود کی خبر ہی نہیں دیتا۔ بلکہ اپنی رحمت اور فضل کے آثار بھی خاص طور پر اُن پر ظاہر کرتا ہے اور وہ اس طرح پر کہ اُن کی دعائیں جو ظاہری امیدوں سے زیادہ ہوں قبول فرماکر اپنے الہام اور کلام کے ذریعہ سے انکو اطلاع دیدیتا ہے۔ تب اُن کے دل تسلی پکڑ جاتے ہیں۔ کہ یہ ہمارا قادر خدا ہے جو ہماری دعائیں سنتا اور ہمکو اطلاع دیتا اور مشکلات سے ہمیں نجات بخشتا ہے۔ اُسی روز سے نجات کا مسئلہ بھی سمجھ آتا ہے اور خدا تعالےٰ کے وجود کا بھی پتہ لگتا ہے۔

*خدا تعالےٰ پر کامل ایمان کب نصیب ہوتا ہے*

اگرچہ جگانے اور تفہیم کرنے کے لئے کبھی کبھی غیروں کو بھی سچی خواب آسکتی ہے۔ مگر اِس طریق کا مرتبہ اور شان اور رنگ اَور ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کا مکالمہ ہے جو خاص مقربوں سے ہی ہوتا ہے اور جب مقرب انسان دعا کرتا ہے۔ تو خدا تعالےٰ اپنی خدائی کے جلال کے ساتھ اُسپر تجلی فرماتا ہے اور اپنی روح اُسپر نازل کرتا ہے اور اپنی محبت سے بھرے ہوئے لفظوں کیساتھ اُسکو قبولِ دعا کی بشارت دیتا ہے۔ اور جس کسی سے یہ مکالمہ کثرت سے وقوع میں آتا ہے

اُسکو نبی یا محدّث کہتے ہیں اور سچے مذہب کی یہی نشانی ہے کہ اس مذہب کی تعلیم سے ایسے راستباز پیدا ہوتے رہیں جو محدّث کے مرتبہ تک پہنچ جائیں جن سے خدا تعالےٰ آمنے سامنے کلام کرے اور اسلام کی حقیت اور حقانیت کی اوّل نشانی یہی ہے۔ کہ اسمیں ہمیشہ ایسے راستباز جن سے خدا تعالیٰ ہمکلام ہو پیدا ہوتے ہیں تتنزل علیہم الملائکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا سو یہی معیار حقیقی سچے اور زندہ اور مقبول مذہب کی ہے اور ہم جانتے ہیں کہ یہ نور صرف اسلام میں ہے۔ عیسائی مذہب اس روشنی سے بے نصیب ہے۔ اور ہماری یہ بحث جو ڈاکٹر کلارک صاحب سے ہے۔ اس غرض اور اسی شرط سے ہے کہ اگر وہ اس مقابلہ سے انکار کریں تو یقیناً سمجھو کہ عیسائی مذہب کے بطلان کے لئے یہی دلیل ہزار دلیل سے بڑھکر ہے کہ مُردہ ہرگز زندہ کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اور نہ اندھا سوجاکھے کے ساتھ پورا اُتر سکتا ہے۔ والسّلام علیٰ من اتبع الھدےٰ۔ ۵ مئی ۱۸۹۳ء

خاکسار

مرزا غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور

جس کسی سے مکالمہ الٰہی کثرت سے ہو اُسکو نبی یا محدث کہتے ہیں۔

سچے مذہب کی علامت ہے کہ اُسمیں محدث پیدا ہوں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

# ڈاکٹر پادری کلارک صاحب کا جنگ مقدس اور اُن کے مقابلہ کیلئے

# اشتہار

*ڈاکٹر کلارک کے جنگ کے مقابلہ کیلئے اشتہار*

واضح ہو کہ ڈاکٹر صاحب مندرج العنوان نے بذریعہ اپنے بعض خطوط کے یہ خواہش ظاہر کی کہ وہ علمائے اسلام کے ساتھ ایک جنگ مقدس کیلئے طیاری کر رہے ہیں۔ انہوں نے اپنے خط میں یہ بھی ظاہر کیا ہے۔ کہ یہ جنگ ایک پورے پورے فیصلہ کی غرض سے کیا جائیگا اور یہ بھی دہمکی دی کہ اگر علمائے اسلام نے اس جنگ سے منہ پھیر لیا یا شکست فاش کھائی تو آئندہ ان کا استحقاق نہیں ہوگا کہ مسیحی علماء کے مقابل پر کھڑے ہوسکیں یا اپنے مذہب کو سچا سمجھ سکیں۔ یا عیسائی قوم کے سامنے دم مار سکیں۔ اور چونکہ یہ عاجز انہیں روحانی جنگوں کے لئے مامور ہو کر آیا ہے اور خدا تعالیٰ کیطرف سے الہام پا کر یہ بھی جانتا ہے کہ ہر ایک میدان میں فتح ہم کو ہے۔ اسلئے بلا توقف ڈاکٹر صاحب کو بذریعہ خط کے اطلاع دیگئی ہے۔ کہ ہماری عین مراد ہے کہ یہ جنگ وقوع میں آکر حق اور باطل میں کھلا کھلا فرق ظاہر ہو جائے اور نہ صرف اسی پر کفایت کیگئی بلکہ چند عزیز دوست بطور سفیران پیغام جنگ ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں بمقام امرتسر بھیجے گئے جن کے نام نامی یہ ہیں میرزا خدابخش صاحب۔ منشی عبدالحق صاحب حافظ محمد یوسف صاحب۔ شیخ رحمت اللہ صاحب مولوی عبدالکریم صاحب۔ منشی غلام قادر صاحب فصیح۔ میاں محمد یوسف خان صاحب۔ شیخ نور احمد صاحب۔ میاں محمد اکبر صاحب۔ حکیم محمد اشرف صاحب۔ حکیم نعمت اللہ صاحب مولوی غلام احمد صاحب انجینیر۔ میاں محمد بخش صاحب۔ خلیفہ نورالدین صاحب۔ میاں محمد اسمٰعیل صاحب۔ تب ڈاکٹر صاحب اور میرے دوستوں میں جو میری طرف سے وکیل تھے کچھ گفتگو ہو کر بالاتفاق

*اُن صحابہ کے نام جو ڈاکٹر صاحب کے پاس پیغام جنگ لیکر بھیجے گئے۔*

یہ بات قرار پائی کہ یہ مباحثہ بمقام امرتسر واقع ہو اور ڈاکٹر صاحب کی طرف سے اس جنگ کا پہلوان
مسٹر عبداللہ آتھم سابق اکسٹرا اسسٹنٹ تجویز کیا گیا۔ اور یہ بھی ان کی طرف سے تجویز کیا گیا کہ
فریقین تین تین معاون اپنے ساتھ رکھنے کے مجاز ہوں گے اور ہر یک فریق کو چھ چھ دن فریق
مخالف پر اعتراض کرنے کے لئے دیئے گئے۔ اس طرح پر کہ اول چھ روز تک ہمارا حق ہوگا کہ ہم
فریق مخالف کے مذہب اور تعلیم اور عقیدہ پر اعتراض کریں۔ مثلاً حضرت مسیح علیہ السّلام
کی الوہیت اور اُن کے منجی ہونے کے بارہ میں ثبوت مانگیں یا اور کوئی اعتراض جو مسیحی مذہب
پر ہو سکتا ہے پیش کریں۔ ایسا ہی فریق مخالف کا بھی حق ہوگا۔ کہ وہ بھی چھ روز تک اسلامی تعلیم پر
اعتراض کئے جائیں۔ اور یہ بھی قرار پایا کہ مجلس انتظام کے لئے ایک صدر انجمن مقرر ہو جو فریق
مخالف کے گروہ کو شور و غوغا اور ناجائز کارروائی اور دخل بیجا سے روکے اور یہ بات بھی باہم مقرر
اور مسلم ہو چکی کہ ہر یک فریق کے ساتھ پچاس سے زیادہ اپنی قوم کے لوگ نہیں ہوں گے۔ اور
فریقین ایک سو ٹکٹ چھاپ کر پچاس پچاس اپنے آدمیوں کے حوالہ کر دیں گے۔ اور بغیر دکھلانے ٹکٹ
کوئی اندر نہیں آ سکے گا۔ اور آخر پر ڈاکٹر صاحب کی خاص درخواست سے یہ بات قرار پائی کہ یہ بحث
۲۲۔ مئی **۱۸۹۳ء** سے شروع ہونی چاہیئے۔ انتظام مقام مباحثہ اور تجویز مقام مباحثہ ڈاکٹر
صاحب کے متعلق رہا۔ اور وہی اسکے ذمہ وار ہوئے۔ اور بعد طے ہونے ان تمام مراتب کے ڈاکٹر
صاحب اور اخویم مولوی عبدالکریم صاحب کی اس تحریر پر دستخط ہو گئے۔ جس میں یہ شرائط بہ تفصیل
لکھے گئے تھے۔ اور یہ قرار پایا کہ ۱۵ ر مئی ۱۸۹۳ء تک فریقین ان شرائط مباحثہ کو شائع
کر دیں۔ اور پھر میرے دوست قادیان میں پہنچے۔ اور چونکہ ڈاکٹر صاحب نے اس مباحثہ کا نام **جنگ
مقدس** رکھا ہے۔ اس لئے ان کی خدمت میں بتاریخ ۲۵۔ اپریل ۱۸۹۳ء کو لکھا گیا کہ وہ شرائط
جو میرے دوستوں نے قبول کئے ہیں وہ مجھے بھی قبول ہیں۔ لیکن یہ بات پہلے سے تجویز ہو جانا
ضروری ہے کہ اس جنگ مقدس کا فریقین پر اثر کیا ہوگا۔ اور کیونکر کھلے کھلے طور پر سمجھا جائیگا کہ
درحقیقت فلاں فریق کو شکست آ گئی ہے۔ کیونکہ سالہا سال کے تجربہ سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے
کہ **معقولی** اور منقولی **بحثوں** میں گو کیسی ہی صفائی سے ایک فریق **غالب** آ جائے
مگر دوسرے فریق کے لوگ کبھی قائل نہیں ہوتے کہ وہ درحقیقت مغلوب ہو گئے ہیں۔ بلکہ مباحثات
کے شائع کرنے کے وقت اپنی تحریرات پر حاشیے چڑھا چڑھا کر یہ کوشش کرتے ہیں کہ کسی طرح اپنا
ہی غالب رہنا ثابت ہو اور اگر صرف اسیقدر منقولی بحث ہو تو ایک عقلمند پیشگوئی کر سکتا ہے۔ کہ

یہ مباحثہ بھی انہی مباحثات کی مانند ہوگا جو اب تک پادری صاحبوں اور علماء اسلام میں ہوتے رہے ہیں بلکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو ایسے مباحثہ میں کوئی بھی نئی بات معلوم نہیں ہوتی پادری صاحبوں کی طرف سے وہی معمولی اعتراضات ہونگے کہ مثلاً اسلام زور شمشیر سے پھیلا ہے اسلام میں کثرت ازدواج کی تعلیم ہے۔ اسلام کا بہشت ایک جسمانی بہشت ہے وغیرہ وغیرہ۔ ایسا ہی ہماری طرف سے بھی وہی معمولی جواب ہوں گے کہ اسلام نے تلوار اُٹھانے میں سبقت نہیں کی اور اسلام نے صرف بوقت ضرورت امن قائم کرنے کی حد تک تلوار اُٹھائی ہے اور اسلام نے عورتوں اور بچوں اور راہبوں کے قتل کرنے کے لئے حکم نہیں دیا بلکہ جنہوں نے سبقت کر کے اسلام پر تلوار کھینچی وہ تلوار سے ہی مارے گئے۔ اور تلوار کی لڑائیوں میں سب سے بڑھ کر توریت کی تعلیم ہے۔ جس کے رو سے بیشمار عورتیں اور بچے بھی قتل کئے گئے ۔ جس خدا کی نظر میں وہ بیرحمی اور سختی کی لڑائیاں بُری نہیں تھیں۔ بلکہ اسکے حکم سے تھیں تو پھر نہایت بے انصافی ہوگی کہ وہی خدا اسلام کی ان لڑائیوں سے ناراض ہو جو مظلوم ہونے کی حالت میں یا امن قایم کرنے کی غرض سے خدا تعالےٰ کے پاک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کرنی پڑی تھیں۔ ایسا ہی کثرت ازدواج کے اعتراض میں ہماری طرف سے وہی معمولی جواب ہوگا کہ اسلام سے پہلے اکثر قوموں میں کثرت ازدواج کی سیکڑوں اور ہزاروں تک نوبت پہنچگئی تھی۔ اور اسلام نے تعداد ازدواج کو کم کیا ہے۔ نہ زیادہ بلکہ یہ قرآن میں ہی ایک فضیلت خاص ہے کہ اس نے ازدواج کی بیحدی اور بے قیدی کو رد کر دیا ہے۔ اور کیا وہ اسرائیلی قوم کے مقدس نبی جنہوں نے سَو سَو بیوی کی بلکہ بعض نے سات سو تک نوبت پہنچائی وہ اخیر عمر تک حرامکاری میں مبتلا رہے اور کیا اُن کی اولاد جن میں سے بعض راستباز بلکہ نبی بھی تھے ناجائز طریق کی اولاد سمجھی جاتی ہے۔ ایسا ہی بہشت کی نسبت بھی وہی معمولی جواب ہوگا۔ کہ مسلمانوں کا بہشت صرف جسمانی بہشت نہیں بلکہ دیدار الٰہی کا گھر ہے اور دونوں قسم کی سعادتوں رُوحانی اور جسمانی کی جگہ ہے۔ ہاں عیسائی صاحبوں کا دوزخ محض جسمانی ہے۔

لیکن اسجگہ سوال تو یہ ہے کہ ان مباحثات کا نتیجہ کیا ہوگا کیا امید رکھ سکتے ہیں کہ عیسائی صاحبان مسلمانوں کے ان جوابات کو جو سراسر حق اور انصاف پر مبنی ہے۔ قبول کر لیں گے یا ایک انسان کے خدا بنانے کے لئے صرف معجزات کافی سمجھے جائیں گے یا بائبل کی وہ عبارتیں

اسلام نے تعداد ازدواج کو کم کیا نہ کہ زیادہ

جن میں علاوہ حضرت مسیح کے ذکر کے کہیں یہ لکھا ہے کہ تم سب خدا کے بیٹے ہو اور کہیں یہ کہ تم اسکی بیٹیاں ہو اور کہیں یہ کہ تم سب خدا ہو ظاہر ہے یہ محمول قرار دیئے جائیں گے اور جبکہ ایسا ہونا ممکن نہیں تو میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس بحث کا عمدہ نتیجہ جسکے لیئے ۱۲ دن امرتسر میں ٹھہرنا ضروری ہے کیا ہو گا۔

ان وجوہات کے خیال سے ڈاکٹر صاحب کو بذریعہ خط رجسٹرڈ یہ صلاح دیگئی تھی کہ مناسب ہے کہ چھ دن کے بعد یعنے جب فریقین اپنے اپنے چھ دن پورے کرلیں تو ان میں مباہلہ بھی ہو اور وہ صرف اسقدر کافی ہے۔ کہ فریقین اپنے مذہب کی تائید کے لیئے خدا تعالےٰ سے آسمانی نشان چاہیں اور ان نشانوں کے ظہور کے لیئے ایک سال کی میعاد قایم ہو۔ پھر جس فریق کی تائید میں کوئی آسمانی نشان ظاہر ہو جو انسانی طاقتوں سے بڑھکر ہو جس کا مقابلہ فریق مخالف سے نہ ہو سکے تو لازم ہوگا

**فریق مغلوب کیا کرے۔**

کہ فریق مغلوب اس فریق کا مذہب اختیار کرے جس کو خدا تعالیٰ نے اپنے آسمانی نشان کیساتھ غالب کیا ہے۔ اور مذہب اختیار کرنے سے اگر انکار کرے تو واجب ہو گا۔ کہ اپنی نصف جائیداد اس سچے مذہب کی امداد کی غرض سے فریق غالب کے حوالہ کردے۔ یہ ایسی صورت ہے کہ اس سے حق اور باطل میں بکلی فرق ہو جائیگا۔ کیونکہ جب ایک خارق نشان کے مقابل پر ایک فریق بالمقابل نشان دکھلانے سے بکلی عاجز رہا تو فریق نشان دکھلانے والے کا غالب ہونا بکلی کھلجائیگا۔ اور تمام بحثیں ختم ہوجائینگی اور حق ظاہر ہو جائیگا۔ لیکن ایک ہفتہ سے زیادہ گذرتا ہے۔ جو آج تک جو ۳۔ مئی ۱۸۹۳ء ہے ڈاکٹر صاحب نے اس خط کا کچھ بھی جواب نہیں دیا۔ لہذا اس اشتہار کے ذریعہ سے ڈاکٹر صاحب اور ان کے تمام گروہ کی خدمت میں التماس ہے کہ جس حالت میں انہوں نے اس مباحثہ کا نام جنگ مقدس رکھا ہے اور چاہتے ہیں کہ مسلمانوں اور عیسائیوں میں قطعی فیصلہ ہو جائے۔ اور یہ بات کھل جائے کہ سچا اور قادر خدا کس کا خدا ہے۔ تو پھر معمولی بحثوں سے یہ امید رکھنا طمع خام ہے۔ اگر یہ ارادہ نیک نیتی سے ہے تو اس سے بہتر اور کوئی بھی طریق نہیں۔ کہ اب آسمانی مدد کے ساتھ صدق اور کذب کو آزمایا جائے۔ اور میں نے اس طریق کو بدل وجان منظور کرلیا ہے۔ اور وہ طریق بحث جو منقولی اور معقولی طور پر قرار پایا ہے۔ گو میرے نزدیک چنداں ضروری نہیں۔ مگر تاہم وہ بھی مجھے منظور ہے۔ لیکن ساتھ اسکے یہ ضرور بات ہے ہوگا کہ ہر یک چھ دن کی میعاد کے ختم ہونے کے بعد بطور متذکرہ بالا مجھ میں اور فریق مخالف میں مباہلہ واقع ہوگا۔ اور یہ اقرار فریقین پہلے سے شائع کردیں کہ ہم مباہلہ کریں گے۔ یعنے اس طور سے دعا کریں گے۔ کہ اے ہمارے خدا اگر ہم باطل پر ہیں

تو فریق مخالف کی نشان سے ہماری ذلت ظاہر کر۔ اور اگر ہم حق پر ہیں تو ہماری تائید میں نشان آسمانی ظاہر کرکے فریق مخالف کی ذلت ظاہر فرما۔ اور اس دعا کے وقت دونوں فریق آمین کہیں گے۔ اور ایک سال تک اسکی میعاد ہوگی۔ اور فریق مغلوب کی سزا وہ ہوگی جو اوپر بیان ہو چکی ہے۔

اور اگر یہ سوال ہو کہ اگر ایک سال کے عرصہ میں دونوں طرف سے کوئی نشان ظاہر نہ ہو یا دونوں طرف سے ظاہر ہو تو پھر کیونکر فیصلہ ہوگا۔ تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ راقم اس صورت میں بھی اپنے تئیں مغلوب سمجھیگا اور ایسی سزا کے لایق ٹھہریگا جو بیان ہو چکی ہے۔ چونکہ میں خدا تعالےٰ کی طرف سے مامور ہوں اور فتح پانے کی بشارت پا چکا ہوں۔ پس اگر کوئی عیسائی صاحب میرے مقابل آسمانی نشان دکھلا ویں۔ یا میں ایک سال تک دکھلا نہ سکوں تو میرا باطل پر ہونا کھل گیا۔ اور اللہ جلشانہ کی قسم ہے کہ مجھے صاف طور پر اللہ جلشانہ نے اپنے الہام سے فرما دیا ہے۔ کہ حضرت مسیح علیہ السلام بلا تفاوت ایسا ہی انسان تھا جس طرح اور انسان ہیں مگر خدا تعالیٰ کا سچا نبی اور اسکا مرسل اور برگزیدہ ہے۔ اور مجھ کو یہ بھی فرمایا کہ جو مسیح کو دیا گیا وہ بمتابعت نبی علیہ السلام تجھ کو دیا گیا ہے۔ اور تو مسیح موعود ہے۔ اور تیرے ساتھ ایک نورانی حربہ ہے جو ظلمت کو پاش پاش کریگا۔ اور یکسر الصلیب کا مصداق ہوگا۔ پس جبکہ یہ بات ہے تو میری سچائی کے لئے یہ ضروری ہے کہ میری طرف سے بعد مباہلہ ایک سال کے اندر ضرور نشان ظاہر ہو اور اگر نشان ظاہر نہ ہو تو پھر میں خدا تعالےٰ کی طرف سے نہیں ہوں اور نہ صرف وہی سزا بلکہ موت کی سزا کے لایق ہوں۔ سو آج میں ان تمام باتوں کو قبول کرکے اشتہار دیتا ہوں۔ اب بعد شائع ہونے اس اشتہار کے منصفانہ اور واجب ہے کہ ڈاکٹر صاحب بھی اسقدر اشتہار دیدیں کہ اگر بعد مباہلہ میرزا غلام احمد کی "تائید میں ایک سال کے اندر کوئی نشان ظاہر ہو جائے۔ جس کے مقابل پر اسی سال کے اندر ہم نشان دکھلانے سے عاجز آجائیں تو بلا توقف دین اسلام قبول کر لیں گے۔ ورنہ اپنی تمام جائیداد کا نصف حصہ دین اسلام کی امداد کی غرض سے فریق غالب کو دیدیں گے۔ اور آئندہ اسلام کے مقابل پر کبھی کھڑے نہیں ہوں گے۔ ڈاکٹر صاحب اسوقت سوچ لیویں کہ میں نے اپنی نسبت بہت زیادہ سخت شرائط رکھی ہیں۔ اور ان کی نسبت شرطیں نرم رکھی گئی ہیں یعنے اگر میرے مقابل پر وہ نشان دکھلا دیں۔ اور میں بھی دکھلاوں۔ تب بھی بموجب اس شرط

اگر میری طرف سے نشان ظاہر نہ ہو تو میں خدا کی طرف سے نہیں

کے وہی سچے قرار پائیں گے۔ اور اگر نہ میں نشان دکھلا سکوں۔ اور نہ وہ ایک سال تک نشان دکھلا سکیں تب بھی وہی سچے قرار پائیں گے اور میں صرف اُس حالت میں سچا قرار پاؤں گا کہ میری طرف سے ایک سال کے اندر ایسا نشان ظاہر ہو جس کے مقابلہ سے ڈاکٹر صاحب عاجز رہیں۔ اور اگر ڈاکٹر صاحب بعد اشاعت اس اشتہار کے ایسے مضمون کا اشتہار بالمقابل شائع نہ کریں تو پھر صریح ان کی گریز متصوّر ہو گی اور ہم پھر بھی ان کی منقولی و معقولی بحث کیلئے حاضر ہو سکتے ہیں بشرطیکہ وہ اِس بارے میں یعنی نشان نمائی کے امر میں اپنا اور اپنی قوم کا اسلام کے مقابل پر عاجز ہونا شائع کر دیں یعنے یہ لکھ دیں کہ یہ اسلام ہی کی شان ہے کہ اس سے آسمانی نشان ظاہر ہوں اور عیسائی مذہب ان برکات سے خالی ہے۔ میں نے سُنا ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے میرے دوستوں کے روبرو یہ بھی فرمایا تھا کہ ہم مباحثہ تو کریں گے۔ مگر یہ مباحثہ فرقہ احمدیہ سے ہوگا نہ مسلمانان جنڈیالہ سے۔ سو ڈاکٹر صاحب کو واضح رہے کہ فرقہ اَحمدیہ ہی سچے مُسلمان ہیں جو خدا تعالیٰ کے کلام میں انسان کی رائے کو نہیں ملاتے۔ اور حضرت مسیح کا درجہ اسیقدر مانتے ہیں جو قرآن شریف سے ثابت ہوتا ہے۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی۔

میاں بٹالوی کی اطلاع کیلئے اشتہار

# میاں بٹالوی صاحب کی اطلاع

## کیلئے

# اشتہار

واضح ہو کہ شیخ بٹالوی صاحب کی خدمت میں وہ اشتہار جس میں بالمقابل عربی تفسیر لکھنے کیلئے ان کو دعوت کیگئی تھی۔ بتاریخ پنجم اپریل ۱۸۹۳ء پہنچایا گیا تھا۔ چنانچہ میرزا خدابخش صاحب جو اشتہار لے کر لاہور گئے تھے۔ یہ پیغام لائے کہ بٹالوی صاحب نے وعدہ کر لیا ہے جو پنجم اپریل سے دو ہفتہ تک جواب چھاپ کر بھیجدیں گے۔ سو دو ہفتہ تک انتظار جواب رہا اور کوئی جواب نہ آیا۔ پھر دوبارہ ان کو یاد دلایا گیا۔ تو انہوں نے بذریعہ اپنے خط کے جو میرے اشتہار میں چھپ گیا ہے۔ یہ جواب دیا کہ ہم اپریل کے اندر اندر جواب چھاپ کر روانہ کر دیں گے۔ چنانچہ اب اپریل بھی گذر گیا اور بٹالوی صاحب نے وعدہ کر کے تخلف وعدہ کیا۔ ہم اپنی کوئی الزام

نہیں لگاتے۔ مگر انہیں آپ شرم کرنی چاہیئے کہ وہ آپ تو دوسروں کا نام بلا تحقیق کاذب اور وعدہ شکن رکھتے ہیں اور اپنے وعدوں کا کچھ بھی پاس نہیں کرتے۔ تعجب کہ یہ جواب صرف ہاں یا نہیں ہے ہو سکتا تھا۔ مگر انہوں نے ایک مہینہ گذار دیا اور یہ مہینہ ہمارا صرف انتظار ہی میں ضائع ہوا۔ اب ہمیں بھی دو ضروری کام پیش آ گئے۔ ایک ڈاکٹر کلارک صاحب کے ساتھ مباحثہ دوسری ایک ضروری رسالہ کا تالیف کرنا جو تائید اسلام کیلئے بہت جلد امریکہ میں بھیجا جائیگا جس کا یہ مطلب ہوگا کہ دنیا میں سچا اور زندہ مذہب صرف اسلام ہے۔ اسلئے میاں بٹالوی صاحب کو مطلع کیا جاتا ہے کہ اگر ان دونوں کاموں کی تکمیل کے پہلے آپ کا جواب آیا تو ناچار کوئی دوسری تاریخ آپ کے مقابلہ کے لئے شائع کی جائے گی۔ جو ان دونوں کاموں سے فراغت کے بعد ہوگی۔

## مسٹر عبداللہ آتھم کے خط کا جواب

مسٹر عبداللہ آتھم کے خط کا جواب

آج اس اشتہار کے لکھنے سے ابھی میں فارغ ہوا تھا کہ مسٹر عبداللہ آتھم صاحب کا خط بذریعہ ڈاک مجھ کو ملا۔ یہ خط اس خط کا جواب ہے جو میں نے مباحثہ مذکورہ بالا کے متعلق صاحب موصوف اور نیز ڈاکٹر کلارک صاحب کیطرف لکھا تھا۔ سو اب اسکا بھی جواب ذیل میں بطور قولہ اور اقول کے لکھتا ہوں۔

قولہ۔ ہم اس امر کے قائل نہیں ہیں۔ کہ تعلیمات قدیم کے لئے معجزہ جدید کی کچھ بھی ضرورت ہے۔ اس لئے ہم معجزہ کیلئے نہ کچھ حاجت اور نہ استطاعت اپنے اندر دیکھتے ہیں۔

اقول۔ صاحب من میں نے معجزہ کا لفظ اپنے خط میں استعمال نہیں کیا۔ بیشک معجزہ دکھلانا نبی اور مرسل من اللہ کا کام ہے۔ نہ ہریک انسان کا۔ لیکن اس بات کو تو آپ مانتے اور جانتے ہیں کہ ہر ایک درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ اور ایمانداری کے پھلوں کا ذکر جیسا کہ قرآن کریم میں ہے۔ انجیل شریف میں بھی ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ سمجھ گئے ہوں گے۔ اسلئے طول کلام کی ضرورت نہیں۔ مگر میں دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ کیا ایمانداری کے پھل دکھلانے کی بھی آپکو استطاعت نہیں؟

قولہ۔ بہرکیف اگر جناب کسی معجزہ کے دکھلانے پر آمادہ ہیں۔ تو ہم اسکے دیکھنے سے

آنکھیں بند نہ کریں گے اور جس قدر اصلاح اپنی غلطی کی آپکے معجزہ سے کر سکتے ہیں۔ اسکو اپنا فرض عین سمجھیں گے۔

اقول۔ بیشک یہ آپکا مقولہ انصاف پر مبنی ہے اور کسی کے منہ سے یہ کامل طور پر نکل نہیں سکتا۔ جب تک اسکو انصاف کا خیال نہ ہو۔ لیکن اس جگہ یہ آپ کا فقرہ کہ جس قدر اصلاح اپنی غلطی کی ہم آپکے معجزہ سے کر سکتے ہیں اسکو اپنا فرض عین سمجھیں گے تشریح طلب ہے یہ عاجز تو محض اس غرض کے لئے بھیجا گیا ہے۔ کہ تا یہ پیغام خلق اللہ کو پہنچا دے کہ دنیا کے تمام مذاہب موجودہ میں سے وہ مذہب حق پر اور خدا تعالےٰ کی مرضی کے موافق ہے۔ جو قرآن کریم لایا ہے۔ اور دار النجات میں داخل ہونے کے لئے دروازہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ہے۔ پس اب کیا آپ اسبات پر تیار اور مستعد ہیں کہ نشان دیکھنے کے بعد اس مذہب کو قبول کر لیں گے۔ آپ کا فقرہ مذکورہ بالا مجھے امید دلاتا ہے کہ آپ اس سے انکار نہیں کریں گے۔ پس اگر آپ مستعد ہیں تو چند سطریں تین اخباروں یعنی نور افشان اور منشور محمدی اور کسی آریہ کے اخبار میں چھپوا دیں کہ ہم خدا تعالےٰ کو حاضر و ناظر جانکر یہ وعدہ کرتے ہیں۔ کہ اگر اس مباحثہ کے بعد جس کی تاریخ ۲۲ مئی ۱۸۹۳ء قرار پائی ہے۔ مرزا غلام احمد کی خدا تعالےٰ مدد کرے اور کوئی ایسا نشان اس کی تائید میں خدا تعالےٰ ظاہر فرماوے کہ جو اُس نے قبل از وقت بتلا دیا ہو اور جیسا کہ اُسنے بتلایا ہو وہ پُورا بھی ہو جاوے۔ تو ہم اس نشان کے دیکھنے کے بعد بلا توقف مسلمان ہو جائیں گے۔ اور ہم یہ بھی وعدہ کرتے ہیں کہ ہم اس نشان کو بغیر کسی قسم کے بیہودہ نکتہ چینی کے قبول کر لیں گے اور کسی حالت میں وہ نشان نامعتبر اور قابل اعتراض نہیں سمجھا جائیگا۔ بجز اس صورت کے کہ ایسا ہی نشان اسی برس کے اندر ہم بھی دکھلا دیں۔ مثلاً اگر نشان کے طور پر پیشگوئی ہو کہ فلاں وقت کسی خاص فرد پر یا ایک گروہ پر فلاں حادثہ وارد ہوگا اور وہ پیشگوئی اس میعاد میں پوری ہو جائے تو بغیر اسکے کہ اسکی نظیر اپنی طرف سے پیش کریں بہرحال قبول کرنی پڑے گی۔ اور اگر ہم نشان دیکھنے کے بعد دین اسلام اختیار نہ کریں اور نہ اسکے مقابل پر اسی برس کے اندر اسی کی مانند کوئی خارق عادت نشان دکھلا سکیں تو عہد شکنی کے تاوان میں نصف جائداد اپنی امداد اسلام کے لئے اسکے حوالہ کرینگے اور اگر ہم اس دوسری شق پر بھی عمل نہ کریں اور عہد کو توڑ دیں اور اس

مسٹر عبداللہ آتھم تین اخباروں میں شائع کرے کہ مغلوب ہونیکی حالت میں مسلمان ہو جائیگا۔ یا اپنی نصف جائداد اسلام کیلئے دیدیگا۔

عہد شکنی کے بعد کوئی قہری نشان ہماری نسبت میرزا غلام احمد شائع کرنا چاہے تو ہماری طرف سے مجاز ہوگا کہ عام طور پر اخباروں کے ذریعہ سے یا اپنے رسایل مطبوعہ میں اُسکو شائع کرے فقط یہ تحریر آپکی طرف سے بقید نام و مذہب و ولدیت و سکونت ہو اور فریقین کے پچاس پچاس معزز اور معتبر گواہوں کی شہادت اُسپر ثبت ہو تب تین اخباروں میں اسکو آپ شائع کرادیں۔ جبکہ آپکا مقتضاء اظہار حق ہے اور یہ معیار آپکے اور ہمارے مذہب کے موافق ہے تو آپ برائے خدا اسکے قبول کرنے میں توقف نہ کریں۔ اب بہرحال وہ وقت آگیا ہے کہ خدا تعالیٰ سچے مذہب کے انوار و برکات ظاہر کرے اور دنیا کو ایک ہی مذہب پر کر دیوے۔ سو اگر آپ دل کو قوی کر کے سب سے پہلے اس میدان میں قدم ماریں اور پھر اپنے عہد کو بھی صدق اور جوانمردی کے ساتھ پورا کریں تو خدا تعالےٰ کے نزدیک صادق ٹھہرینگے اور آپکی راستبازی کا یہ ہمیشہ کیلئے ایک نشان رہیگا۔

اور اگر آپ یہ فرماویں کہ ہم تو یہ سب باتیں کر گذریں گے اور کسی نشان کے دیکھنے کے بعد دین اسلام قبول کر لیں گے یا دوسری شرائط مذکورہ بالا بجا لائیں گے اور یہ عہد پہلے ہی سے تین اخباروں میں چھپوا بھی دینگے۔ لیکن اگر تم ہی جھوٹے نکلے اور کوئی نشان دکھلا نہ سکے تو تمہیں کیا سزا ہوگی تو میں اسکے جواب میں حسب منشائے توریت سزائے موت اپنے لئے قبول کرتا ہوں اور اگر یہ خلاف قانون ہو تو کل جائداد اپنی آپ کو دونگا جس طرح چاہیں پہلے مجھ سے تسلی کر لیں۔

اگر میں جھوٹا نکلا تو سزائے موت کا مستوجب ہوں ورنہ کل جائداد آپ کے حوالے کرونگا۔

قولہ لیکن یہ جناب کو یاد رہے۔ کہ معجزہ ہم اسی کو جانیں گے جو ساتھ تحدی مدعی معجزہ کے بظہور آوے۔ اور کہ مصدق کسی امر ممکن کا ہو۔

اقول۔ اس سے مجھے اتفاق ہے اور تحدی اسی بات کا نام ہے کہ مثلاً ایک شخص منجانب اللہ ہونیکا دعویٰ کر کے اپنے دعوے کی تصدیق کیلئے کوئی ایسی پیشگوئی کرے جو انسان کی طاقت سے بالاتر ہو اور وہ پیشگوئی سچی نکلے تو وہ حسب منشاء توریت استثنا ۱۸-۱۸ سچا ٹھہریگا۔ ہاں یہ سچ ہے کہ ایسا نشان کسی امر ممکن کا مصدق ہونا چاہیئے۔ ورنہ یہ تو جائز نہیں کہ کوئی انسان مثلاً یہ کہے کہ میں خدا ہوں اور اپنی خدائی کے ثبوت میں کوئی پیشگوئی کرے اور وہ پیشگوئی پوری ہو جائے تو پھر وہ خدا مانا جاوے۔

لیکن میں اسجگہ آپ سے دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ جب اس عاجز نے ملہم اور مامور من اللہ ہونیکا دعویٰ کیا تھا تو ۱۸۸۵ء میں میرزا امام الدین نے جس کو آپ خوب جانتے ہیں۔ چشمہ نور امرتسر میں یہ مقابل پر اشتہار چھپوا کر مجھ سے نشان طلب کیا تھا۔ تب بطور نشان نمائی ایک پیشگوئی

کیگئی تھی۔ جو نور افشاں ۱۰ مئی ۱۸۸۸ء میں شائع ہوگئی تھی جس کا مفصل ذکر اس اخبار میں اور نیز میری کتاب آئینہ کمالات کے صفحہ ۲۷۹ و ۲۸۰ میں موجود ہے۔ اور وہ پیشگوئی ۳۰ ستمبر ۱۸۹۲ء کو اپنی میعاد کے اندر پوری ہوگئی۔ سو اب بطور آزمایش آپکے انصاف کے آپ سے پوچھتا ہوں کہ یہ نشان ہے یا نہیں اور اگر نشان نہیں تو اسکی کیا وجہ ہے اور اگر نشان ہے اور آپ نے اسکو دیکھ بھی لیا۔ اور یہ صرف نور افشان ۱۰ مئی ۱۸۸۸ء میں بلکہ میرے اشتہار مجریہ ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء میں بقید میعاد یہ شائع بھی ہو چکا ہے تو آپ فرماویں کہ آپکا اسوقت فرض عین ہے یا نہیں کہ اس نشان سے بھی فایدہ اٹھاویں۔ اور اپنی غلطی کی اصلاح کریں اور براہ مہربانی مجھکو اطلاع دیں کہ کیا اصلاح کی اور کس قدر عیسائی اصول سے آپ دستبردار ہوگئے۔ کیونکہ یہ نشان تو کچھ پرانا نہیں ابھی کل کی بات ہے کہ نور افشان اور میرے اشتہار ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء میں شائع ہوا تھا اور آپکے یہ تمام شرائط کے موافق ہے۔ میرے نزدیک آپکے انصاف کا یہ ایک معیار ہے اگر آپ نے اس نشان کو مان لیا اور حسب اقرار اپنے اپنی غلطی کی بھی اصلاح کی تو مجھے پختہ یقین ہوگا کہ آپ آیندہ بھی آپ اپنی بڑی اصلاح کیلئے مستعد ہیں۔ اس نشان کا اسقدر تو آپ پر اثر ضرور ہونا چاہیئے کہ کم سے کم آپ یہ اقرار اپنا شائع کردیں کہ اگرچہ ابھی قطعی طور پر نہیں۔ مگر ظن غالب کے طور پر دین اسلام ہی مجھے سچا معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ تحدی کے طور پر اسکی تائید کے بارہ میں جو پیشگوئی کی گئی تھی وہ پوری ہوگئی آپ جانتے ہیں کہ امام الدین دین اسلام سے منکر اور ایک دہریہ آدمی ہے اور اس نے اشتہار کے ذریعہ سے دین اسلام کی سچائی اور اس عاجز کے ملہم ہونیکے بارے میں ایک نشان طلب کیا تھا جسکو خدا تعالیٰ نے نزدیک کی راہ سے انہی کے عزیزوں پر ڈال کر اس پر اتمام حجت کی۔ آپ اس نشان کے رد یا قبول کے بارے میں ضرور جواب دیں ورنہ ہمارا یہ ایک پہلا قرضہ ہے جو آپکے ذمہ رہیگا۔

**قولہ** مباہلات بھی از قسم معجزات ہی ہیں۔ مگر ہم بروے تعلیم انجیل کسی کیلئے لعنت نہیں مانگ سکتے۔ جناب صاحب مختیار ہیں جو چاہیں مانگیں اور انتظار جواب ایک سال تک کریں۔

**اقول** صاحب من مباہلہ میں دوسرے پر لعنت ڈالنا ضروری نہیں بلکہ اتنا کہنا کافی ہوتا ہے کہ مثلاً ایک عیسائی کہے کہ میں پورے یقین سے کہتا ہوں کہ درحقیقت حضرت مسیح خدا ہیں اور قرآن خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں اور اگر میں اس بیان میں کاذب ہوں تو خدا تعالیٰ میرے پر لعنت کرے۔ سو یہ صورت مباہلہ انجیل کے مخالف نہیں بلکہ عین موافق ہے آپ غور سے انجیل کو پڑھیں۔

ماسوا اسکے میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ اگر آپ نشان نمائی کے مقابلہ سے عاجز ہیں تو پھر یکطرفہ اس عاجز کی طرف سے سہی۔ مجھکو بسر و چشم منظور ہے۔ آپ اقرار نامہ اپنا حسب نمونہ مرقومہ بالا شائع کریں

میری جو ایک پیشگوئی پوری ہو چکی ہے۔ عبداللہ آتھم اسکا اقرار کرے

اور جس وقت آپ فرماویں بلا توقف امرتسر حاضر ہو جاؤں گا۔ یہ تو مجھکو پہلے ہی سے معلوم ہے کہ عیسائی مذہب اُس دن سے تاریکی میں پڑا ہوا ہے جب سے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا تعالیٰ کی جگہ دیگئی اور جب کہ حضرات عیسائیوں نے ایک سچے اور کامل اور مقدس نبی افضل الانبیاء محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا انکار کیا۔ اسلئے میں یقیناً جانتا ہوں کہ حضرات عیسائی صاحبوں میں سے یہ طاقت کسی میں بھی نہیں کہ اسلام کے زندہ نوروں کا مقابلہ کر سکیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ وہ نجات اور حیات ابدی جس کا ذکر عیسائی صاحبوں کی زبان پر ہے وہ اہل اسلام کے کامل افراد میں سورج کیطرف چمک رہی ہے۔ اسلام میں یہ ایک زبردست خاصیت ہے کہ وہ ظلمت سے نکالکر اپنے نور میں داخل کرتا ہے۔ جس نور کی برکت سے مومن میں کھلے کھلے آثار قبولیت پیدا ہو جاتے ہیں اور خدا تعالیٰ کا شرف مکالمہ میسر آجاتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ اپنی محبت کی نشانیاں اس میں ظاہر کر دیتا ہے۔ سو میں زور سے اور دعویٰ سے کہتا ہوں کہ ایمانی زندگی صرف کامل مسلمان کو ہی ملتی ہے۔ اور یہی اسلام کی سچائی کی نشانی ہے۔

اب آپ کے خط کا ضروری جواب ہو چکا۔ اور یہ اشتہار ایک رسالہ کی صورت پر مرتب کر کے آپ کی خدمت میں اور نیز ڈاکٹر کلارک صاحب کی خدمت میں بذریعہ رجسٹری روانہ کرتا ہوں۔ اب میری طرف سے حجت پوری ہو چکی آئندہ آپ کو اختیار ہے۔

والسّلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

راقم خاکسار

میرزا غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپورہ

عیسائیت اُن دن سے تاریکی میں ہے۔ جب سے مسیح علیہ السلام کو خدا مانا گیا اور رسول اللہ صلعم کا انکار کیا۔

# شیخ محمد حسین بٹالوی کی نسبت ایک پیشگوئی

شیخ محمد حسین ابوسعید کی آج کل ایک نازک حالت ہے - یہ شخص اس عاجز کو کافر سمجھتا ہے اور نہ صرف کافر بلکہ اُس کے کفرنامہ میں کئی بزرگوں نے اس عاجز کی نسبت اکفر کا لفظ بھی استعمال کیا ہے - اپنے بوڑھے استاد نذیر حسین دہلوی کو بھی اس نے اسی بلا میں ڈال دیا ہے - سبحان اللہ ایک شخص اللہ جلشانہ اور اسکے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتا ہے اور پابند صوم و صلوٰۃ اور اہل قبلہ میں سے ہے اور تمام عملی باتوں میں ایک ذرہ بھی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا مخالف نہیں اسکو میاں بٹالوی صرف اسوجہ کا فر بلکہ اکفر اور ہمیشہ جہنم میں رہنے والا قرار دیتا ہے کہ وہ حضرت مسیح علیہ السلام کو بموجب نص بیّن قرآن کریم فلما توفیتنی فوت شدہ سمجھتا ہے اور بموجب پیشگوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ مسیح موعود اسی اُمت میں سے ہوگا اپنے متواتر الہامات اور قطعی نشانوں کی بنا پر اپنے تئیں مسیح موعود ظاہر کرتا ہے - اور میاں بٹالوی لبطور افترا کے یہ بھی کہتا ہے کہ گویا یہ عاجز ملایک کا منکر اور معراج نبوی کا انکاری اور نبوت کا مدعی اور معجزات کو بھی نہیں مانتا سبحان اللہ کافر ٹھہرانیکے لئے اس بیچارے نے کیا کچھ افترا کئے ہیں - انہیں غموں میں مرر ہا ہے کہ کسیطرح ایک مسلمان کو تمام خلق اللہ کافر سمجھ لے - بلکہ عیسائیوں اور یہودیوں سے بھی کفر میں بڑھ کر قرار دیوے - دیکھنے والے کہتے ہیں کہ اب اس شخص کا بہت ہی بُرا حال ہے - اگر کسی کے منہ سے نکل جائے کہ میاں کیوں کلمہ گووں کو کافر بناتے ہو کچھ خدا سے ڈرو تو دیوانہ کیطرح اسکے گرد ہو جاتا ہے اور بہت سی گالیاں اس عاجز کو نکال کر کہتا ہے کہ وہ ضرور کافر اور سب کافروں سے بدتر ہے ہم اسکے خیرخواہ ہوکے ملتجی ہیں کہ اس نازک وقت میں ضرور اسکے حق میں دعا کریں - اسکی کشتی ایک ایسے گرداب میں ہے جس سے جانبر ہونا بظاہر محال معلوم ہوتا ہے - وانی رایت ان هذا الرجل یؤمن بایمانی قبل موته و رایت کانه ترک قول التکفیر و تاب - وهذه رؤیای وارجو ان یجعلها ربی حقا - والسلام علی من اتبع الهدٰی

راقم خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپورہ - ۴ مئی ۱۸۹۳ء

شیخ محمد حسین بٹالوی کی نسبت ایک پیشگوئی

مولوی محمد حسین بٹالوی موت سے پہلے میرے مومن ہونے پر ایمان لائیگا

نمبر صفحہ طبع اول ۱

بنام محمد بخش پاہنڈہ انتخاب حضرت مسیح موعود کے نام۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

حضرت جناب فیضمآب مجدد الوقت فاضل اجل حامی دین رسول حضرت غلام احمد صاحب

از طرف محمد بخش السلام علیکم گذارش یہ ہے کہ کچھ عرصہ سے قصبہ جنڈیالہ کے عیسائیوں نے بہت شور و شر مچایا ہوا ہے۔ بلکہ آج بتاریخ ۱۱۔ اپریل ۱۸۹۳ء عیسائیان جنڈیالہ نے معرفت ڈاکٹر مارٹن کلارک صاحب امرتسر بنام فدوی بذریعہ رجسٹری ایک خط ارسال کیا ہے۔ جس کی نقل خط ہذا کی دوسری طرف واسطے ملاحظہ کے پیش خدمت ہے۔ عیسائیوں نے بڑے زور و شور سے لکھا ہے کہ اہل اسلام جنڈیالہ اپنے علماء و دیگر بزرگان دین کو موجود کرکے ایک جلسہ کریں اور دین حق کی تحقیقات کی جاوے۔ ورنہ آئندہ سوال کرنے سے خاموشی اختیار کریں۔ اسلئے خدمت بابرکت میں عرض ہے کہ چونکہ اہل اسلام جنڈیالہ اکثر کمزور اور مسکین ہیں اسلئے خدمت شریف عالی میں ملتمس ہوں کہ آنجناب للّٰہ اہل اسلام جنڈیالہ کو امداد فرماؤ۔ ورنہ اہل اسلام پر دھبہ آجائیگا۔ و نیز عیسائیوں کے خط کو ملاحظہ فرماکر یہ تحریر فرماویں کہ انکو جواب خط کا کیا لکھا جاوے۔ جیسا آنجناب ارشاد فرماویں۔ ویسا عمل کیا جاوے۔ فقط

راقم محمد بخش پاہنڈہ مکتب دیسی قصبہ جنڈیالہ ضلع و تحصیل امرتسر ۱۱۔ اپریل ۱۸۹۳ء

ڈاکٹر کلارک کا خط محمد بخش کے نام

## وہ خط جو ڈاکٹر مارٹن کلارک صاحب نے محمد بخش پاہنڈہ کو لکھا۔

بخدمت شریف میاں محمد بخش صاحب و جملہ شرکاء اہل اسلام جنڈیالہ

جناب من بعد سلام کے واضح رائے شریف ہو کہ چونکہ ان دنوں میں قصبہ جنڈیالہ میں مسیحیوں اور اہل اسلام کے درمیان دینی چرچے بہت ہوتے ہیں اور چند صاحبان آپکے ہم مذہب دین عیسوی پر حرف لاتے ہیں اور کئی ایک سوال و جواب کرتے اور کرنا چاہتے ہیں اور نیز اسیطرح سے مسیحیوں نے بھی دین محمدی کے حق میں کئی تحقیقاتیں کرلی ہیں اور مبالغہ از حد ہو چلا ہے۔ لہذا راقم رقیمہ ہذا کی دانست میں طریقہ بہتر اور مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک جلسہ عام کیا جاوے۔ جس میں صاحبان اہل اسلام معہ علماء و دیگر بزرگان دین کے جن پر کہ ان کو تسلی ہو موجود ہوں۔ اور اسیطرح سے مسیحیوں کی طرف سے بھی کوئی صاحب اعتبار پیش کئے جاویں۔ تاکہ جو باہمی تنازعہ ان دنوں میں ہو رہے ہیں خوب فیصل کئے جاویں اور نیکی اور بدی اور حق اور خلاف ثابت ہو دیں۔ لہذا چونکہ اہل اسلام جنڈیالہ کے درمیان آپ صاحب ہمت گنے جاتے ہیں۔ ہم آپکی خدمت میں از طرف مسیحان جنڈیالہ التماس کرتے ہیں کہ آپ خواہ خود یا اپنے ہم مذہبوں سے مصلحت کرکے ایک وقت مقرر کریں اور جس کسی بزرگ پر آپکی تسلی ہو اسے طلب کریں

اور ہم بھی وقت معین پر محفل شریف میں کسی اپنے کو پیش کریں گے کہ جلسہ اور فیصلہ امورات متنازعہ بالا کا بخوبی ہو جاوے اور خداوند صراط المستقیم سب کو حاصل کرے۔ ہم کسی ضد یا فساد یا مخالفت کی راہ سے اس جلسہ کے درپے نہیں ہیں۔ مگر فقط اس بنا سے کہ جو باتیں بہت برحق اور پسندیدہ ہیں سب صاحبان پر خوب ظاہر ہوں۔ دیگر التماس یہ ہے کہ اگر صاحبان اہل اسلام ایسے مباحثہ میں شریک ہونا چاہیں تو آئندہ کو اپنے اسپ کلام کو میدان گفتگو میں جولانی نہ دیں اور وقت منادی یا دیگر موقعوں پر حجت بے بنیاد و لاحاصل سے باز آکر خاموشی اختیار کریں۔ ازراہ مہربانی اس خط کا جواب جلدی عنایت فرماویں تاکہ اگر آپ ہماری اس دعوت کو قبول کریں تو جلسہ کا اور ان مضامین کا جن کی بابت مباحثہ ہونا ہے معقول انتظام کیا جاوے فقط زیادہ سلام۔ یہ نقل بطور اصل کے ہے۔ الراقم مسیحان جنڈیالہ مارٹن کلارک پریسیڈنٹ دستخط انگریزی میں تھا

حضرت مسیح موعود کا خط مسیحان جنڈیالہ کی طرف

# نقل خط جو میرزا غلام احمد صاحب کی طرف سے مسیحان جنڈیالہ کی طرف

۱۳۔ مئی ۱۸۹۳ء کو رجسٹری کرا کے بھیجا گیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم — بخدمت مسیحان جنڈیالہ

بعد ما وجب۔ آج میں نے آپ صاحبوں کی وہ تحریر جو آپ نے میاں محمد بخش صاحب کو بھیجی تھی اول سے آخر تک پڑھی۔ جو کچھ آپ صاحبوں نے سوچا ہے مجھے اس سے اتفاق رائے ہے۔ بلکہ درحقیقت میں اس مضمون کے پڑھنے سے ایسا خوش ہوا کہ میں اس مختصر خط میں اس کی کیفیت بیان نہیں کر سکتا۔ یہ بات صحیح اور بالکل سچ ہے کہ روز کے جھگڑے اچھے نہیں اور اس سے دن بدن عداوتیں بڑھتی ہیں اور فریقین کی عافیت و آسودگی میں خلل پڑتا ہے اور یہ بات تو ایک معمولی سی ہے اور اس سے بڑھ کر نہایت ضروری اور قابل ذکر یہ بات ہے کہ جس حالت میں دونوں فریق مرنے والے اور دنیا کو چھوڑنے والے ہیں تو پھر اگر بافائدہ بحث کر کے اظہار حق نہ کریں تو اپنے نفسوں اور دوسروں پر ظلم کرتے ہیں۔ اب میں دیکھتا ہوں کہ جنڈیالہ کے مسلمانوں کا ہم سے کچھ زیادہ حق نہیں بلکہ جس حالت میں خداوند کریم اور رحیم نے اس عاجز کو انہیں کاموں کیلئے بھیجا ہے تو ایک سخت گناہ ہوگا کہ ایسے موقعہ پر خاموش رہوں۔ اس لئے میں آپ لوگوں کو اطلاع دیتا ہوں کہ اس کام کیلئے میں ہی حاضر ہوں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ فریقین کا یہ دعویٰ ہے کہ ان کو اپنا اپنا مذہب بہت سے نشانوں کے ساتھ خدا تعالیٰ سے ملا ہے اور یہ بھی فریقین کو اقرار ہے کہ زندہ مذہب وہی ہو سکتا ہے کہ جس کی دلائل پر اس کی صحت کی بنیاد ہے وہ دلائل بطور قصہ کے نہ ہوں بلکہ دلائل ہی کے رنگ میں اب بھی موجود اور نمایاں ہوں۔ مثلاً اگر کسی کتاب میں بیان کیا گیا ہو کہ فلاں نبی نے بطور معجزہ کے ایسے ایسے بیماروں کو اچھا کیا

زندہ مذہب وہ ہے جس کے دلائل بطور قصہ نہ ہوں بلکہ دلائل کے رنگ میں نمایاں ہوں۔

تھا تو یہ اور اس قسم کے اور امور اس زمانہ کے لوگوں کیلئے ایک قطعی اور یقینی دلیل نہیں ٹھہر سکتی بلکہ ایک خبر ہے
جو منکر کی نظر میں صدق اور کذب دونوں کا احتمال رکھتی ہے بلکہ منکر ایسی خبروں کو صرف ایک قصہ سمجھیگا۔
اسیوجہ سے یورپ کے فلاسفر مسیح کے معجزات سے جو انجیل میں مندرج ہیں کچھ بھی فائدہ نہیں اٹھا سکتے بلکہ اُن پر
قہقہہ مار کر ہنستے ہیں پس جبکہ یہ بات ہے تو یہ نہایت آسان مناظرہ ہے اور وہ یہ ہے کہ اہل اسلام کا کوئی فرد
اس تعلیم اور علامات کے موافق جو کامل مسلمان ہونیکے لئے قرآن کریم میں موجود ہیں اپنے نفس کو ثابت کرے
اور اگر نہ کرسکے تو دروغگو ہے مسلمان اور ایسا ہی عیسائی صاحبوں میں سے ایک فرد اس تعلیم اور علامات کے موافق جو
انجیل شریف میں موجود ہیں اپنے نفس کو ثابت کرکے دکھلاوے اور اگر وہ ثابت نہ کرسکے تو وہ دروغگو ہے
نہ عیسائی جس حالت میں دونوں فریق کا یہ دعویٰ ہے کہ جس نور کو اُن کے انبیاء لائے تھے وہ نور فقط لازمی
نہیں تھا بلکہ متعدی تھا تو پھر جس مذہب میں یہ نور متعدی ثابت ہوگا اسی کی نسبت عقل تجویز کریگی کہ یہی
مذہب زندہ اور سچا ہے۔ کیونکہ اگر ہم ایک مذہب کے ذریعہ سے وہ زندگی اور پاک نور معہ اسکی تمام علامتوں کے
حاصل نہیں کرسکتے جو اسکی نسبت بیان کیا جاتا ہے تو ایسا مذہب بجز لاف گزاف کے زیادہ نہیں۔ اگر ہم
فرض کرلیں کہ کوئی نبی پاک تھا مگر ہم میں سے کسی کو بھی پاک نہیں کرسکتا۔ اور صاحب خوارق تھا مگر کسی کو
صاحب خوارق نہیں بنا سکتا۔ اور الہام یافتہ تھا۔ مگر ہم میں سے کسی کو ملہم نہیں بنا سکتا تو ایسے نبی سے
ہمیں کیا فائدہ۔ مگر الحمد للہ والمنۃ کہ ہمارا سید و رسول خاتم الانبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا نہیں تھا
اس نے ایک جہان کو وہ نور حسب مراتب استعداد بخشا کہ جو اسکو ملا تھا اور اپنے نورانی نشانوں سے وہ شناخت
کیا گیا۔ وہ ہمیشہ کیلئے نور تھا جو بھیجا گیا۔ اور اس سے پہلے کوئی ہمیشہ کیلئے نور نہیں آیا۔ اگر وہ نہ آتا اور
اسنے بتلایا ہوتا تو حضرت مسیح کے نبی ہونے پر ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں تھی۔ کیونکہ اسکا مذہب گیا اور
اسکا نور بے نشان ہوگیا اور کوئی وارث نہ رہا جو اسکو کچھ نور دیا گیا ہو۔ اب دنیا میں زندہ مذہب صرف اسلام ہے
اور اس عاجز نے اپنے ذاتی تجارب سے دیکھ لیا اور پرکھ لیا کہ دونوں قسم کے نور اسلام اور قرآن میں اب بھی ایسے ہی
تازہ بتازہ موجود ہیں جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت موجود تھے اور ہم انکے دکھلانے کیلئے ذمہ وار ہیں
اگر کسی کو مقابلہ کی طاقت ہے تو ہم سے خط و کتابت کرے۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔

ہر ایک شخص اپنی کتاب کی نشانیوں سے اپنی سچائی ظاہر کرے

۸۸۸

رسول صلعم کو جو نور دیا گیا تھا وہ اپنے حسب استعداد دوسروں کو بخشا۔

اگر رسول صلعم نہ آتے تو حضرت مسیح کے نبی ہونے پر ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں

بالآخر یہ بھی واضح رہے کہ اس عاجز کے مقابلہ پر جو صاحب کھڑے ہوں وہ کوئی بزرگ نامی اور معزز
انگریز پادری صاحبوں میں سے ہونے چاہئیں۔ کیونکہ جو بات اس مقابلہ اور مباحثہ سے مقصود ہے اور جسکا اثر عوام پر
ڈالنا منظور ہے وہ اسی پر موقوف ہے کہ فریقین اپنی اپنی قوم کے خواص میں سے ہوں ہاں بطور تنزل اور
تمام حجت مجھے یہ بھی منظور ہے کہ اس مقابلہ کیلئے پادری عماد الدین صاحب یا پادری ٹھاکر داس صاحب یا مسٹر

میرے مقابل پر کوئی نامی اور معزز پادری ہو

صفحہ طبع اول / صفحہ طبع ثانی

عبداللہ آتھم صاحب عیسائیوں کی طرف سے منتخب ہوں اور پھر انکے اسماء کسی اخبار کے ذریعہ سے شائع کر کے ایک پرچہ اس عاجز کی طرف بھی بھیجا جاوے اور اسکے بھیجنے کے بعد یہ عاجز بھی اپنے مقابلہ کا اشتہار دیدیگا۔ اور ایک پرچہ صاحب مقابلہ کی طرف بھیجدیگا۔ مگر واضح رہے کہ یوں تو ایک مدت دراز سے مسلمانوں اور عیسائیوں کا جھگڑا چلا آتا ہے اور تب سے مباحثات ہوئے اور فریقین کی طرف سے بکثرت کتابیں لکھی گئیں اور درحقیقت علمائے اسلام نے تمام تر صفائی سے ثابت کر دیا کہ جو کچھ قرآن کریم پر اعتراض کئے گئے ہیں وہ دوسرے رنگ میں توریت پر اعتراض ہیں اور جو کچھ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نکتہ چینی ہوئی وہ دوسرے پیرایہ میں تمام انبیاء کی شان میں نکتہ چینی ہے جس سے حضرت مسیح بھی باہر نہیں۔ بلکہ ایسی نکتہ چینیوں کی بنا پر خدا تعالیٰ بھی مورد اعتراض ٹھہرتا ہے سو یہ بحث زندہ مذہب یا مردہ مذہب کی تنقیح کے بارہ میں ہوگی اور دیکھا جاویگا کہ جن روحانی علامات کا مذہب اور کتاب نے دعوی کیا ہے وہ اب بھی اسمیں پائی جاتی ہیں کہ نہیں اور مناسب ہوگا کہ مقام بحث لاہور یا امرتسر مقرر ہو۔ اور فریقین کے علما کے مجمع میں یہ بحث ہو۔

یہ بحث زندہ مذہب کے بارہ میں ہو۔

خاکسار میرزا غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور

## امرتسر۔ مڈیکل مشن۔ (۱۸ اپریل ۹۳ء)

پادریوں کا جواب مسیح موعود کو

جناب میرزا غلام احمد صاحب قادیان سلامت

تسلیم۔ عنایت نامہ آں صاحب کا وارد ہوا۔ بعد مطالعہ طبیعت شاد ہوئی۔ حاصل مدعا یہ ہے۔ جنڈیالہ کے اہل اسلام کو آپ جیسے لائق و فائق ملے لیکن چونکہ ہمارا دعوی نہ آپ پر نہ جنڈیالہ کے محمدیوں سے ہے ہم آپکی دعوت قبول کرنے میں قاصر ہیں۔ انکی طرف ہم نے خط لکھا ہوا ہے اور تاحال جواب کے منتظر ہیں اگر ان کی مدد آپکو قبول ہے تو مناسب باقاعدہ طریقہ تو یہ ہے کہ آپ خود انہیں خطوط لکھیں جو آپکے ارادے ہو چکے ہیں ان پر ظاہر کریں اگر وہ آپکو تسلیم کر کے اس جنگ مقدس کیلئے اپنی طرف سے پیش کریں تو ہمارا کچھ عذر نہیں بلکہ عین خوشی ہے چونکہ آپ روشن ضمیر و صاحب کار آزمودہ ہیں۔ یہ آپ سے مخفی نہ ہوگا کہ اس خاص بحث کیلئے آپکو قبول کرنا یا نہ کرنا ہمارا اختیار نہیں بلکہ جنڈیالہ کے اہل اسلام کا۔ لہذا انہیں سے آپ فیصلہ کر لیں بعد ازاں ہم بھی حاضر ہیں۔ آپکے اور انکے فیصلہ کرنے ہی کی دیری ہے۔ زیادہ سلام

مسیح موعود کا جواب الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مشفقی مہربان پادری صاحب

بعد ما وجب یہ وقت کیا مبارک وقت ہے کہ میں آپکے اس مقدس جنگ کیلئے تیار ہو کر جس کا آپنے اپنے خط میں ذکر فرمایا ہے اپنے چند عزیز دوست بطور سفیر منتخب کر کے آپکی خدمت میں ارسال کرتا

ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ اس پاک جنگ کے لئے آپ مجھے مقابلہ پر منظور فرما دیں گے ۔ جب آپکا پہلا خط جو جنڈیالہ
کے بعض مسلمانوں کے نام تھا مجھکو ملا ۔ اور میں نے یہ عبارتیں پڑھیں کہ کوئی ہے کہ ہمارا مقابلہ کرے تو میری
روح اسیوقت بول اُٹھی کہ ہاں میں ہوں جسکے ہاتھ پر خدا تعالیٰ مسلمانوں کو فتح دیگا ۔ اور سچائی کو ظاہر کریگا
وہ حق جو مجھکو ملا ہے اور وہ آفتاب جس نے ہم میں طلوع کیا ہے وہ اب پوشیدہ رہنا نہیں چاہتا ۔ میں دیکھتا
ہوں کہ اب وہ بڑے زوردار شعاعوں کے ساتھ نکلیگا اور دلوں پر اپنا ہاتھ ڈالیگا ۔ اور اپنے طرف کھینچ لائیگا ۔
لیکن اُسکے نکلنے کیلئے کوئی تقریب چاہیئے تھی سو آپ صاحبوں کا مسلمانوں کو مقابلہ کیلئے بلانا نہایت
مبارک اور نیک تقریب ہے ۔ مجھے امید نہیں کہ آپ اس بات پر ضد کریں کہ نہیں تو جنڈیالہ کے مسلمانوں سے کام
ہے نہ کسی اور سے ۔ آپ جانتے ہیں کہ جنڈیالہ میں کوئی مشہور اور نامی فاضل نہیں اور یہ آپکے شان سے بھی
بعید ہوگا کہ آپ عوام سے اُلجھتے پھریں اور اس عاجز کا حال آپ پر مخفی نہیں کہ آپ صاحبوں کے مقابلہ کیلئے
دس برس کا پیاسا ہے اور کئی ہزار خط اُردو و انگریزی اسی پیاس کے جوش سے آپ جیسے معزز پادری صاحبان
کی خدمت میں روانہ کر چکا ہوں اور پھر جب کچھ جواب آیا تو آخر نا امید ہو کر بیٹھ گیا ۔ چنانچہ بطور نمونہ ان خطوں
میں سے کچھ روانہ بھی کرتا ہوں تاکہ آپکو معلوم ہو کہ آپکی اس توجہ کا اول مستحق میں ہی ہوں اور سوا اسکے
اگر میں کاذب ہوں تو ہر ایک سزا بھگتنے کیلئے تیار ہوں ۔ میں تو دس سال سے میدان میں کھڑا ہوں جنڈیالہ
میں میری نسبت کوئی بھی نہیں جو میدان کا سپاہی تصور کیا جائے ۔ اسلئے باادب ملتمس ہوں کہ اگر یہ امر
مطلوب ہے کہ یہ روز کے قصے طے ہو جائیں اور جس مذہب کے ساتھ خدا ہے اور جو لوگ سچے خدا پر ایمان لائے
ہیں ان کے کچھ امتیازی انوار ظاہر ہوں تو اس عاجز سے مقابلہ کیا جائے آپ لوگوں کا یہ ایک بڑا دعویٰ ہے
کہ حضرت مسیح علیہ السلام درحقیقت خدا تھے اور وہی خالق ارض و سما تھے ۔ اور ہمارا یہ بیان ہے کہ وہ سچے نبی ضرور
تھے ۔ رسول تھے ۔ خدا تعالیٰ کے پیارے تھے ۔ مگر خدا نہیں تھے سو انہیں امور کے حقیقی فیصلہ کیلئے یہ مقابلہ
ہوگا ۔ مجھکو خدا تعالیٰ نے براہ راست اطلاع دی ہے کہ جس تعلیم کو قرآن لایا ہے وہی سچائی کی راہ ہے اسی پاک
توحید کو ہر ایک نبی نے اپنی امت تک پہنچایا ہے ۔ مگر رفتہ رفتہ لوگ بگڑ گئے ۔ اور خدا تعالیٰ کی جگہ انسانوں کو
دیدی غرض یہی امر ہے جس پر بحث ہوگی ۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ وہ وقت آگیا ہے کہ خدا تعالیٰ کی
غیرت اپنا کام دکھلائیگی ۔ اور میں امید رکھتا ہوں کہ اس مقابلہ سے ایک دنیا کیلئے مفید اور اثر انداز نتیجے
نکلیں گے اور کچھ عجیب نہیں کہ اب کل دنیا یا ایک بڑا بھاری حصہ اسکا ایک ہی مذہب قبول کرلے جو سچا
اور زندہ مذہب ہے اور جسکے ساتھ خدا تعالیٰ کی مہربانی نازل ہو رہی ہے کہ یہ بحث صرف زمین
تک محدود نہ رہے بلکہ آسمان بھی اسکے ساتھ شامل ہو ۔ اور مقابلہ صرف اس بات میں ہو کہ روحانی زندگی

نمبر صفحہ طبع اول

اور آسمانی قبولیت اور روشن ضمیری کس مذہب پر ہے اور میرا اور میرا مقابل اپنی اپنی کتاب کی تاثیریں اپنے اپنے نفس میں ثابت کریں ہاں اگر یہ چاہیں کہ معقولی طور پر بھی ان دونوں عقیدوں کا بعد اس کے تصفیہ ہو جائے تو یہ بھی بہتر ہے۔ مگر اس سے پہلے روحانی اور آسمانی آزمائش ضرور چاہیئے۔

والسّلام علی من اتبع الھدیٰ — خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور ۲۳ اپریل ۱۸۹۳ء

ترجمہ ڈاکٹر کلارک کی چٹھی بنام حضرت مسیح موعود

**امرتسر** (۲۴ اپریل ۱۸۹۳ء) (ترجمہ چٹھی ڈاکٹر کلارک صاحب)

بخدمت میرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان

جناب من مولوی عبد الکریم صاحب بحیثیت معزز سفارت یہاں پہنچے اور مجھے آپکا دستی خط دیا۔ جناب نے جو مسلمانوں کیطرف سے مجھے مقابلہ کیلئے دعوت کی ہے اسکو میں بخوشی قبول کرتا ہوں۔ آپکی سفارت نے آپکی طرف سے مباحثہ اور شرائط ضروریہ کا فیصلہ کر لیا ہے اور میں یقین کرتا ہوں کہ جناب کو بھی وہ انتظام اور شرائط منظور ہونگے۔ اسلئے مہربانی کرکے اپنی فرصت میں مجھے اطلاع بخشیں کہ آپ اُن شرائط کو قبول کرتے ہیں یا نہیں

آپکا تابعدار۔ ایچ مارٹن کلارک ایم۔ ڈی۔ سی۔ ایم (اڈنبرا) ایم آر اے۔ ایس سی ایم ایس

شرائط مباحثہ

## ترجمہ انگریزی
## شرائط انتظام مباحثہ قرار یافتہ مابین عیسائیان و مسلمانان

(۱) یہ مباحثہ امرتسر میں ہوگا (۲) ہر ایک جانب میں صرف پچاس اشخاص حاضر ہونگے (پچاس ٹکٹ میرزا غلام احمد صاحب عیسائیوں کو دینگے۔ اور پچاس ٹکٹ ڈاکٹر کلارک صاحب میرزا صاحب کو مسلمانوں کے لئے دینگے۔ عیسائیوں کے ٹکٹ مسلمان جمع کریں گے اور مسلمانوں کے عیسائی (۳) میرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسلمانوں کی طرف سے اور ڈپٹی عبد اللہ آتھم خان صاحب عیسائیوں کی طرف سے مقابلہ میں آئینگے (۴) سوائے ان صاحبوں کے اور کسی صاحب کو بولنے کی اجازت نہ ہوگی۔ ہاں ہر صاحب تین شخصوں کو بطور معاون منتخب کر سکتے ہیں مگر ان کو بولنے کا اختیار نہ ہوگا (۵) خوشنویس صحیح صحیح نوٹ بغرض اشاعت لیتے رہیں گے۔ (۶) کوئی صاحب کسی جانب سے ایک گھنٹہ سے زیادہ نہ بول سکیں گے۔ (۷) انتظامی معاملات میں صدر انجمن کا فیصلہ ناطق مانا جائیگا (۸) دو صدر انجمن ہونگے یعنی ایک ایک ہر طرف سے جو اسوقت مقرر کئے جاویں گے (۹) جلسے مباحثہ کا تقرر ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک صاحب کے اختیار میں ہوگا (۱۰) وقت مباحثہ ۶ بجے صبح سے ۱۱ بجے صبح تک ہوگا (۱۱) کل وقت مباحثہ دو زمانوں پر منقسم ہوگا (۱) ۶ دن یعنی روز پیر مئی ۲۲ سے ۲۷ مئی تک ہوگا۔ اور یہ تقسیم میرزا صاحب کے اختیار ہوگا

کہ اپنا یہ دعویٰ پیش کریں کہ ہر ایک مذہب کی صداقت زندہ نشانات سے ثابت کرنی چاہیئے جیسے کہ انہوں نے اپنی چٹھی ۱۴ اپریل ۱۸۹۳ء موسومہ ڈاکٹر کلارک صاحب میں ظاہر کیا ہے۔

۱۴۔ پھر دوسرا سوال اُٹھایا جائیگا۔ پہلے مسئلہ الوہیت مسیح پر۔ اور پھر میرزا صاحب کو اختیار رہوگا کہ کوئی اور سوال جو چاہیں پیش کریں۔ مگر چھ دن کے اندر اندر۔ ۱۳ دوسرا زمانہ بھی ۶ دن کا ہوگا یعنی مئی ۲۹ سے جون ۳ تک (اگر اسقدر ضرورت ہوئی) اس زمانہ میں مسٹر عبداللہ آتھم خانصاحب کو اختیار رہوگا کہ اپنے سوالات بہ تفصیل ذیل پیش کریں:۔

(ا) رحم بلا مبادلہ ٭ (ب) جبر اور قدر ٭

(ج) ایمان بالجبر ٭ (د) قرآن کے خدائی کلام ہونیکا ثبوت۔

(ہ) اِس بات کا ثبوت کہ محمد صاحب (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) رسول اللہ ہیں وہ اور سوال بھی کرسکتے ہیں بشرطیکہ ۶ دن سے زیادہ نہ ہوجاوے (۱۴) ٹکٹ ۱۵ مئی تک جاری ہونے چاہییں وہ ٹکٹ مفصلہ ذیل نمونہ کے ہونگے۔ (۱۵) عیسائیوں وڈپٹی عبداللہ آتھم خان صاحب کی طرف سے یہ قواعد واجب الاطاعت اور یہ صحیح تحریر مانی گئی۔

یہ بطور شہادت ہیں (جسکے دستخط نیچے درج ہیں) مسٹر عبداللہ آتھم خان صاحب کی طرف سے دستخط کرتا ہوں اور مذکورہ بالا شرائط میں سے کسی شرط کا توڑنا۔ فریق توڑنے والے کی طرف سے ایک اقرار گریز خیال کیا جائیگا۔

۱۶۔ تقریروں پر صاحبان صدر اور تقریر کنندگان اپنے اپنے دستخط انکی صحت کے ثبوت میں ثبت کرینگے۔

دستخط ہنری کلارک ایم۔ ڈی وغیرہ۔ امرتسر۔ اپریل ۲۴ ۱۸۹۳ء

**نمونہ ٹکٹ**

مباحثہ مابین ڈپٹی عبداللہ آتھم خان صاحب امرتسری اور میرزا غلام احمد صاحب قادیانی

ٹکٹ داخلہ عیسائیوں کے لئے

داخل کرو .. .. .. .. .. کو

نمبر .. .. دستخط میرزا صاحب

**نمونہ ٹکٹ**

مباحثہ مابین ڈپٹی عبداللہ خان صاحب امرتسری اور میرزا غلام صاحب قادیانی۔ ٹکٹ داخلہ فریق

مسلمانوں کیلئے

داخل کرو .. .. .. .. .. .. کو

نمبر .. .. دستخط ڈاکٹر کلارک صاحب

امرتسر ۲۴۔۴۔ ۱۸۹۳ء

حضرت مرزا صاحب
کا خط بنام پادری
کلارک صاحب

[illegible] طبع اول

## رجسٹرڈ خط جو ۲۵ اپریل کو پادری صاحب کے ۲۴ اپریل کے خط کے جواب میں بھیجا گیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مشفق مہربان پادری صاحب سلامت

بعد ما وجب مجھے آپکی چٹھی کو اول سے آخر تک سُنا میں ان تمام شرائط کو منظور کرتا ہوں جن پر آپکے اور میرے دوستوں کے دستخط ہو چکے ہیں لیکن سب سے پہلے یہ بات تصفیہ پا جانی چاہیئے کہ اس مباحثہ اور مقابلہ سے علت غائی کیا ہے۔ کیا یہ انہیں معمولی مباحثات کیطرح ایک مباحثہ ہوگا جو سالہا سال دراز سے عیسائیوں اور مسلمانوں میں پنجاب اور ہندوستان میں ہو رہے ہیں جن کا ماحصل یہی ہے کہ مسلمان تو اپنے خیال میں یہ یقین رکھتے ہیں کہ ہم نے عیسائیوں کو ہر یک بات میں شکست دی ہے اور عیسائی اپنے گھر میں یہ باتیں کرتے ہیں کہ مسلمان لاجواب ہو گئے ہیں اگر اسیقدر ہے تو یہ بالکل بیفائدہ اور تحصیل حاصل ہے اور بجز اس بات کے اسکا آخری نتیجہ کچھ نظر نہیں آتا کہ چند روز بحث مباحثہ کا شور و غوغا ہو کر پھر ہر یک فریق کو اپنی ہی طرف کا غلبہ ثابت کرنے کیلئے باتیں بنانے کا موقعہ ملتا رہے مگر میں یہ چاہتا ہوں کہ حق کھل جائے اور ایک دنیا کو سچائی نظر آجائے۔ اگر فی الحقیقت حضرت مسیح علیہ السلام خدا ہی ہیں اور وہی رب العالمین اور خالق السموات والارض ہے تو بیشک ہم لوگ کافر کیا اکفر ہیں اور بیشک اس صورت میں دین اسلام حق پر نہیں ہے۔ لیکن اگر حضرت مسیح علیہ السلام صرف ایک بندہ خدا تعالیٰ کا نبی اور مخلوقیت کی تمام کمزوریاں اپنے اندر رکھتا ہے تو پھر یہ عیسائی صاحبوں کا ظلم عظیم اور کفر کبیر ہے کہ ایک عاجز بندہ کو خدا بناتے ہیں اور اس حالت میں قرآن کے کلام اللہ ہونے میں اس سے بڑھکر اور کوئی عمدہ دلیل نہیں کہ اس نے نابود شدہ توحید کو پھر قائم کیا اور جو اصلاح ایک سچی کتاب کو کرنی چاہیئے تھی وہ کر دکھائی اور ایسے وقت میں آیا جس وقت میں اسکے آنیکی ضرورت تھی یوں تو یہ مسئلہ بہت ہی صاف تھا کہ خدا کیا ہے اور اسکی صفات کیسی ہونی چاہیئے۔ مگر چونکہ اب عیسائی صاحبوں کو یہ مسئلہ سمجھ میں نہیں آتا۔ اور معقولی و منقولی بحثوں نے اس ملک ہندوستان میں کچھ ایسا انکو فائدہ نہیں بخشا اسلیئے ضرور ہوا کہ اب طرز بحث بدل لیجائے سو میری دانست میں اس سے انسب طریق اور کوئی نہیں کہ ایک روحانی مقابلہ مباہلہ کے طور پر کیا جائے اور وہ یہ کہ اول اس طرح پر چند دن تک مباحثہ ہو جیسا مباحثہ کو میرے دوست قبول کر چکے ہیں اور پھر اسکے بعد مباہلہ ہو اور فریقین مباہلہ میں یہ دعا کریں مثلاً فریق عیسائی یہ کہے کہ وہ عیسیٰ مسیح ناصری جس پر میں ایمان لاتا ہوں وہی خدا ہے اور قرآن انسان کا افترا ہے خدا تعالیٰ کی کتاب نہیں اور اگر میں اس بات میں سچا نہیں تو میرے پر ایکسال کے اندر کوئی ایسا عذاب نازل ہو جس سے میری رسوائی ظاہر ہو جائے۔ اور ایسا ہی یہ عاجز دعا کریگا کہ اے کامل اور بزرگ خدا میں جانتا ہوں کہ درحقیقت عیسیٰ مسیح ناصری تیرا بندہ اور تیرا رسول ہے خدا ہرگز نہیں اور قرآن کریم تیری پاک کتاب اور

نمبر صفحہ طبع اول

محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیرا پیارا اور برگزیدہ رسول ہے اور اگر میں سیات میں سچا نہیں تو میرے پر ایک سال کے اندر کوئی ایسا عذاب نازل کر جس سے میری رسوائی ظاہر ہو جائے۔ اور اپنے امیری رسوائی کیلئے یہ بات کافی ہوگی کہ ایک برس کے اندر تیری طرف سے میری تائید میں کوئی ایسا نشان ظاہر نہ ہو جس کے مقابلہ سے تمام مخالف عاجز رہیں اور واجب ہوگا کہ فریقین کے دستخط سے یہ تحریر چند اخبار میں شائع ہو جائے کہ جو شخص ایک سال کے اندر مورد غضب الٰہی ثابت ہو جائے اور یا یہ کہ ایک فریق کی تائید میں کچھ ایسے نشان آسمانی ظاہر ہوں کہ دوسرے فریق کی تائید میں ظاہر و ثابت نہ ہو سکیں تو ایسی صورت میں فریق مغلوب یا تو فریق غالب کا مذہب اختیار کرے اور یا اپنی کل جائیداد کا نصف حصہ اس مذہب کی تائید کیلئے فریق غالب کو دیدے جس کی سچائی ثابت ہو۔

خاکسار میرزا غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور

---

مولوی تحریر

# مباحثہ لاہور باسمہ سبحانہ از علماء قصور و لاہور

تحریر مولوی غلام دستگیر قصوری برائے مباحثہ

باعث تحریر یہ ہے۔

کہ فقیر راقم الحروف اپنی خوشی خاطر سے بمواجہ حافظ محمد یوسف صاحب کے لکھدیتا ہے کہ اگر حافظ صاحب ممدوح الیہ میرزا صاحب قادیانی اور انکے دو تین نائبوں کو یا فقط میرزا صاحب کے نائبوں کو جن کی ہار جیت میرزا صاحب کی طرف عاید ہو تا تاریخ ۱۵ جون تک واسطے تحقیق مسایل اختلافیہ کے جو انکی کتاب براہین احمدیہ میں ہیں یا یہ دعوی جو مثیل مسیح کا ہے لاہور میں لے آویں تو فقیر راقم معہ مولوی سید محمد شاہ صاحب اور مولوی فضل حق صاحب سکنائے قصور کے معہ مولوی مفتی حافظ محمد عبد اللہ صاحب ٹونکی مدرس اول مدرسہ یونیورسٹی لاہور و مولوی غلام محمد صاحب بگوی امام مسجد شاہی لاہور و مولوی نور احمد صاحب امام مسجد جامع انارکلی لاہور کے میرزا صاحب یا انکے نائبوں کیساتھ مباحثہ تحقیق حق کیلئے حاضر ہوگا۔ ہمیں کسی قسم کا تخلف انشاء اللہ تعالیٰ واقع نہ ہوگا۔ اور اگر خدانخواستہ فقیر سے اس مباحثہ میں تخلف واقع ہو یا مناظرہ میں ہماری طرف سے سکوت اور لاجوابی مشاہدہ ہو جسکو عمائد اہل اسلام جلسہ اپنی شہادت سے لاجوابی لکھدیں تو ہمکو میرزا صاحب کی اتباع سے کوئی چارہ نہ ہوگا۔ اور اگر اس تاریخ پر میرزا صاحب یا انکے مؤید لاہور میں تشریف نہ لاویں یا مناظرہ میں حسب شہادت عمائد اہل اسلام جلسہ انکی لاجوابی ثابت ہو تو حافظ صاحب کو ان سے تبری اور علماء طرف ثانی سے ہم عقاید ہونا لازم ہوگا۔ فقط

مرقومہ روز چہارشنبہ ۲۱ شوال سنہ ۱۳۱۰ ہجری مطابق ۱۰ مئی سنہ ۱۸۹۳ء در مسجد کلان قصور

العبد محمد یوسف بقلم خود　　گواہ شد حافظ اللہ بخش قصوری　　گواہ شد فضل دین مدرس قصور

گواہ شد حافظ وہاب الدین اول مدرس قصور　　گواہ شد کریم الدین ڈپٹی انسپکٹر پنشن یافتہ بقلم خود

## رسالہ

موسوم بہ

# سچائی کا اظہار

جس میں عبداللہ آتھم صاحب رئیس امرتسر مسیحی کا بشرط مغلوبیت اسلام لانے کا اقرار نامہ ہے اور نیز بعض فاضل اور مستند علماء عرب اور شام کی اس عاجز کی نسبت

تصدیق ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

## پادری صاحبوں کو جو شیخ بٹالوی محمد حسین صاحب کے اشاعۃ السنہ سے مذہبی امور میں ایک نمایاں مدد پہنچی اس کا ذکر

مولوی محمد حسین بٹالوی نے پادریوں کی مدد کی۔

امریکن مشن پریس لدھیانہ میں ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک ایم ڈی میڈیکل مشنری امرتسر کی طرف سے ایک اشتہار اس عاجز کے مقابل ۱۲ مئی ۱۸۹۳ء کو چھپا ہے جس میں شیخ محمد حسین المعروف مولوی ساکن بٹالہ کا ایک پیرایہ میں شکریہ بیان کیا گیا ہے اور حقیقت عیسائیوں کے لئے ۔ مقام شکر تھا کیونکہ ڈاکٹر صاحب اس عاجز کے مقابلہ پر اسلام اور عیسائی مذہب کی تنقید اور تحقیق اور حق و باطل کے پرکھنے کیلئے مباحثہ منظور تو کر بیٹھے مگر پیچھے سے غور کرنے کے بعد ڈاکٹر صاحب پر کچھ خوفناک سی حالت طاری ہو گئی کیونکہ یہ سچ ہے کہ انسان کو خدا بنانے کے وقت عند المقابلہ بدن کانپ جاتا ہے خدا خدا ہی ہے اور انسان انسان چہ نسبت خاک را با عالم پاک غرض جب یہ تو شکر حضرات پادری صاحبوں کو دامنگیر ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ اسلام کی صراط مستقیم کے مقابل پر عیسائی منصوبہ کی ساری

قلعی کھل جائے تو یہ کوشش کی گئی کہ یہ بحث کسی طرح ملتوی رہے تو اچھا ہے اور یہ بلا کسی طرح ٹل جائے تو بہتر ہو اس غم و ہم کے وقت میں شیخ جی
سے ان کو خوب مدد ملی غالباً گمان گذرتا ہے کہ خود شیخ صاحب امداد کی غرض سے پوشیدہ طور پر حضرات پادری صاحبوں کی خدمت میں
گئے ہونگے کیونکہ جو ڈاکٹر صاحب نے مجھ کو خط لکھا ہے اور اشاعۃ السنہ کے بعض مضامین درج فرمائے ہیں وہ عبارت شیخ جی کی عبارت سے
بہت ہی مشابہ ہے اگر شیخ جی کو قسم دیکر پوچھا جائے تو غالباً انکار بھی نہیں کریں گے اور پھر جب وہ ضمیمہ نور افشاں جو ۱۲ مئی ۱۸۹۳ء
میں لکھا ہے اور اس وقت ہمارے ہاتھ میں ہے اسکو غور سے دیکھتے ہیں تو وہ بھی گواہی دے رہا ہے چنانچہ اسکی عبارت یہ ہے آپ اے باشندگان جنڈیالہ
ایک ایسے بزرگ کو یعنی اس عاجز کو بحث کیلئے پیش کرتے ہو جنکو اولاً ایک محمدی شخص تصور کرنا بھی مشکل ہے آپ کن خیالوں میں مبتلا ہو رہے ہیں کیا
آپنے وہ فتوی جو کہ علماء اسلام پنجاب و ہندوستان نے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے حق میں شائع کئے ہیں نہیں دیکھے وہ فتوی مذکورہ میں یوں
لکھتے ہیں جو کچھ ہم نے سوال سائل کے جواب میں کہا اور قادیانی کے حق میں فتوی دیا ہے۔ وہ صحیح ہے۔
کتاب و سنت و اقوال علماء امت اسکی صحت پر شاہد ہیں سب مسلمانوں کو چاہیئے کہ ایسے دجال کذاب سے احتراز اختیار کریں اور اس سے وہ
دینی معاملات نہ کریں جو کہ اہل اسلام میں باہم ہونے چاہئیں نہ اسکی صحبت اختیار کریں اور نہ اس کو ابتداءً اسلام کریں اور نہ اسکو دعوت مسنون
میں بلاویں اور نہ اس کی دعوت قبول کریں اور نہ اسکے پیچھے اقتدا کریں اور نہ اس کی نماز جنازہ پڑھیں یہ دین کے چوروں میں ہمارے زمانہ کے
ہیں دجال کذاب ملعون ملحد دائرہ اسلام سے خارج کافر بلکہ اکفر پلید پھر ابلیس کا گمراہ کیا ہوا اوروں کا گمراہ کرنے والا سنت
و جماعت سے خارج بڑا بھاری دجال بلکہ عمر دجال۔ اور دین کے ذریعہ سے دنیا کمانے والا اگر مفصل دیکھنا ہو تو کتاب اشاعۃ السنۃ
النبویہ مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب سے منگوا کر دیکھ سکتے ہیں قیمت عہ ہے لاہور سے مل سکتی ہے آپ عجب غفلت میں پڑے ہیں کہ ایسا
اس کتاب کو نہیں دیکھا آفرین آپ پر اور جنڈیالہ کے اہل اسلام کی ہمت پر جس کا جنازہ بھی جائز نہیں اسکو آپنے پیشوا مقرر کیا واہ صاحب
واہ آپ کی یہ خوش فہمی۔

اب غور سے دیکھنا چاہیئے کہ پادری صاحبوں نے میاں بٹالوی اور ان کی اشاعت سنت سے کیا کچھ فائدہ اٹھایا ہے اور ہمارے حضرات
مکفرین نے کیا کچھ مخالفوں کو موقعہ دے دیا مگر یہ مقام خوشی کا ہے کہ اس پرفتنہ خط کو دیکھکر جو اشاعۃ السنہ کے حوالہ سے لکھا گیا تھا جنڈیالہ
کے قوی الایمان لوگوں نے ایک ذرا جنبش نہیں کھائی اور میاں محمد بخش نے جنڈیالہ سے نہایت دندان شکن جواب حضرات پادری صاحبوں
کو دیا اور لکھا کہ کوئی مذہب اختلاف سے خالی نہیں اور عیسائی بھی اس سے باہر نہیں اور ہم ایسے مولویوں کو خود مفسد سمجھتے ہیں جو ایک مسلمان
موحد اہل اسلام کو کافر ٹھہراتے ہیں۔

## اطلاع عام

مولوی محمد حسین نے عربی تفسیر بالمقابل لکھنے کا وعدہ کیا مگر ایسے الفاظ کیا

شیخ بٹالوی صاحب اشاعۃ السنہ نے دو مرتبہ یہ پختہ عہد کیا تھا کہ میں اس خط کا جواب جو عربی تفسیر اور قصیدہ بالمقابل کے بارہ میں اسطرف سے
بطور اتمام حجت کے لکھا گیا تھا۔ فلاں فلاں تاریخ کو ضرور بھیج دوں گا۔ تخلف نہیں ہوگا اب ان دونوں تاریخوں پر سولہ دن اور گذر گئے
اور خدا جانے ابھی کسقدر گذرتے جائیں گے شیخ صاحب کا بار بار وعدہ کرنا اور پھر توڑنا صاف دلالت کرتا ہے کہ وہ اب کیسی مصیبت میں مبتلا

ہو رہے ہیں اور تین روز کا ذکر ہے کہ ایک مجمل پیغام مجھ کو امرتسر سے پہنچا کہ بعض مولوی صاحب کہتے ہیں کہ اس مباحثہ میں اگر مسیح کی وفات حیات کے بارہ میں بحث ہوتی تو ہم اس وقت ضرور ڈاکٹر کلارک صاحب کے شامل ہو جاتے لہٰذا عام طور پر شیخ جی اور ان کے دوسرے رفیقوں کو اطلاع دی جاتی ہے بلکہ قسم دی جاتی ہے کہ یہ بخار بھی نکال لو جیسا کہ وفات مسیح کے بارے میں ڈاکٹر کلارک صاحب کے ساتھ ضرور بحث ہوگی بیشک اسکی مدد کرو۔ واعلموا ان اللہ یجزی الکاذبین واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

## ڈاکٹر مارٹن کلارک صاحب کے ایک وہم کا ازالہ

ڈاکٹر مارٹن کلارک کے ایک وہم کا ازالہ

ڈاکٹر صاحب نے اپنے اشتہار ۲۲ مئی ۱۸۹۳ء میں جو بطور ضمیمہ نور افشاں لدھیانہ سے شایع ہوا ہے۔ شیخ بٹالوی صاحب کی کتاب اشاعۃ السنہ سے یہ دھوکا کھایا ہے یا لوگوں کو دھوکا دینا چاہا ہے کہ گویا مستند علما اسلام کے اس عاجز کو کافر ٹھہرا چکے ہیں اسلئے عام واقفوں کی اطلاع کیلئے لکھا جاتا ہے کہ تمام مستند علما اسلام جن کو خدا تعالیٰ نے علم و عمل بخشا ہے اور نور فراست ایمانیہ عطا کیا ہے وہ میرے ساتھ ہیں اور اس وقت چالیس کے قریب ہیں اور فریق ثانی کیساتھ اکثر ایسے لوگ ہیں جو صرف نام کے مولوی اور علمی اور عملی کمالات سے تہیدست ہیں اگر اس عاجز کا یہ بیان ڈاکٹر صاحب کی نظر میں محمول بر مبالغہ ہو تو ڈاکٹر صاحب کسی ایسے جلسہ مباحثہ میں جو علماء مخالفین اور اس عاجز کے گروہ کے فاضل علما میں واقع ہو خود شامل ہو کر دیکھ لیں۔ بلکہ عنقریب ایک ایسا جلسہ مباحثہ ۱۵ جون ۱۸۹۳ء تک ہونے والا ہے جس میں فریق مخالف مولوی غلام دستگیر اور ان کے ہم مشرب تمام علماء لاہور کے ہونگے اور اس طرف سے کوئی ایک یا دو فاضل مقابلہ کے لئے تجویز کئے جائیں گے پھر پادری صاحب بچشم خود دیکھ سکتے ہیں کہ علماء ربانی اور مستند فاضل کس طرف ہیں۔ اور نام کے مولوی اور شور و لپ و زبان کس طرف۔ مثل مشہور ہے شنیدہ کے بود مانند دیدہ ایک دشمن بخیل کی قلم سے جو نکلے وہ یکطرفہ بیان عقلمند کی نظر میں ہرگز وقعت اور عزت نہیں رکھتا بلکہ ہر یک حقیقت عند الامتحان کھلتی ہے

تمام مستند اور باعمل علما مرزا صاحب کے ساتھ ہیں

ماسوا اس کے ڈاکٹر صاحب یہ بھی جانتے ہیں کہ اسلام کے مستند علما کا تخت گاہ حرمین شریفین ہیں زادہما اللہ مجداً و شرفاً و برکۃً اور اسلام میں بھی بلاد عرب خاصکر کے مکہ و مدینہ دین کا گھر سمجھے جاتے ہیں سو ان متبرک مقامات کے جگر گوشہ اور فاضل مستند بھی اس عاجز کے ساتھ شامل ہوتے جاتے ہیں چنانچہ بطور نمونہ تین بزرگوں کی تحریرات ذیل میں لکھتا ہوں

## ایک فاضل عرب کی اس عاجز کی کتاب آئینہ کمالات اسلام اور تبلیغ کے اعلیٰ درجہ کی بلاغت پر گواہی جو ایک بلدہ عظیمہ میں تعلیم علوم ادب وغیرہ کے مدرس ہیں

ایک فاضل عرب کی کتاب آئینہ کمالات اسلام کی بلاغت پر گواہی

اخی مکرم مولوی حافظ محمد یعقوب صاحب سلمہ ڈیرہ دون سے لکھتے ہیں کہ میں ایمان لاتا ہوں اس بات پر کہ آپ امام زمانہ ہیں مؤید من اللہ ہیں علما کو اللہ تعالیٰ نے ضرور آپکا شکار بنایا ہے یا بنائے گا۔ آپ کا مخالف کبھی کامیاب نہ ہوگا مجھے اللہ تعالیٰ آپ کے خادموں میں زندہ رکھے اور اسی میں مارے۔ اے خدا تو ایسا ہی کر۔ ایک عرب عالم اس وقت میرے پاس بیٹھے ہوئے ہیں

ہیں سید ہیں، بڑے ادیب ہیں، ہزاروں اشعار عربی کے حفظ ہیں ان سے آپکے بارے میں گفتگو ہوئی۔ وہ عالم متبحر اور میں عامی محض مگر توفی کے معنی میں کچھ بن نہ پڑا آپ کی عبارت آئینہ کمالات اسلام جو عربی ہے ان کو دکھائی گئی۔ کہا ایسی عبارت عرب نہیں لکھ سکتا ہندوستانی کو تو کیا طاقت ہے۔ قصیدہ نعتیہ دکھایا پڑھ کر رو دیا اور کہا خدا کی قسم میں نے اس زمانہ کے عربوں کے اشعار کو کبھی پسند نہیں کیا اور ہندیوں کا تو کیا ذکر ہے مگر ان اشعار کو حفظ کرونگا اور کہا واللہ جو شخص اس سے بہتر عبارت کا دعویٰ کرے چاہے عرب ہی کیوں نہ ہو وہ ملعون مسیلمہ کذاب ہے۔ تم کلام میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ کلام ربانی اور تائید سبحانی کا اعجاز ہے آدمی کا کام نہیں ہم میں سے حضرت کو اپنی جان اور اپنی اہل اور اولاد میں مالک کر دیا۔

## محبّت نامہ فاضل عربی بِاس عاجز کیطرف

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یا من انشد نسیم الاشتیاق عن وسیم وصفہ وا ستنشق عباهر الازاهر من شمیم عطره وعبیر عرفہ لمحیط حضرتک العالیۃ باسرار الاسرار واعینۃ سعادتک السامیۃ من نوائب الاقدار لازالت سفن عنایاتک تجری فی بحار العلوم والویۃ سعادتک معقودۃ لحل اشکالات المنطوق والمفہوم ولا برحت الجباہ لعلو حضرتک ساجدۃ والافواہ بالثناء علی محاسن ذاتک شاهدۃ لا احصی ثنائی علیک ولا دعائی وشوقی الیک السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ تحیۃ عن وداکید وقلب لم یکدرہ تنکید اما بعد فان راقم الاحرف قد هبت بہ نسیم الامال وزعزعتہ لواعج الانتقال حتی قذفتہ سہام الاقدار فی بلدۃ هذہ الدیار فجمعتہ طرق الاتفاق بنقد یر مالک الخلاق بالاخ الرفیق والمولی الشفیق الحافظ المولوی محمد یعقوب وقاہ اللہ من ورطات العیوب وهدات الذنوب فی بلدۃ دهرہ دون لا زال رحبها بالمواهب الالهیۃ مشحون فاخذنا نجتنی ثمار الاخبار ونذیر اقداح المذاکرۃ عما مضی وتقدم من الازمان والاثار حتی افضی بنا الحدیث الی هذا الزمان فذکرت حضرتکم العلیۃ مسئلتہ عن بیانها بوجہ التفصیل والایضاح فاخبرنی بالجناب والمناقب بما کان اهلا لہ حتی ثنی عنان فکری واستمال عطف خاطری الی مشاهدۃ الذات لما سمعت من بدایع الصفات اذ الکلام صفۃ لقائلہ ولا یخفی ما فی المشاهدۃ من عمیم الفائدۃ ولذلک طلبها الکلیم علیہ السلام ولم یمنعنی من ذلک الا مشقۃ الطریق وتوقد الرمضاء واصفرار البید وحزن الجبیب وعدم الراحلۃ (شعر) ولو انی اطیر لطرت شوقا الیک ولکن عن ذالک ناحی ولکن اجنحی قصت وصیرت، وکیف یطیر مقصوص الجناح۔ وعلی کل حال فان عدم

ذلک بالاقدام فممکن ان یکون بالاقلام لا سیما وقد قیل القلم احد اللسانین والمراسلة نصف المواصلة ولکن لیس الخبر کالعیان اذ هو عین الیقین الا انا اذا فقدنا الماء صرنا الی بدیله والسلام

## فاضل عربی کے محبت نامہ کا جواب اس عاجز کی طرف سے

مرزا صاحب کی طرف سے فاضل عربی کے خط کا جواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاته ۔ اما بعد فاعلم یا محبی ومخلصی قد وصلنی کتابکم العزیز واذا فتحته ونظرت الیه وقرأته وفهمت ما فیه فاذا هو من حب حبی وتقی وفهیم وذکی ناقد بصیر ذی رای صائب وعقل عزیز الی نفیر یعرضنیه تکفیر محجور صغیر وکبیر فحمدت اللہ علی انه وهب لی کمثلک محبا مسلیا من العرب العرباء وبشرنی به بنسیم محبته تلک الشرفا وکنت قبل نمقت کتابا لارسله الی دیار العرب والشام لعلی انضر من تلک الکرام فوجدت مکتوبک فی اسعد الایام وحسبتک باکورة جنی العرب وتفاءلت به لاصلاح الشرق والغرب وتاقت نفسی ان اوطنی اللہ ثراک لافوز بمراک یا اخی ان علماء هذه البلاد قد کفرونی وکذبونی ورمونی بالبهتانات ۔ وتمائلوا علی باللعن والطعن والهذیانات فنبرت من تلک العلماء وعلمهم وحققت عین بینک فی سلمهم وانی اری خواطرهم تشابه خواطر الیهود فی ظن السوء والتجاسر امام الرب المعبود ۔ اصروا علی الکفاری وجاهدوا والاضرادی وکفروا مومنا موحدا انی التحریر والتقریر وما ندموا علی بادرة التکفیر وظنوا ان الوقت لیس وقت ظهور مجدد یجدد الدین ویرجم الشیاطین اما رأوا ان الغاسق قد وقب وبهجة الخیر قد انقیب والعدو صال علی حصن الاسلام ونقب واخذ الظلام موضع النور وعقب ۔ وظهر قوم علی الارض یعبد الصلیب ویتخذ الهًا العبد الضعیف ۔ الغریب ویضل البعید والقریب ما فی یدیهم الا المکر والزور ۔ او المال الموفور فتهوی الیهم العمی والعور ۔ ودخل فی شرکهم الزمر والجمهور ۔ وعسی ان یدلهم لتا هذا العطب اکثر المسلمین ویفتنون من ایدی المختالین ۔ فنظر اللہ الی الامة المرحومة ووجدهم المستضعفین فارسل عبدًا من عباده لیجدد الدین ویقیم البراهین یا اخی ان هذه الایام لیل دامس ۔ وطریق تامس ۔ عزی اللہ تعالی مفاسد هذا الزمان وتطایرت فتن الدوران ۔ وظلام الکفر والطغیان وقیام الخلق علی شفا النیران فاعطی بفضله مصباحًا یومنهم العثار وینیر السنن

والآثار روانی وقصصت علیکم بعض هذه الآلام لتدرکوا رقتہ علی غربۃ الاسلام فانی اراک فتی صالحاً ومن المخلصین المحبین وقد اسررتنی بکلمات محبتک وسلیت باقوال مودتک غریباً مهجور القوم ومورد الطعن واللوم فجزاک الله ورحمک وهو ارحم الراحمین آمین۔

الراقم العبد الضعیف مهجور القوم **غلام احمد عفی عنہ**

## ایک عالم عرب مکی کا خط

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی اشرف الخلق اجمعین۔ الی حضرۃ الجناب المحترم المکرم العزیز الاکرم مولانا ومرشدنا وهادینا ومسیح زماننا غلام احمد حفظہ اللہ تعالیٰ آمین آمین یارب العالمین۔ امابعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ قد وصلنا کتابکم العزیز وقرأنا وفهمنا ما فیہ وحمدنا اللہ الذی انتم بخیر وعافیۃ ویا سیدی اطلب من اللہ ثم من جنابکم العفو والسماح فیما قد اخطئت ویا سیدی انا ولد لک وخادمک ومحسوب علی اللہ ثم الی جنابکم وان شاء اللہ تعالیٰ انا تبت وعزمت علی ان لا اعود ابداً ولا اتکلم بمثل الکلام الذی ذکرتم قط جمل اللہ حالکم وشکر اللہ فضلکم والسلام

الراقم احقر العباد محمد ابن احمد مکی

قد عجبنی الکلام الذی ذکرتم فی الکتاب الحمد للہ الذی وعدنی بملاقات جنابکم لا شک ولا ریب انک انت من عند اللہ آمنا وصدقنا واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین راقم محمد ابن احمد مکی

**خلاصہ خط ایک عالم عربی سید علی ولد شریف مصطفی عرب**

سید صاحب موصوف نے اپنے ایک لمبے خط میں بہت سے اشعار قصیدہ لغتیہ کے طور پر اور ایک لمبی عبارت نثر میں بطور مدح وثنا لکھی ہے چنانچہ اس کی طولانی عبارتوں میں سے یہ عبارت بھی ہے۔

الی جناب الاجل لملاذنا الاسمیر طود الفضل الخزنیہ کوکبنا الشرق المنیر ذی الحزم والهام اللہ الکبیر صاحب الالهام رکن الدولۃ الابدیۃ سلطان الرعیۃ الاسلامیۃ میرزا غلام احمد۔ فضائلہ متلوحۃ کالکوکب فی الآفاق للجاهل والعاقل بحر الندی الذی لا یری لہ الساحل ومنبع العلوم والعطایا التی هی صافیۃ المناهل

* امید کہ کسی دوسرے موقعہ پر اس فاضل عرب کا قصیدہ اور مفصل خط بھی چھاپا جائیگا بالفعل بطور شہادت اسی قدر کافی ہے۔

نمبر صفحہ طبع اول

مسٹر عبداللہ آتھم کا بصورت مغلوبیت مسلمان ہونے کا وعدہ

## مسٹر عبداللہ آتھم صاحب وکیل ڈاکٹر مارٹن کلارک صاحب ودیگر عیسائیاں کا بصورت مغلوب ہوجانے کے مسلمان ہوجانے کا وعدہ

ہم اس وقت مسٹر عبداللہ آتھم صاحب سابق اکسٹرا اسسٹنٹ حال پنشنر ساکن امرتسر کا وہ وعدہ ذیل
میں لکھتے ہیں جو انہوں نے بحیثیت وکالت ڈاکٹر مارٹن کلارک صاحب و عیسائیان جنڈیالہ مسلمان ہونے کے
لئے بحالت مغلوبیت کیا ہے صاحب موصوف نے اپنے اقرار نامہ میں صاف صاف اقرار فرما دیا ہے کہ اگر وہ معقولی
بحث کی رو سے یا کسی نشان کے دیکھنے سے مغلوب ہو جائیں تو دین اسلام اختیار کر لیں۔ اور وہ یہ ہے۔

## نقل خط مسٹر عبداللہ آتھم صاحب ۹ مئی ۱۸۹۳ء مقام امرتسر

جناب مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان بجواب جناب کے حجۃ الاسلام متعلق بندہ کے عرض ہے
کہ اگر جناب یا اور کوئی صاحب کسی صورت سے بھی یعنی بہ تحدی معجزہ یا دلیل قاطع عقلی تعلیمات قرآنی کو ممکن اور موافق
صفات اقدس ربانی کے ثابت کر سکیں تو میں اقرار کرتا ہوں کہ مسلمان ہو جاؤں گا جناب یہ سند میری اپنے ہاتھ
میں رکھیں باقی منظوری سے مجھے معاف رکھئے کہ اخباروں میں اشتہار دوں۔ (دستخط) مسٹر عبداللہ آتھم صاحب

---

اعلان مباہلہ بجواب اشتہار عبدالحق غزنوی

## اعلان مباہلہ بجواب اشتہار عبدالحق غزنوی

مؤرخہ ۲۶ شوال ۱۳۱۰ھ ہجری

ایک اشتہار مباہلہ مورخہ ۲۶ شوال ۱۳۱۰ ہجری شائع کردہ عبدالحق غزنوی میری نظر سے گذرا سو اس لئے یہ اشتہار
شائع کیا جاتا ہے کہ مجھ کو اس شخص اور ایسا ہی ہر ایک مکفر سے جو عالم یا مولوی کہلاتا ہے مباہلہ منظور ہے اور میں امید
رکھتا ہوں کہ انشاء اللہ القدیر میں تیسری یا چوتھی ذیقعد ۱۳۱۰ھ تک امرتسر میں پہنچ جاؤں گا اور تاریخ مباہلہ دہم ذیقعد
اور یا بصورت بارش وغیرہ کسی ضرورت کی وجہ سے گیارہویں ذیقعد ۱۳۱۰ھ قرار پائی ہے جس سے کسی صورت میں تخلف لازم نہیں ہوگا اور
مقام مباہلہ عیدگاہ جو قریب مسجد خان بہادر محمد شاہ مرحوم ہے قرار پایا ہے اور چونکہ دن کے پہلے حصہ میں قریباً بارہ بجے تک
عیسائیوں سے دربارہ حقیت اسلام اس عاجز کا مباحثہ ہوگا اور یہ مباحثہ برابر بارہ دن تک ہوتا رہے گا اس لئے مکفرین
جو کہ مجھ سے مباہلہ کرنا چاہتے ہیں دو بجے سے شام تک مجھ کو فرصت ہوگی اس وقت میں بتاریخ دہم ذیقعد یا بصورت کسی عذر کے گیارہویں
ذیقعد ۱۳۱۰ھ کو مجھ سے مباہلہ کر لیں اور دہم ذیقعد اس مصلحت سے تاریخ قرار پائی ہے کہ تا دوسرے علماء بھی جو اس عاجز کلمہ گو اہل قبلہ
کو کافر ٹھیراتے ہیں شریک مباہلہ ہو سکیں جیسے شیخ محی الدین لکھو والے اور مولوی عبدالجبار صاحب اور شیخ محمد حسین بٹالوی اور منشی

ان اشخاص کے نام جن کو مباہلہ کے لئے بلایا گیا۔

سعد اللہ مدرس ہائی سکول لدہانہ ۔ اور عبد العزیز واعظ لدہانہ اور منشی محمد عمر سابق ملازم ساکن لدہیانہ اور مولوی محمد حسن صاحب رئیس لدہیانہ اور میاں نذیر حسین صاحب دہلوی اور پیر حیدر شاہ صاحب اور حافظ عبد المنان وزیر آبادی اور میاں عبد اللہ ٹونکی اور مولوی غلام دستگیر قصوری اور مولوی شاہ دین صاحب اور مولوی مشتاق احمد صاحب مدرس ہائی سکول لدہانوی اور مولوی رشید احمد گنگوہی اور محمد علی واعظ ساکن بوپڑاں ضلع گوجرانوالہ اور مولوی محمد اسحاق اور سلیمان ساکنان ریاست پٹیالہ اور ظہور الحسن سجادہ نشین بٹالہ اور مولوی محمد ملازم مطبع کریم بخش لاہور وغیرہ اور اگر یہ لوگ باوجود پہنچنے ہمارے رجسٹری شدہ اشتہارات کے حاضر میدان مباہلہ نہ ہوتے تو بھی ایک پختہ دلیل اس بات پر ہوگی کہ وہ درحقیقت اپنے عقیدہ تکفیر میں اپنے تئیں کاذب و ظالم اور ناحق پر سمجھتے ہیں بالخصوص سب سے پہلے شیخ محمد حسین بٹالوی صاحب اشاعۃ السنہ کا فرض ہے کہ میدان میں مباہلہ کے لئے تاریخ مقررہ پر امرتسر میں آجاوے کیونکہ اس نے مباہلہ کے لئے خود درخواست بھی کر دی ہے اور یاد رہے کہ ہم بار بار مباہلہ کرنا نہیں چاہتے۔ کہ مباہلہ کوئی ہنسی کھیل نہیں ۔ ابھی تمام مکفرین کا فیصلہ ہو جانا چاہئے پس جو شخص اب ہمارے اشتہار کے شائع ہونے کے بعد گریز کریگا اور تاریخ مقررہ پر حاضر نہیں ہوگا۔ آئندہ اس کا کوئی حق نہیں رہے گا کہ پھر کبھی مباہلہ کی درخواست کرے اور پھر ترک حیا میں داخل ہوگا کہ غائبانہ کافر کہتا ہے اتمام حجت کے لئے رجسٹری کرا کر یہ اشتہار بھیجے جاتے ہیں تا کہ اس کے بعد مکفرین کو کوئی عذر باقی نہ رہے اگر بعد اس کے مکفرین نے مباہلہ نہ کیا اور نہ تکفیر سے باز آئے تو ہماری طرف سے ان پر حجت پوری ہوگئی۔ بالآخر یہ بھی یاد رہے کہ مباہلہ سے پہلے ہمارا حق ہوگا کہ ہم مکفرین کے سامنے جلسہ عام میں اپنے اسلام کے وجوہات پیش کریں والسلام علی من اتبع الہدی

المشتہر میرزا غلام احمد ۳۰ شوال ۱۳۱۰ھ

## اتمام حجت

اگر شیخ محمد حسین بٹالوی دہم ذیقعدہ ۱۳۱۰ھ کو مباہلہ کے لئے حاضر نہ ہوا تو اسی روز سے سمجھا جائیگا کہ وہ پیشگوئی جو اس کے حق میں چھپوائی گئی تھی کہ وہ کافر کہنے سے توبہ کریگا پوری ہوگئی بالآخر میں دعا کرتا ہوں کہ اے خداوند قدیر اس ظالم اور سرکش اور فتنہ انگیز پر لعنت کر اور ذلت کی مار اس پر ڈال کہ جو اب اس دعوت مباہلہ اور تقرری شہر اور مقام اور روز وقت کے بعد مباہلہ کے لئے میرے مقابل پر میدان میں نہ آوے اور نہ کافر کافر کہنے اور سب اور شتم سے باز آوے۔ آمین ثم آمین۔

یا ایہا المکفرون تعالوا الی امر ھو سنۃ اللہ وتبیہ لافحام المکفرین المکذبین فان تولیتم فاعلموا ان لعنت اللہ علی المکفرین الذین استبان تخلفہم وشہد تخوفہم انہم کانوا کاذبین ۔

المشتہر میرزا غلام احمد قادیانی

اس میں تمام علما مکفرین کو بہ تقرری تاریخ دہم ذیقعدہ ۱۳۱۰ھ بمقام امرتسر مباہلہ کے لئے بلایا گیا ہے۔

لَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا

قرآن شریف الجزو پنجم

ترجمہ:- یہ ہرگز نہیں ہوگا کہ کافر مومنوں کو ملزم کرنے کے لئے راہ پا سکیں۔

---

کتاب لاجواب

# شحنۂ حق

جس کا دوسرا نام یہ ہے

## آریوں کی کسی قدر خدمت

اور

## اُن کے ویدوں اور نکتہ چینیوں کی کچھ ماہیت

یہ رسالہ جو تالیفات مرزا غلام احمد صاحب مؤلف براہین احمدیہ میں سے ہے اُس پُر افترا رسالہ کا جواب ہے جو چند قادیان کے ہندوؤں کی طرف سے باماد و اعانت لیکھرام پشاوری چشمہ نور امرتسر میں چھپا تھا سو عام فائدہ کیلئے مرزا صاحب موصوف کی طرف سے

مطبع ریاض ہند امرتسر میں باہتمام شیخ نور احمد مالک مطبع طبع ہوا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلّی

آج کل مذہبی تحریکوں کی ایک پُرجوش ہوا کے چلنے سے اُن کو بھی مناظرہ و مجادلہ کا خیال ہوگیا ہے جنکی
کھوپری میں بجز بخارات تعصب و عناد کے اور کسی قسم کی لیاقت نہیں۔ یہ لوگ جب دیکھتے ہیں کہ ایک بندہ
خدا فضل ایزدی سے قوت پاکر بدمذہبی اور بدعقیدگی کے دُور کرنے کے لئے کھڑا ہوگیا ہے اور تائید ربانی نے
اُس کی تقریر اُس کی تحریر اُس کی زبان اُس کے بیان میں کچھ ایسی تاثیر و برکت رکھی ہے کہ وُہ ایک تیز آگ کی طرح
جھوٹ کو بھسم کرتی جاتی ہے تب اُن کی جانوں پر لرزہ پڑتا ہے۔ کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ حق کا شعلہ ایسی
ترقی پکڑ جائے کہ ہمارے ناپاک اصُولوں اور عقیدوں کو جو مذہب کی بُنیاد سمجھے جاتے ہیں بالکل نیست و نابود
کردے۔ تب یہ لوگ اوّل تو یہ سوچتے ہیں کہ کسی طرح گالیوں اور بدزبانیوں سے اُس سچے ریفارمر اور مصلح کا
منہ بند کیا جائے۔ اور جب پھر اُس پر کچھ اثر مترتب نہیں ہوتا تو پھر بہتانوں اور بیجا الزاموں سے یہ
مطلب نکالنا چاہتے ہیں تا اگر وُہ اپنے کام سے باز نہیں آتا تو لوگوں کو ہی اس پر بداعتقاد کریں۔ اور اس
طرح اس کی کارروائی میں خلل انداز ہوجائیں۔ پھر اگر یہ تدبیر بھی بے سُود جاتی ہے تو آخر کار اُس کی جان پر
حملہ کرتے ہیں اور صفحہ تواریخ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوگا کہ صدہا صدیق اور راستباز ایسے ہی کور باطنوں کے
ہاتھ سے تکالیف مذکورہ بالا اُٹھا کر آخر کسی نابکار کے ہاتھ سے شہادت کے درجہ کو پہنچے اور جس کے اظہار
جلال کے لئے بیڑا اُٹھایا تھا آخر اُس کی راہ میں جان دے دی۔ پس جس حالت میں قدیم سے جاہلوں
کی یہ عادت چلی آئی ہے کہ جب وُہ معقول باتوں سے ملزم اور لاجواب ہوجاتے ہیں تو آخر انہیں
یہی تدبیر سوجھتی ہے کہ اُس شخص کو ہر قسم کا دُکھ اور تکلیف پہنچائیں یا اُس کی زندگی کا ہی خاتمہ کردیں۔ اس
صُورت میں ہمیں حضرات آریوں پر جو ہماری نسبت ایسی ہی کارروائیاں کر رہے ہیں[1] کچھ افسوس نہیں
کرنا چاہیئے۔ بلکہ ہم ہر ایک قسم کا دُکھ اٹھانے کو ہر وقت مستعد ہیں۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ اس سے بڑھ کر
دُنیا میں اور کوئی وسیلہ سعادت اندوزی کا نہیں کہ گمراہوں کو عذاب الیم سے چھڑانے کے لئے اپنے نفس
کو مصیبتوں میں ڈالا جائے۔ لیکن اگر ہمیں کچھ افسوس یا تعجب ہے تو بس یہی کہ اگر ہم بقول اُن کے

[1] نوٹ:۔ جس شخص نے آریوں کی بدزبانی اور سخت کلامی ہماری نسبت سُنی ہو وُہ لیکھرام پشاوری کی تحریریں اور تقریریں
[illegible] اور ۳۰ [illegible] ۱۸۹۷ء کا اشتہار جو آریوں کی طرف سے مطبع چشمہ نور امرتسر میں ہماری نسبت چھپا ہے، وہ دیکھے اور

بالکل اُن کے مذہب سے بے خبر اور اُمی اور جاہل محض اور شہوات میں ڈوبے ہوئے ہیں تو ہماری نسبت اس قدر اُن کے دلوں کو کیوں دھڑکا شروع ہو گیا کہ ہماری قتل کی بھی فکر پڑ گئی کیا جو شخص ایسا نادان اور نفس امّارہ کے پیچوں میں پھنسا ہوا ہے اُس کے مارنے کے لئے بھی کوئی جلتا اور دانت پیستا ہے پر سچ تو یہ ہے کہ جس قدر ہم نے اُن کے عقائد کی بیخ کنی کی ہے جس قدر ہم نے اُن کے ناراست اصولوں کو اپنے پاؤں کے نیچے کچلا ہے جس قدر ہم نے قرآنی صداقتوں کو اُن پر ظاہر کیا ہے۔ حقیقت میں یہ ایسی ہی کارروائی ہے جس سے ایک گرفتار دروغ بیفروغ کو ایسے ایسے خیال اور جوش دل میں پیدا ہونے چاہئیں۔ اور اگر ہم مر گئے یا کسی آریہ کے ہاتھ سے مارے گئے تو اس سے ہمارا نقصان کیا ہے۔ ہماری کامل اور پاک تحریریں ہمیشہ آریوں کے بدخیالات کا استیصال کرتی رہیں گی۔ اور اگر ایک بھی اُن میں سے راہ پر آ گیا تب بھی ہم اُس کا اجر پائیں گے۔ اس وقت ہم کو آریوں کے ذاتی اعمال پر ہرگز بحث نہیں بلکہ صرف یہ دکھانا منظور ہے کہ کس قدر یہ لوگ جھوٹ سے پیار اور سچ سے بغض کر رہے ہیں کوئی بھلا مانس ان میں سے خیال نہیں کرتا کہ اوّل اُن ویدوں کا ہی درشن تو کرلوں جن کی حمایت میں اس قدر مُنہ سے جھاگ نکل رہی ہے ہم سچ سچ کہتے ہیں کہ اگر آریوں کے لائق ممبر بطور نمونہ رگوید کا ہی اُردو میں تحت اللفظ ترجمہ کرا کر ایک ایک نسخہ ان بے خبر آریوں کو دے دیں۔ جو نادیدہ اُس پر عاشق ہو رہے ہیں تو سارا عشق ایک دم میں ٹھنڈا ہو جائے۔ اب ایک طرف تو یہ لوگ

**بقیہ حاشیہ**:- نیز ایک اشتہار ان کا سمی بہیل نہ کوڈا گوڈ ی گون مطالعہ کرے اور نیز وہ رسالہ آریوں کا جس کا عنوان یہ ہے کہ دُنس صد چشم آریہ کی حقیقت اور ان فریب غلام احمد کی کیفیت ضرور اس ہمارے رسالہ کے ساتھ دیکھنے کے لائق ہے۔ اس لیکھرام پشاوری کا ہر جگہ اور ہر جلسہ میں یہی طریق ہو رہا ہے کہ گند بکنا اور گالیاں دینا اور بہتان لگانا اس نے اپنی کتاب تکذیب براہین احمدیہ میں بہت سی توہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لکھی ہے اور ایک گندہ نامعقول سے مقدس رسول کی زندگی کا مقابلہ کرنا چاہتا ہے۔ مگر شکر ہے کہ آریہ درپن کے پرچوں اور اندرمن کے اشتہاروں اور پنڈت شیو نرائن صاحب کی پوست کندہ تحریروں نے اس مقابلہ کی حاجت نہیں رہنے دی۔ ۲۷ جولائی ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں جو آریوں کی طرف سے مطبع چشمہ نور میں چھپا ہے۔ ہمیں موت کی بھی دھمکی دی گئی ہے۔ کہ تین سال کے اندر اندر تمہارا خاتمہ ہو جائیگا۔ اور پھر ایک خط جو تین دسمبر ۱۸۸۶ء کو ایک گمنام آریہ بنکر کسی معلوم الحقیقت آریہ صاحب نے بصیغہ بیرنگ روانہ کیا ہے اُس میں صاف صاف قتل کر دینے کا اعلان ہے لیکن یہ معلوم نہیں کہ زہر خورانی یا کسی اور تجویز سے بہرحال کچھ اندر ہی اندر اتفاق کر لیا گیا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ یہ خط کسی نادان مرتفعہ

اُن ترجموں کو نہیں دیکھتے جو بڑی کوشش اور محنت سے انگریزی اور اُردو میں کئے گئے ہیں اور محض
جہالت سے ایسا خیال کر رہے ہیں کہ یہ تمام تراجم افترا اور جعلسازیاں ہیں اور دُوسری طرف سنسکرت
پڑھنے کا مادہ نہیں رکھتے سارا مدار لاف گزاف پر **پنڈت بکائین اور لالہ جی باغ میں**۔ انصاف سے
دیکھنا چاہیئے کہ مُسلمان جس پاک اور کامل کتاب پر ایمان لائے ہیں کس قدر اُس مقدس کتاب کو اُنہوں
نے اپنے ضبط میں کر لیا ہے عموماً تمام مُسلمان ایک حصّہ کثیر قرآن شریف کا حفظ رکھتے ہیں جس کو پنج
وقت مساجد میں نماز کی حالت میں پڑھتے ہیں۔ ابھی بچّہ پانچ یا چھ برس کا ہوا جو قرآن شریف اُس کے
آگے رکھا گیا۔ لاکھوں آدمی ایسے پاؤ گے جن کو سارا قرآن شریف اوّل سے آخر تک حفظ ہے۔ اگر ایک
حرف بھی کسی جگہ سے پُوچھو تو اگلی پچھلی عبارتیں سب پڑھ کر سُنا دیں +

اور مردوں پر کیا موقوف ہے ہزاروں عورتیں سارا قرآن شریف حفظ رکھتی ہیں۔ کسی شہر میں جا کر
مساجد مدارس اسلامیہ میں دیکھو صدہا لڑکوں اور لڑکیوں کو پاؤ گے کہ قرآن شریف آگے رکھے ہیں اور
باترجمہ پڑھ رہے ہیں یا حفظ کر رہے ہیں۔ اب سچ سچ کہو کہ اس کے مقابل وید کا کیا حال ہے اور خود اپنا آ
اپنے ہی کانشنس سے پوچھ کر دیکھو کہ وید کی حالت کو اس سے کیا نسبت ہے تو اس سے ہی تم سمجھ سکتے

**بقیہ حاشیہ** ۔۔۔ کے لڑکے سے لکھا لیا گیا ہے جس کا دستخط خراب ہے مگر عبارت ایسے طرز اور ڈھنگ کی ہے جو ۲۷ر جولائی ۱۸۹۵ء کے
اشتہار کی عبارت ہے لیکن یاد رہے کہ ہم حق کے اظہار میں ایسے دھمکیوں سے ہرگز نہیں ڈرتے۔ ایک جان کیا اگر ہماری ہزار جان ہو تو یہی خواہش
ہے کہ اس راہ میں فدا ہو جائے۔ اور گو ہم جانتے ہیں کہ یہ تحریریں کن حضرات کی ہیں اور کن اندرونی اور بیرونی سازشوں اور مشوروں اور باہم خطوط
کتابت کے بعد کسی قومی اُمید سے کسی ایسی جگہ سے **بہودا اسکر یوطی** یا بگڑے ہوئے سکھ کی دم دہی سے جاری کئے گئے ہیں۔ مگر
ہمیں کچھ ضرور نہیں کہ مجازی حکام کو اس کی اطلاع دیں۔ کیونکہ جو کچھ یہ لوگ ہماری نسبت بد ارادے کر رہے ہیں ہمارے حاکم حقیقی کو اُن کا علم
پہلے ہی سے حاصل ہے۔ ہم متعجب ہیں کہ اُن کی ان تیز لیوں کا کیا باعث ہے کیا رام سنگھ سکھ کوکوں کی رُوح تو اُن میں کہیں گھس نہیں
آئی۔ اے آریو ہمیں قتل سے مت ڈراؤ ہم ان ناکارہ دھمکیوں سے ہرگز ڈرنے والے نہیں۔ جھُوٹ کی بیخکنی ہم ضرور کرینگے۔ اور تمہارے
ویدوں کی حقیقت ذرہ ذرہ کر کے کھول دینگے سے نمی ترسیم از مردن نہیں خوف از دل افگندیم + کہ ما مردیم زاں روزے کہ دل از غیر
برکندیم + دل و جاں در رہِ آں دلستان خود فدا کردیم + اگر جان ما زما خواہد بصد دل آرزومندیم + صبر و شکیب تو ہمارا شعار ہے
مگر ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ دیانندی فرقہ کی کس قدر خطرناک پالسی ہے اور لاجواب ہونے کی حالت میں کیا عمدہ تدبیر سوچ رکھی ہے
کہ قتل کی دھمکی دیجائے یوں تو کون شخص ہے کہ ایک دن نہیں مریگا مگر یہ لوگ خیال نہیں کرتے کہ ایسی دھمکیاں اُن لوگوں کے
دلوں پر کیا کارگر ہو سکتی ہیں جنکو کتاب الٰہی نے پہلے ہی سے یہ تعلیم دے رکھی ہے قل ان صلواتی ونسکی ومحیای ومماتی
للّٰہ رب العالمین یعنی مخالفین کو کہدے کہ میں جان کو دوست نہیں رکھتا میری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا خدا کیلئے ہے وہی حقدار

خدا کی راہ میں ہم قتل سے نہیں ڈرتے

ہو کہ کس کتاب کے شامل حال نصرت آلہی ہے اور کونسی کتاب اپنی تعلیموں میں شہرت تام پا چکی ہے۔ یوں تو متعصبوں کا تعصب خدا ہی مٹاوے تو مٹ سکتا ہے لیکن غور کرنے والی طبیعتیں سمجھ سکتی ہیں کہ آجکل آریوں کی کارروائی وید کی نسبت چوروں کی طرح ہو رہی ہے نہ ویدوں کے ترجمے اُردو انگریزی میں آپ شائع کریں اور نہ شائع شدہ کو منظور رکھیں۔ بھلا میں پوچھتا ہوں کہ مثلاً اگر وہ ترجمہ رگوید جو دہلی سوسائٹی نے چھاپا ہے اور لاکھوں آدمیوں میں مشہور ہو چکا ہے صحیح نہیں ہے۔ اور موجب فتنہ ہے تو کیا اس فتنہ کے فرو کرنے کی غرض سے آریوں کے لائق ممبروں پر واجب نہیں ہے کہ وہ بھی ایک تحت اللفظ ترجمہ اسی رگوید کا اُردو زبان میں شائع کر دیں تا فیصلہ کرنے والے خود فیصلہ کر لیں کہ اس پہلے ترجمہ میں کونسی خیانتیں اور تحریفیں ہوئی ہیں۔ لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ آریہ لوگ ہرگز ایسا ترجمہ تحت اللفظ اُردو میں شائع نہیں کریں گے۔ کیونکہ درحقیقت یہی لوگ پکے خائن اور چور ہیں اور اپنے دلوں میں خوب سمجھتے ہیں کہ جس دن ہم نے اپنے ہاتھ سے عام طور پر اُردو میں ویدوں کے تحت اللفظ ترجمے شائع

آریہ ویدوں کا ترجمہ شائع کریں۔

**بقیہ حاشیہ**۔ خدائی ہے جس نے ہر ایک چیز کو پیدا کیا ہے ہاں یہ دھمکیاں اُن دلوں پر کارگر ہو سکتی ہیں کہ جو خدا تعالیٰ کی راہ میں جان دینا نہیں چاہتے۔ کیونکہ اُس کی طرح قدیم اور اَنادی اور غیر مخلوق بن بیٹھے ہیں اور اُس کو اس قابل نہیں سمجھتے کہ اس حق گذاری کے لائق ہو اور جب کہ اُس سے انہیں پیار نہیں تو پھر اپنی زندگی سے پیار کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے اس قسم کی ویدوں میں دُعائیں ہیں جیسے رگوید اشٹک اوّل میں یہ دعا ہے اے اگنی تو ایسا کر کہ ہم سَو جاڑوں تک زندہ رہیں اور اپنے سارے دشمنوں کو مار ڈالیں اور اُن کا مال لُوٹ لیں۔ مگر جو لوگ پاک تعلیم کے اثر سے غیروں سے قطع تعلق کر کے احکام آلہی کے خادم ہو جاتے ہیں اُن میں اس فانی زندگی کی نسبت خود ہی سرد مہری پیدا ہو جاتی ہے۔ ہم اس جگہ تک تحریر کر چکے تھے کہ پرچہ دھرم جیون ۶ مارچ ۱۸۹۸ء پہنچا اور اُس کے پڑھنے سے معلوم ہوا کہ آریوں کی طرف سے ایک اعلان **پنڈت شیونارائن** صاحب کے قتل کے لئے بھی جاری کیا گیا ہے اس سزائے موت کے لئے ان کے تین قصور ہیں۔ اوّل یہ کہ بڑی تحقیق اور دعوے سے انہوں نے پرچہ دھرم جیون میں کئی دفعہ یہ مضمون شائع کیا ہے کہ وید ان کم فہم لوگوں کے خیالات ہیں کہ جو حقیقت میں آگ۔ سُورج۔ پانی وغیرہ کو اپنا پرمیشر سمجھتے تھے۔ اور اُنکی عقل بھی اسی قدر تھی۔ دُوسرے یہ جرم کہ اُنہوں نے اپنے اسی پرچہ میں یہ بھی شائع کر دیا کہ ویدوں میں لکھا ہے کہ اگر کسی عورت کے اولاد نہ ہو تو وہ ایک دُوسرے شخص سے کہ جو دراصل اُس کا خاوند نہیں ہے اولاد حاصل کرنے کے لئے صحبت کر سکتی ہے اس عمل کا نام ویدوں میں **نیوگ** ہے۔ اور لائق پنڈت دیانند جی اس عمل کے جاری رکھنے کے لئے ستیارتھ پرکاش میں آریوں کو بہت تاکید کرتے ہیں کہ اس تدبیر سے اُن کی عورتیں ضرور اولاد حاصل کرتی رہیں۔ بے اولاد نہ رہیں۔ تیسرے یہ قصور کہ اُنہوں نے اپنے پرچہ دھرم جیون میں بحوالہ پرچہ آریہ درپن وغیرہ اور خود اپنی

پنڈت شیونرائن کو قتل کی دھمکی

کردیئے اُس دن ہمارے دیدوں کی خبر نہیں اور ایسے اُڑ جائیں گے جیسے آگ لگ جانے سے سارا بارُود خانہ اُڑ جاتا ہے اسی وجہ سے ان کو یہ بھی حوصلہ نہ پڑا کہ ستیارتھ پرکاش کا ہی اُردو میں ترجمہ کردیں چنانچہ ۱۶ مارچ ۱۸۸۵ء کے دھرم جیون میں لکھا ہے کہ بعض سادہ لوح آریوں نے ترجمہ کے لئے اصرار بھی کیا مگر لائق ممبروں کی طرف سے جواب ملا کہ مصلحت نہیں۔ ہاں پنڈت شیو نارائن صاحب اگنی ہوتری نے عہد کیا ہے کہ اس متبرک کتاب کا ہم ترجمہ کریں گے۔ افسوس کہ آریوں میں ایسے آدمی بہت ہی تھوڑے ہیں جو اپنی گانٹھ کی عقل رکھتے ہوں۔ لاکھوں آدمیوں کی شہادت کو چھوڑ کر ایک دیانند پر مرے جاتے ہیں۔ اب ہم اس قصّہ کو مختصر کرکے ایک نئی کتاب کے ماہ بماہ نکلنے کی بشارت دینگے۔ اور اُسی کے ضمن میں آریوں کے اُس رسالہ کا رد لکھا جائے گا جس کا نام اُنہوں نے سُرمہ چشم آریہ کی حقیقت رکھا ہے۔ ہر چند ایسے لغو یا وہ کے لئے اپنی بڑی قیمت اور عزیز وقت کو کھونا شاید بعضوں کی نظر میں لاحاصل معلوم ہوگا۔ مگر ہم نے صرف چار یا پانچ گھنٹے اپنے پیارے وقت کے اس مختصر رسالہ کے لکھنے میں صرف کئے ہیں اور وہ بھی اس لئے کہ تا ہے خبر بیہودہ گو اور سادہ لوح منچلے ہماری خاموشی کو اس بات پر حمل نہ کرلیں کہ اُن کا پُرعفونت رسالہ کچھ حیثیت رکھتا ہے۔ اور چونکہ ہمارے اس رسالہ میں اُن کی بے جا نکتہ چینیوں پر تنبیہ کا تازیانہ جڑنا اور الزام ملامت کا

ایک نئی کتاب کی بشارت

**بقیہ حاشیہ** - تحقیق کے رُو سے بیان کیا کہ دیانند جی ہندوؤں کے اوتاروں کو بُرا کہتے ہیں۔ باوا نانک صاحب کا نام فریبی اور مکّار اور ڈھنگ رکھتے ہیں مگر خود ان کی ذاتی کرتوتیں ایسی ہیں کہ اُن کی تمام زندگی میں دُنیا طلبی ہی ان کا اصُول رہا جس سے کیا فریب ہی کیا بہان کیا ماں اور باپ سے بھی فریب جن کے نطفہ سے وجود لیا تھا۔ عقل کے بھی ایسے موٹے کہ ایک بات پر کبھی قایم نہ رہے کبھی چار پُستکوں کا نام وید رکھا اور کبھی اُسی زبان سے بائیس [۲۲] یا چوبیس [۲۴] وید بنا ڈالے۔ کبھی اُن کے پرمیشر کو دُنیا کی ہی خبر نہیں کہ کتنی ہے اور کبھی ایسا اَدورنج کہ کتنی دیگر اور بڑے بڑے مقدس رشی بنا کر پھر اُن کی تمام عزت خاک میں ملاتا ہے اور کیڑے مکوڑے بناتا ہے۔ غرض دھرم جیون اور پرچہ برادر ہند میں ایسے ایسے بہت سے حملے مگر پہنچ دیانند پر کئے گئے تھے جس کی پاداش میں آج پنڈت شیونارائن بھی سزائے موت کے مستحق ٹھیرے غضب کی بات ہے کہ کوئی آریہ یہ خیال نہیں کرتا کہ جن قصوروں کا دیانند آپ ہی معترف ہے یا جو نالائق باتیں جیسے عمل نیوگ خود آپ ہی اُس نے ستیارتھ پرکاش میں لکھ کر اور ویدوں کے حوالہ دیکر آریوں کی پاک دامن عورتوں کو دُوسروں کے ساتھ خراب کرنا چاہا ہے ان باتوں میں پنڈت شیونارائن کا کیا قصُور ہے۔ یہ تو وید کا قصُور ہے جس میں ایسی ایسی ناپاک تعلیمیں کی موجود ہیں اور یا دیانند کا قصُور ہے جس نے نادانی سے ایسے نازک مسائل ستیارتھ پرکاش میں درج کردیئے۔ اور ویدوں کے مقدس ہونے کا نقارہ بجا کر نمُونہ دکھلا دیا۔ منہ

شحنۂ حق

اشتہار رسالہ ماہواری

ھٰذا ھُوَ تا ارتا اٹر ماز نا قرین مصلحت سمجھا گیا ہے اس لئے اس رسالہ کا نام بھی شحنۂ حق رکھا گیا۔ کیونکہ یہ رسالہ آریوں کے آوارہ طبع لوگوں کے سیدھا کرنے کے لئے شحنۂ حق کا حکم رکھتا ہے اور ظریفانہ طور پر اس رسالہ کا ایک اور نام بھی رکھا گیا ہے اور وہ یہ ہے۔

## آریوں کی کسی قدر خدمت

اور

## اُن کے بیدوں اور نکتہ چینیوں کی کچھ ماہیت

فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدَانَا اِلٰى هٰذَا وَهُوَ مَوْلَانَا وَنَاصِرُنَا فِيْ كُلِّ مَوْطِنٍ وَّلَا مَوْلٰى لِلْكَافِرِيْنَ

چو شیر شرزۂ قرآن نماید روبقربدان<br>
دگر آنجا نماند روبۂ ناچیز را عوغا

# اشتہار

رسالہ ماہواری

## قرآنی طاقتوں کا جلوہ گاہ

۲۰ جون ۱۸۸۷ء کی بیسویں تاریخ سے ماہ بماہ نکلا کریگا

جب تک میں نے آریہ صاحبوں کا وہ رسالہ نہیں دیکھا تھا جس کا نام ہے سُرمہ چشم آریہ کی حقیقت اور فن اور فریب غلام احمد کی کیفیت تب تک مجھے اس طرف ذرہ بھی توجہ نہیں تھی۔ کہ میں کوئی ماہواری رسالہ قرآنی علوم اور صداقتوں کا اس غرض سے نکالوں کہ تا اگر کوئی آریہ ویدوں کو کچھ حقیقت سمجھتا ہو تو قرآنی صداقتوں سے اس کا مقابلہ کرکے دکھلاوے۔ مگر سبحان اللہ کیا حکمت و قدرت الٰہی ہے کہ اُس نے بعض بداندیشوں کو اس خیر محض کا سبب بنا دیا تا دنیا کو قرآنی شعاعوں سے منوّر کرے اور شپر طینتوں پر اُن کی کور باطنی ظاہر کرے۔ سو جس رسالہ کا نام میں نے

عنوان میں لکھ دیا ہے یعنی قرآنی طاقتوں کا جلوہ گاہ یہ وہی مومنین کا دوست صادق ہے جس کے
قدوم میمنت لزوم کا اصل موجب دشمن ہی ہو گئے ورنہ خدائے کریم علیم ہے کہ اس سے پہلے میں جانتا
بھی نہیں تھا کہ ایسے رسالہ ماہواری کے نکالنے کی خدمت بھی مجھ سے ظہور میں آئیگی۔ اب تفصیل
اس اجمال کی یہ ہے کہ جب ارادہ الٰہی اس بات کی طرف متعلق ہوا کہ کوئی ایسا رسالہ ماہواری نکالا
جائے کہ جو قرآنی طاقتوں اور صداقتوں کو ہر ایک مہینہ میں دکھلا کر ویدوں سے بھی ایسے ہی علوم و
معارف کا مطالبہ کرے اور اس طور سے ویدوں کی ذاتی لیاقت کی کیفیت ہر یک پر بخوبی کھول دے
اور قرآن شریف کی عظمت اور وقعت ہر یک منصف پر ظاہر کرے تو اس حکیم مطلق نے مصلحت عام
کے لئے یہ تقریب قائم کی کہ بعض آریہ صاحبوں نے ایک اشتہار بصورت رسالہ بماہ فروری ۱۸۸۷ء
چشمہ نور امرتسر میں چھپوایا اور اس میں بڑے زور سے انہیں امور کے لئے جو ہم اوپر بیان کر آئے ہیں
تحریک کی۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس اشتہار کا راقم یا مہتمم صرف پنڈت لیکھرام پشاوری ہی نہیں ہے
بلکہ اصل بانی مبانی اس کے آریہ صاحبوں کے کئی شریف اور فرشتہ خو اور راست گو اسی قصبہ قادیان
کے رہنے والے ہیں جن میں ایک کیسوں والا آریہ بھی ہے اور اصل املا ان کی اس رسالہ کا آرین تہذیب
کے موافق ایک اور شیریں زبان پاکیزہ بیان آریہ نے درست کیا ہے جو شاید نابھہ کی ریاست میں
نوکر ہے بہرحال یہ رسالہ آریوں کا ان لوگوں کی طرف سے ہے جنہوں نے بغرض مقابلہ وید و قرآن
ایک ایسے رسالہ کی تالیف کے لئے ہم سے درخواست کی ہے جو قرآنی علوم اور حقایق کو بیان
کرنے والا ہو اور درخواست بھی ان شستہ اور پر تہذیب الفاظ سے جس کا ہر یک لفظ
ان کی شرافت ذاتی اور طہارت باطنی اور حق گوئی پر دلالت کر رہا ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔
کہ اوّل تو مرزا کو اس کام کا ارادہ ہی وہم و خیال ہے۔ کیونکہ وہ ہندوؤں کے ساتھ بحث مباحثہ
کا نام لینے کے بھی لائق نہیں کتب مذہبی سے بے بہرہ محض ہے حتیٰ کہ حرف شناسی سے بھی
محروم مطلق ہے۔ پھر اگر شرم سے شرمائے اس کام کو شروع کریگا تو آخری نیچا دیکھے گا۔ صرف آیات قرآنی
سے اپنا مدعا ثابت کر کے دکھلا دے ورنہ ہم خوب بتائیں گے قرآن سے ہرگز کوئی بات علم کی برآمد
نہیں ہوگی اور جہلا عرب کو علم سے کام ہی کیا تھا* اور تمام جہان میں جو علم ظاہر ہوا وہ وید اقدس
کی بدولت ہے مرزا کو ہم علانیہ متنبہ کرتے ہیں کہ بے شک وہ رسالہ موعودہ تیار کرے اگر کریگا

سبب اجراء ماہواری رسالہ

فٹ نوٹ * یہ لفظ اس شخص نے ہمارے سید و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت استعمال کیا ہے۔ اور ایسے بے ادبی کے الفاظ اور بھی بہت سے ہیں جو ہم نے لکھنے چھوڑ دیئے ہیں * منہ

تو نیچا دیکھے گا۔ ہم خوب بتائیں گے ہم مرزا سے کوئی شرط نہیں کرتے کیونکہ اُس کا مال حرام ہمارے کس کام ہے۔ وہ دغا و فریب سے جمع کیا گیا ہے۔ اور مرزا چاروں طرف سے قرضدار ہے اور کوڑی کوڑی سے لاچار اور جائداد بھی سب فروخت ہوگئی مرزا کے دل پر جہالت کا پردہ ہے اور نیز وہ بڑا مفلس ہے۔ زمین بھی بک گئی دیکھو قرضداری اور ناداری کے ثبوت میں اُسکے دو خط ہیں جو کسی ہندو کے نام لکھے تھے کھیوٹ بندوبست کے حصہ کشی سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ اس کی فقط سات گھماؤ زمین ہے۔ بڑا فریبی ہے۔ قرآن قرآن لئے پھرتا ہے قرآن سے تو یہ بھی ثابت نہیں ہوتا کہ خدا جسم و جسمانی نہیں مرزا تو کیا چیز کوئی محمدی عالم بھی ثابت نہیں کر سکتا جس قرآن کا یہ حال ہے تو پھر اس میں علم کیا ہو فقط۔ یہ پاکیزہ الفاظ ہیں جن میں سے ہم نے کچھ کم درجہ کے سنگین لفظ چھانٹ کر خلاصہ کے طور پر اس جگہ درج کئے ہیں لیکن ہم اس بچوں کی سی سمجھ اور سادہ لوحی پر جو بہت سے غصہ اور اشتعال کے ساتھ ملا کر ظاہر کی گئی ہے ہنسیں یا روویں حقیقت میں ہندو لوگ دنیا کے کمانے میں گو کیسے ہی چتر اور ہوشیار ہوں مگر دین کے بارے میں بہت ہی ابلہ اور بے مغز ہیں اور اُس کے ساتھ خیانت کی بھی وہی عادت چلی آتی ہے۔ جیسے نون مرچ کے بیچنے اور تولنے میں بچپن سے رکھتے ہیں ناحق نادانی اور بے سمجھی کی راہ سے آپ ہی ایک بات کہہ کر دانشمندوں پر ثابت کرا دیتے ہیں کہ کس قدر دماغ اُن کا علمی روشنی سے بھرا ہوا ہے۔ اور کس قدر معلومات اُنکے وسیع ہیں واہ وا کیا خوب سمجھ ہے اسی سمجھ پر تو یہ ٹھٹھا کرانے والا اعتراض پیش کر دیا کہ قرآن خدائے تعالےٰ کو جسم اور جسمانی قرار دیتا ہے اور اس میں کوئی آیت تنزیہ کی نہیں کاش ان حضرات نے قرآن شریف کا ایک ورق ہی کسی سے پڑھ لیا ہوتا پھر اعتراض کے لئے پیش قدمی کرتے بھلا جو شخص ایک حرف بھی قرآن شریف کا صحیح طور پر نہیں پڑھ سکتا اور نہ کسی اسلامی کتاب میں کوئی ایسا اقرار اُس نے دیکھا ہے جس پر اعتراض جم سکے۔ تو کیا ایسے شخص کو یہ منصب پہنچتا ہے جو یوں ہی اعتراض کے لئے وس گز کی زبان نکالے ہم وعدہ کرتے ہیں کہ رسالہ قرآنی طاقتوں کے جلوہ گاہ میں ہم پہلے اسی بحث کو چھیڑیں گے کہ خدائے تعالےٰ کی پاک اور کامل صفتیں اور اس کی خدائی کی صفتیں اور قدرتیں (جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ جسم اور جسمانی ہونے سے منزہ ہے) کس کتاب میں صحیح اور کامل طور پر پائی جاتی ہیں آیا وید میں یا قرآن میں اور پھر بحر اللہ آیات بینات قرآنی ثبوت پیش کر کے لالہ صاحب کے وید سے بھی ایسے ہی ثبوت کا مطالبہ ہوگا۔ تب معلوم نہیں کہ مصر جی کس سوراخ میں چھپتے پھریں گے۔ کوئی پڑھے تو اسے معلوم ہو کہ قرآن شریف ربانی صفات کے بیان کرنے

ہیں اور انہیں جسم اور جسمانی چیزوں سے ممیز اور ممتاز ٹھہرائے ہیں۔ ایسا بے مثل و مانند ہے۔ کہ یہ روشن بیان کسی دوسری کتاب میں ہرگز پایا جاتا ہی نہیں ہاں یہ سچ ہے کہ کلام الٰہی کا پڑھنا اور سمجھنا ہر ایک بڑ اخفش کا کام نہیں کچھ تو تمیز چاہیے نرا کھڑپنچ بن کر رائے دینے والا نہ بن بیٹھے بھلا ہم تم سے ہی انصاف چاہتے ہیں کہ جو شخص ایک مواج دریا کی نسبت یہ رائے ظاہر کرے کہ اس میں ایک قطرہ پانی کا بھی نہیں ایسے شخص کا کیا نام رکھنا چاہیے۔ اندھا یا سوجاکھا۔ افسوس کہ آریہ لوگ رگوید کی ان شرتیوں کو نہیں پڑھتے جن میں اندر کو خدا بنا کر پھر سوم کا عرق اُس کے حلق میں ڈالا گیا ہے۔ اور اگنی کو پرمیشر قرار دے کر دھوئیں کی جھنڈی اُس کے سر پر رکھی گئی ہے۔ اور پھر اسی پر بس نہیں بلکہ رگوید سنتھا اشتک اول میں اندر پرمیشر کو سیکا رشی کا پوتر بھی بنا دیا گیا ہے جس کے گھر اندر نے آپ ہی جنم لے لیا تھا۔ اور پھر اتنے پر بھی کفایت نہیں بلکہ اسی اشتک میں پرمیشر کے پرمیشرپن کا یہاں تک ستیاناس کیا گیا ہے۔ کہ اس کی نسبت بیان کیا گیا ہے کہ وہ جوان بھی ہوتا ہے اور بوڑھا بھی اور سوم کا رس پیتے پیتے سمندر کی مانند اس کا پیٹ ہو جاتا ہے اور اگنی پرمیشر کی نسبت لکھا ہے کہ دو لکڑیوں کے رگڑنے سے پیدا ہوتی ہے۔ اور اُس کے والدین بھی ہیں۔ غرض کہاں تک ہم اپنے کاغذات کے سیاہ کریں جن لوگوں کا پرمیشر اس قدر جسم اور جسمانی صفات میں بلکہ آفات میں ڈوبا ہوا ہو وہ قرآن شریف پر اعتراض کریں کیا یہ افسوس کا مقام ہے یا نہیں۔ ہمیں اُن کی سخت کلامی کا تو کچھ بھی رنج نہیں اور نہ کرنا چاہیے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اگر کسی پر دس روپیہ کی ڈگری بھی کسی عدالت سے ہو جاتی ہے تو وہ اپنی بدباطنی سے اپنے گھر تک اس حاکم کو برا بھلا کہتا چلا آتا ہے۔ پس جب کہ ادنیٰ خلاف طبع بات پر جاہلوں کے جوش کا یہ حال ہے تو پھر ہم جو اُن کی بدمذہبی کی بیخ کنی کر رہے ہیں ہم کو اگر برا نہ کہیں تو اور کس کو کہیں اور نیز جب کہ انہوں نے اپنے مشہور بزرگوں راجہ رام چندر صاحب اور راجہ سری کرشن صاحب کو جو سرآمد بزرگان ہنود ہیں جن کی شہرت کے آگے وید کے رشیوں کا کچھ بھی وجود اور نمود نہیں علانیہ برا بلکہ آریہ گزٹ ۱۸۹۶ء میں جس کا ثبوت ہم رکھتے ہیں کتنے مہینوں میں گندیاں گالیاں دیں اور ایسا ہی دیانند نے اپنی ستیارتھ پرکاش میں صفحہ ۳۵۶ میں باوا نانک صاحب کا نام فریبی اور مکار رکھا تو پھر ایسے لوگوں پر ہمیں کچھ بھی افسوس نہیں

* نوٹ۔ اس بے ادبی کا ذکر پرچہ دھرم جیون ۶ مارچ ۱۸۹۶ء میں بھی موجود ہے۔ کہ ستیارتھ پرکاش میں بڑے لایق دیانند جی نے باوا نانک صاحب کو مکار کہا ہے منہ

کرنا چاہئے۔ وجہ یہ کہ جب کہ یہ لوگ جن میں سے بعض نے بڑے بڑے کئیں بھی سر پر رکھ چھوڑے ہیں اور کشن سنگھ ادیشن سنگھ و نرائن سنگھ نام رکھ لیا ہے خود اپنے گورو کو ہی یہ انعام دیتے ہیں تو پھر دوسری جگہوں میں یہ کب چوکنے والی اسامی ہیں جنہوں نے چیلا ہو کر اپنے پرانے پیشواؤں کو یہ خلعت دی کہ وہ ٹھگ اور فریبی ہیں تو وہ دوسروں سے کس صاف باطنی سے پیش آئیں گے اور جب کہ اپنے مرشد کی ہی پگڑی اتارنے لگے تو غیروں کی عزت کا انہیں کیا پاس ہوگا اُن کے حق میں یہ شعر کیا ہی خوب صادق آتا ہے ؎

تو بدوستاں چہ کردی کہ کنی بدیگراں ہم
حقا کہ واجب آمد زتو احتراز کردن

سو ہمیں اُن لوگوں کی توہین کی باتوں پر تو کچھ خیال نہیں اور نہ کچھ افسوس لیکن اتنا ضرور ہے۔ کہ جب کوئی نادان ہو کر دانائی کا دعوی کرے اور جاہل ہو کر عالم ہونے کا دم مارے اور دروغ گو ہو کر راست گو بن بیٹھے اور چور ہو کر الٹا کوتوال کو ڈانٹے تو ایسا شخص ہر یک کو برا معلوم ہوتا ہے اور علی ہذا القیاس ہم کو بھی۔ رہی یہ بات کہ اُن کی عقل عجیب کے نزدیک قرآن شریف علم الٰہی سے خالی اور وید علوم و معارف سے بھرا ہوا ہے تو اس کا فیصلہ تو خود مقابلہ و موزانہ سے ہو جائیگا۔ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے۔ ہم خود منتظر تھے کہ ایسا فیصلہ جلد تر ہو جائے۔ سو آریہ صاحبان نے اُس کے لئے آپ ہی سلسلہ جنبانی کی۔ پس ہم اُن کی اس تحریک اور سلسلہ جنبانی کو بتمام تر شکر گذاری قبول کرتے ہیں۔ اور انہیں بشارت دیتے ہیں کہ انشاء اللہ ہم بفضل و توفیق ایزدی جون ۱۸۸۰ء کے مہینے سے برطبق درخواست اُن کے ایک رسالہ ماہواری شایع کرنا شروع کر دیں گے لیکن ساتھ ہی ہم بادب عرض کرتے ہیں کہ جب وہ رسالہ **قرآنی طاقتوں کا جلوہ گاہ** شایع ہونا شروع ہو تو پھر لالہ صاحبان مقابلہ سے کہیں بھاگ نہ جائیں اور اپنے وید کی حمایت کرنے کو تیار رہیں۔ ہم یہ تو جانتے ہیں کہ آج کل ہمارے ہم وطن آریوں کو جس قدر وید کی نسبت جوش و خروش ہے وہ دراصل ایک ہی شخص کی لاف زنی کی بنا پر ہے کہ جو اس دنیا سے گذر بھی گیا ورنہ اُن کی نسبت تو یہی مثال ٹھیک ہے کہ **دیکھا نہ بھالا صدقے گئی خالہ** لیکن تاہم عام لوگوں پر ثابت کر دکھانا ہمارا فرض ہے کہ وید صرف اس زمانہ کے موٹے اور پست خیالات ہیں کہ جب آریوں میں ہنوز مخلوق اور خالق میں تمیز کرنے کا مادہ پیدا نہیں ہوا تھا۔ اور عناصر اور اجرام سماوی کو خدائے تعالے کی جگہ دی گئی تھی چنانچہ رگ وید کے

وید صرف پرانے زمانہ کے موٹے و پست خیالات کا مجموعہ ہے

شاعروں کے وہ سب پرجوش شعر جن میں اندر واگنی وغیرہ سے بہت سی گوئیں اور گھوڑے اور لوٹ کا مال مانگا گیا۔ اس بیان پر شاہد ہیں برخلاف اس کے قرآن شریف ایسا علوم و معارف و کمالات ظاہری و باطنی پر حاوی ہے کہ سریح حد بشریت سے بڑھا ہوا ہے اور بہ بداہت معلوم ہوتا ہے کہ جس قدر اُس نے حقائق و دقائق کو ایک بے مثل بلاغت و فصاحت میں بیان کیا ہے اور پھر بالالتزام ایسے بلیغ و فصیح بیان کے تمام دینی صداقتوں پر ایک دائرہ کی طرح محیط ہو گیا ہے حقیقت میں یہ ایسا کام ہے جس کو معجزہ کہنا چاہئے کیونکہ یہ انسانی طاقتوں سے نادر اور بشری قوتوں سے بالاتر ہے۔ بالآخر ہم یہ بھی مناسب سمجھتے ہیں کہ آریہ صاحبوں کے نوجوان صاحبزادوں نے جس قدر ہمارے اور ہمارے دوستوں کے سوشیل امور اور اسلامی فضائل و قرآنی حقائق پر اپنی عادت کے موافق بے اصل اور بیہودہ نکتہ چینیاں کی ہیں اُن کا الگ الگ جواب برعایت اختصار ذیل میں دیا جائے۔ سو وہ یہ ہے۔

**قولہ** مرزا ہماری کتب مذہب سے محض بے بہرہ ہے۔

**اقول** میں کہتا ہوں اگر یہی حال ہے تو ایسے بے بہرہ محض کے آگے کیوں تم ایک دم کے لئے بھی نہیں ٹھہر سکتے اور اس چڑیا کی طرح جو باز سے ڈر کر چوہے کے سوراخ میں گھس جاتی ہے کیوں ادہر اُدہر چھپتے اور بھاگتے پھرتے ہو اس کی کیا وجہ ہے کیا سرمہ چشم آریہ نے آپ کے مذہب کا کچھ باقی بھی چھوڑا؟ کیا ٹھیک ٹھیک گت بنانے میں کچھ کسر بھی رکھی؟ پس اس سے سمجھ لو کہ اگر ہم آپ کے گھر کے بھیدی نہیں تھے تو پھر کیوں کر ہم نے وید کے چھپے ہوئے عیبوں کو کھول کر رکھ دیا۔ اور اگر ہم پورے پورے بھیدی نہیں ہیں تو کیوں کر ہم نے کئی جز ہیں ویدوں کی براہین احمدیہ میں نقل کر دیں اور کیونکر سرمہ چشم آریہ میں وہ کاری زخم آپ لوگوں کو پہنچا دیا جس کا ابھی تک کچھ جواب بن نہ آیا۔ اب چھ مہینے کے بعد جواب نکلا تو یہ نکلا کہ جس میں بجز بدزبانی اور افترا بیانی کے اور خاک بھی نہیں۔ انتظار کرتے کرتے ہم تھک بھی گئے کہ کونسا لطیف اور مغز دار جواب آتا ہے آخر آپ کے مرتبان میں سے صرف ایک مکھی نکلی کیا جواب دینا اور رد لکھنا اسی کو کہتے ہیں۔ بھلا کوئی منصف ہندو بھی آپ لوگوں کے رسالہ کو پڑھ کر دیکھئے اور پھر حلفاً بیان کرے کہ ہمارے رسالہ سرمہ چشم آریہ کا ایک نقطہ یا شوشہ بھی اس خس و خاشاک سے زوال پذیر ہوا ہے۔ اور اگر کہو کہ تمہیں سنسکرت کی زبان کی واقفیت نہیں تو میں کہتا ہوں کہ جس حالت میں دیا نندی وید بازاروں میں چار چار آنہ کو خراب ہوتے پھرتے ہیں اور آپ کا وید اردو میں ترجمہ بھی ہو چکا ہے اور ایسا ہی انگریزی

میں بھی چھپ گیا۔ اور خود دیانند نے بھی جا بجا وید کے عقاید اور اصول کو کھول کر سنا دیا۔ بلکہ
ایک کافی حصہ وید بھاش کا عام فہم عبارت اردو بھاشا میں چھپ بھی گیا ایسا ہی کئی دوسرے رسالے
بھی آریہ مت کے عقاید کے بارے میں صاف صاف طور پر قلمبند ہو کر اردو زبان میں شائع ہو گئے
اور زبانی لیکچروں میں بھی اُن کے لایق ممبروں نے ہر یک جگہ اپنے اصولوں اور عقیدوں کی اشاعت
کی تو کیا اب بھی ہماری واقفیت میں کچھ کسر رہ گئی اور کیا ابھی تک ہم یہی خیال کیا کریں۔ کہ
ویدوں کے اصول اور عقاید کی گٹھڑی کسی برہمن کی اندھیری کوٹھڑی میں بہت سی خاک
کے نیچے دبی پڑی ہے جس تک کسی ڈھب اور کسی تدبیر سے ہماری دسترس ممکن ہی نہیں کیا نہیں
دیانند کی کتابوں اور اُن کے زبانی لیکچروں اور اُن کے تحریری مباحثہ پر بھی اعتبار نہیں۔ کیا
وہ لوگ بالکل جھوٹے ہی ہیں جنہوں نے صدہا روپیہ سرکار انگریزی سے ویدوں کا اردو انگریزی
ترجمہ کرنے میں پایا ہے پھر جب واقفیت حاصل کرنے کے لئے اس قدر سامان اور کتابیں ہمارے
پاس موجود ہیں اور وید اور ویدوں کے بھاش اور دیانند کی ستیارتھ پرکاش وغیرہ کتابیں ہماری
الماریوں میں رکھی پڑی ہیں اور زبانی مناظرات میں بھی ہماری عمر گذر گئی ہے تو کیا اب تک
ہم آپ لوگوں کے گھر سے ناواقف ہیں۔ پھر جب اس قدر ہمارے وسیع معلومات ہیں تو ایک
سنسکرت اگر نہیں تو نہیں سہی اور خود باوجود اس درجہ کے وسعت معلومات کے جو سالہا سال
کا ذخیرہ ہے اس کاگ بھاشا کی ضرورت ہی کیا ہے۔

**قولہ**۔ مرزا کوڑی کوڑی سے لاچار اور قرض دار ہے۔

**اقول**۔ اس جگہ ہمیں حیرت ہے کہ لالہ صاحبوں کو ہمارے قرض کی کیوں فکر پڑ گئی اگر وہ سرمہ
چشم آریہ کا رد لکھ کر دکھلاتے اور پھر منشی جیون داس صاحب اس رد کی صحت و کمالیت پر قسم
کھانے کو تیار ہو جاتے تب اگر ہم اس جلسۂ قسم میں حسب وعدہ خود پانسو روپیہ نقد پیش کرنے سے
عاجز رہ جاتے تو ایسے اعتراضوں کا محل بھی ہوتا مگر اب تو ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہماری حیثیت
خانگی کے بارے میں اس راقم دزد منش کو جس نے ہمارے مقابل پر کبھی اپنا نام بھی ظاہر نہیں کیا
کیوں اتنے تفکرات پیدا ہو گئے یہاں تک کہ بندوبست کے کھیوٹ میں ہماری زمین تلاش کرتا
پھرتا ہے اور اپنی بدقسمتی سے اس تلاش میں بھی غلطی پر غلطی کھاتا ہے اور سراسر خلاف واقعہ
بیان کرتا ہے سو ہمیں بڑی حیرت ہے کہ اس قدر دہشت کا اُس کے دل کو کیوں پیدا ہو گیا۔ اور
اس حرکت بیجا کا باعث کیا ہے۔ ہمارے اس ملک میں جو ایک قوم ہندو جٹ ہیں جن میں سے

بعض سر پر کیس بھی رکھا کرتے ہیں۔ ہیں نے معتبر ذریعہ سے سنا ہے کہ اکثر اُن کی یہ عادت ہے
کہ جب وہ اپنی دختر کا ناطہ کسی جگہ کرنا چاہتے ہیں تو پہلے چپکے چپکے اس گاؤں میں چلے جاتے
ہیں جس جگہ اپنی دختر کی نسبت کرنا اُن کا ارادہ ہوتا ہے تب اس گاؤں میں پہنچ کر نہایت تحقیق
و تفتیش کی غرض سے پٹواری کی کھیوٹ اور گرداوری اور روزنامچہ سے اور نیز دوسرے
طریقوں سے بھی دریافت کر لیتے ہیں کہ اس شخص کی زمین کتنی ہے اور سال تمام کی آمدنی کس قدر
ہے اور شہر کوں میں اس کا کیا حصہ ہے تب اس تمام جانچ اور پڑتال کے بعد اپنی دختر یعنی لڑکی
اس کو دے دیتے ہیں۔ لیکن اس جگہ تو ان امور میں سے کوئی بات بھی نہیں تھی ہاں اگر کوئی
ہمارے الہامی اشتہارات کے مقابل پر آتا تو اس کا حق تھا کہ پہلے اپنی تسلی کر لیتا بلکہ بنکیا
میں روپیہ جمع کرانے کے لئے ہمیں مجبور کرتا پھر اگر ہم روپیہ جمع نہ کرا سکتے تو جو چاہتا ہم پر الزام
لگاتا۔ لیکن ہمارے مقابلہ کے لئے تو کسی نے اس طرف رخ بھی نہ کیا اور ایسے بھاگے کہ جیسے سکھ
انگریزوں سے شکست کھا کر دریا میں ڈوب ڈوب کر مرے تھے تو کیا اب بیہودہ باتیں بنانا حیا
اور شرم کا کام ہے۔ کیا ہم نے منشی اندرمن مراد آبادی کے لئے چوبیس سو روپیہ نہیں بھیجا تھا
جس سے لالہ صاحب روپوش ہو کر اب تک نظر نہ آئے کہ کہاں ہیں۔

**قولہ۔** جان محمد امام مسجد قادیاں کو مرزا نے کہا کہ مجھے الہام ہوا ہے کہ تم اپنے لڑکے کی قبر
کھود دو یعنی اب وہ مرے گا۔ حالانکہ وہ نہیں مرا۔

**اقول** اس افترا کا جواب یہی کافی ہے **لعنت اللہ علی الکاذبین** اور اگر اور بھی کچھ
ثبوت چاہو تو یہاں جان محمد صاحب کی دستخطی تحریر حاشیہ میں موجود ہے* اس کو ذرا آنکھ
کھول کر پڑھ لو اور دروغ بے فروغ کی نداُمتوں کا کچھ مزا اُٹھاؤ اور اگر کچھ شرم حیا ہے تو
قادیاں میں ایک جلسہ کر کے اس ہندو کو ہمارے سامنے کرو جس نے یہ بے بنیاد قصہ لکھ کر بھیجا
ہے کیونکہ اس قدر افترا محض کا تصفیہ بالمواجہ خوب ہو جائیگا۔ اور ہم اسی جلسہ عام میں اس
ہندو کو کوئی ایسی قسم دیں گے جو اس پر موثر ہو سکے اور اس طرح پر جو جھوٹا ہو اس کی قلعی کھل

**حاشیہ نوٹ*** یہ بہتان کہ گویا مرزا صاحب نے یہ کہا کہ درحقیقت تمہارے لڑکے کے لئے مجھے الہام ہوا کہ تم اسکی قبر کھود
سراسر افترا ہے جس کی کچھ بھی اصلیت نہیں اور میں جانتا ہوں کہ یہ اُن نااہل لوگوں کی گھڑت ہے کہ جو خدا کی لعنت اور
نہ خلقت کی لعنت سے ڈرتے ہیں کیا خوب ہو کہ ایک جلسہ ہو کر ایسا شخص میرے روبرو کیا جاتے تا میں بھی اسکو
بٹھا کر پوچھ لوں کہ اے بھلے مانس کب میرے روبرو مرزا صاحب نے ایسا الہام مجھکو سنایا تھا۔ العبد خاکسار جان محمد امام مسجد قادیاں

جائے گی۔ لیکن صرف بیہودہ تحریروں سے اس مفتری ہندو کا نام لینا کافی نہ ہوگا۔ کیونکہ یہ تجربہ ہو چکا ہے کہ اس جگہ کے ہندوؤں پر جو تحریروں کے ذریعہ سے الزام لگایا جاتا ہے پیچھے سے وہ کانوں پر ہاتھ دھرتے ہیں کہ ہمیں اس کی خبر بھی نہیں۔ چنانچہ نظیر میں وہ اشتہار کافی ہے جس میں لکھا تھا کہ گویا لالہ شرمپت کہتا ہے کہ میں مرزا کے دعوے الہامات کو سراسر مکر و فریب سمجھتا ہوں اور میں اُن کے کسی الہام اور پیشین گوئی کا گواہ نہیں ہوں حالانکہ ہمارے پوچھنے پر لالہ شرمپت اس تحریر کے شایع کرنے اور ایسے اشتہار کے لکھنے سے سراسر انکاری ہے اور قسم کھا کر کہتا ہے کہ مجھے اس کی اطلاع بھی نہیں بلکہ اس سے پہلے کئی دفعہ ہمارے روبرو اپنی مستعدی ظاہر کر چکا ہے کہ اُن الہامی پیشگوئیوں کو جن کا وہ گواہ ہے عام طور پر شایع کرے۔ اور ایک دفعہ لیکھرام پشاوری قادیان میں آکر بہت کچھ اسکو بہکاتا رہا کہ شہادت الہامات سے انکار کرنا چاہئے مگر وہ دروغ صریح سے نفرت کر کے اُسکے پیچ میں نہ آیا اور اب بھی اگر جلسہ عام میں قسم دے کر اسکو پوچھا جائے تو صفائی سے وہ بیان کر سکتا ہے کہ دیانند کے مرنے کی خبر کئی دن پیش از موت اسے بتائی گئی تھی۔ اور خاص لالہ شرمپت کے ایک بھائی پر جو ایک بیچ پڑا را اور پُرخطر مقدمہ چیف کورٹ میں دائر تھا اس کا انجام بھی پیش گوئی کے طور پر اس پر ظاہر کیا گیا تھا۔ ایسا ہی دلیپ سنگھ کی دو صورتوں میں سے ایک صورت یعنی موت یا بے عزتی اور ناکامی از سفر پنجاب اسکو اس وقت کھول کر سنا دی گئی تھی۔ کہ جب اس مصیبت کا نام و نشان موجود نہ تھا۔ اور ایسی ہی اور بہت قبل از وقوع باتیں اس پر ظاہر کی گئی تھیں جن باتوں کا وہ بڑی مضبوطی سے گواہ ہے مگر تصدیق اس کی جلسہ عام میں قسم کے ساتھ ہونی چاہئے یونہی متعصبانہ تحریروں کی روبہ بازی سے ماسوا اس کے رسالہ سراج منیر بھی جو پیشگوئیوں پر مشتمل ہے اب بہت جلد نکل کر دروغ گوؤں کا منہ کالا کرنیوالا ہے۔

**قولہ**۔ ہمنے اپنے اشتہار میں ثابت کر دیا ہے کہ مرزا کے اشتہار ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء میں پیشگوئی پسر موعود کا حمل موجودہ پر حصر رکھا گیا ہے جس میں سے آخر لڑکی پیدا ہوئی۔

**اقول**۔ وہ اشتہار جس میں ہماری طرف سے الہامی یا تشریح کے طور پر اس حصر کے لفظ موجود ہیں جو اسی حمل میں وہ لڑکا پیدا ہوگا اُس سے ہرگز ہرگز تخلف نہیں کریگا ضرور اس میں پیدا ہو جائیگا وہی اشتہار ایک جلسہ منعقد کر کے سچا ضری چند مسلمانوں اور ہندوؤں اور عیسائیوں کے پیش کر دینا چاہئے۔ تا دروغ گو کی سیاہ روئی سب پر کھل جائے لیکن اگر اشتہار کے پیش

ہونے کے بعد اشتہار کی عبارت سے یہی بات بہ بداہت ثابت ہوتی ہو کہ شاید وہ لڑکا اب
ہو یا بعد میں ہو تو پھر ایسے بے شرم دروغگو کے لئے کہ جو برخلاف ہماری تشریح مندرجہ اشتہار
کے ناحق بار بار خلق اللہ کو دہوکا دے صرف **لعنت اللہ علیہ** کہنا کافی نہیں بلکہ اس کو کسی قدر
سزا دینا بھی ضروری ہے تا پھر آیندہ اپنی بے حیائی دکھلانے کیلئے جرات نہ کرے۔

**قولہ** ایک ڈوم ٹکرہ خور گمنام نے مرزا کی تعریف میں دو ورق کا اشتہار بعنوان رسالہ سرمہ
چشم آریہ سیاہ کیا ہے محض دنیاوی طمع میں اندہا ہو رہا ہے۔ اس کوتاہ اندیش نامعقول پر کیا
بلا پڑی کہ مفت میں جھوٹ بول رہا ہے۔

**اقول** ۔ یہ پاک سیرت راقم رسالہ جو شاید اپنے گمان میں اپنے تئیں کسی راجہ کا بیٹا سمجھتا ہوگا ہم
اسکو ہرگز ڈوم یا ڈوم کی ذریت نہیں کہیں گے خدا جانے یہ کون ہے اور کس کا ہے مگر یہ یاد رہے
کہ یہ شخص نے اُن گندے الفاظ سے جو کسی قدر ابھی ہم نے لکھے ہیں اور کسی قدر خلاف تہذیب اور
سخت مکروہ دیکھ کر چھوڑ دیئے ہیں ایک نہایت عالی خاندان سید صاحب کی نسبت جو بڑے
شریف اور ایک شہر کے معزز اور نامور رئیس ہیں ازالہ حیثیت عرفی کا مرتکب ہوا ہے اور خدائے تعالے
کا خوف تو اسے کاہے کو ہوگا مگر دفعہ ۵۰۰ **تعزیرات ہند** اور کئی ایسے جرائم سے جن میں اس
قسم کے یاوہ گو لوگ اکثر پھنس جایا کرتے ہیں۔ اُسے اندیشہ کرنا چاہیئے ہرچند ہم نے سید صاحب
ممدوح کی خدمت میں بانکسار عرض کردیا ہے کہ آپ ایسے نااہلوں کی دل آزار باتوں کو دل میں
جگہ نہ دیں اور صبر و شکیب کو کام فرمائیں جیسا کہ طیبین طاہرین آل رسول کریم قدیم سے کرتے
چلے آئے ہیں اور یہی سید صاحب کی ذات ستودہ صفات پر امید بھی ہے کیونکہ وہ نہایت شریف
اور مہذب اور علوم و فنون سے آراستہ اور بوجہ کامل لیاقت انگریزی دانی کے انگریزی
دفتروں کے معزز عہدوں پر بھی سرافراز رہ چکے ہیں اور اشتغالی حالت تو گویا فطرتی طور پر اُن کی
طبیعت سے مسلوب ہے مگر پھر بھی چونکہ ایک نکس طینت کے قلم کا بنجار کبھی کبھی اچھے اچھے قوم
کے شریفوں کو بھی ساتھ کھینچ لیا کرتا ہے۔ اس لئے ہم بکمال ادب بخدمت شریف منشی جیوندا اس
صاحب اور دوسرے معزز آریہ صاحبوں کی محض خیرخواہی کے طور سے عرض پرداز ہیں کہ ایسے
خوش لہجہ آریہ کو اس بدزبانی کے دہن سے روک دیں کہ اس کا نتیجہ اچھا نہیں اور گو ہماری ذات
کی نسبت کوئی شخص برا کہے یا بھلا افترا پردازیاں کرے یا جعلسازیاں اسے اختیار ہے کیونکہ
ہم مجازی حکومتوں کی طرف رجوع کرنا نہیں چاہتے اور اپنا اور اپنے بدگو کا فیصلہ احکم الحاکمین

پر چھوڑتے ہیں لیکن اُن تو نخیزوں کو جو اپنی ہر ایک تحریر میں آریوں کی نئی نئی نندا کا جامہ پہن رہے ہیں دوسرے رئیسوں اور شریفوں اور معزز مسلمانوں کی ہتک اور توہین سے پرخطر رہنا چاہیئے۔ تا کسی وقت میں آ کر بڑے گھر کی ہوا نہ کھانی پڑے۔ کیا بحث اس بات کا نام ہے کہ گندہ بولیں اور فحش تولیں غرض ہر یک منہ پھٹے اور بے راہ کے لئے قانونی تدارک موجود ہے۔ آئندہ اختیار بدست مختار۔

**قولہ۔** سرمہ چشم آریہ میں نہ ہماری کسی کتاب کا حوالہ ہے نہ فصل و باب کا پتہ ہے۔

**اقول۔** کتنا جھوٹ ہے جس شخص کی دروغ گوئی اس حد کو پہنچ جائے تو اُسے کوئی کیا کہے بھلا جس حالت میں جا بجا فریق مخالف کے انکار پر اس کی مسلم الثبوت کتابوں کا فصل و صفحہ تک پتہ بتلا دیا گیا تو کیا ابھی ہم نے کتاب کا حوالہ نہ دیا دیکھو صفحہ (۴۳) سرمہ چشم آریہ ماں جن باتوں کو لالہ مرلی دھر صاحب اس بالمواجہ بحث میں آپ ہی مانتے گئے اُن کا حوالہ دینا آداب مناظرہ کے خلاف اور ناحق کا طول تھا۔ اگر وہ انکار کرتے تو حوالہ بھی سن لیتے۔ بہر حال ہم اجمالی طور پر ہر جگہ کہا گیا کہ یہ تمہارے عقائد ہو چکے ہیں چنانچہ جا بجا لالہ صاحب موصوف ان الزامات کا اقرار کرتے گئے۔ اور کچھ بھی چون و چرا نہ کیا دیکھو صفحہ ۱۱۴-۱۷۹-۱۹۴-۲۰۴-۲۰۶ سرمہ چشم آریہ ماسوا اس کے یہ بات یاد رہے کہ ہم نے جس قدر آریوں پر رسالہ سرمہ چشم آریہ میں اعتراض کئے ہیں اُن سب کو ہم نے ان کے لائق گرو دیانند کی ستیارتھ پرکاش سے اخذ کیا ہے تم ذرا منہ سے تو یہ بات نکال کر دیکھو کہ ہم آریوں کے وہ عقائد نہیں ہیں پھر دیکھنا کہ کیسی خبر لی جاتی ہے غضب کی ہٹ دھرمی ہے کہ جن عقائد اور اصولوں کو آپ ہی ہر کوچہ و بازار میں مشہور کر چکے ہیں اب اُن سے ادھر ادھر کھسکنا چاہتے ہیں مگر پھنسی ہوئی چڑیا اب بھاگے کہاں۔ اب تو دیانند کی جان کو رونا چاہیئے جو تمہیں پھنسا کر آپ الگ ہو گیا اور وید کا آخری نچوڑ یہ چھوڑ گیا کہ جیسے پرمیشر خود بخود ویسا ہی دنیا کا ذرہ ذرہ خود بخود۔

**قولہ۔** تمام جہان میں جو علم و ہنر ظاہر ہو رہا ہے سب وید اقدس کی بدولت ہے۔

**اقول۔** ویدوں کے علوم و فنون کی حقیقت تو بہت سی کھل گئی اور کھلتی جاتی ہے۔ بھلا جن ویدوں نے اس رنگا رنگ کی مخلوقات کے وجود میں اپنی فلاسفی یہ بتائی کہ یہ سب چیزیں اور سب روحیں یہاں تک کہ ذرہ ذرہ عالم کا اپنے وجود کا آپ ہی رب ہے کوئی اُن کا موجد و پیدا کنندہ و حقیقی سہارا نہیں۔ ضرور اُن میں اور علوم و فنون بھی ہوں گے ایسے لائق ویدوں کا وجود کب بے ہنر و علم رہ سکتا ہے۔ اگرچہ ویدوں کی عجیب حکمت پر خود ذاتی طور پر ہمیں بہت سی اطلاع ہے لیکن آریوں کے لائق پنڈت دیانند نے جو ستیارتھ پرکاش میں ویدک فلاسفی کا لکھے

بیان کیا ہے اسی سے ناظرین بطور نمونہ سمجھ سکتے ہیں کہ آریوں کا وید مقدس کس عالی مرتبہ کی کتاب ہے۔

چنانچہ منجملہ اُن کے ایک مسئلہ دائمی **وجوب تناسخ** کو ہی دیکھو جس میں ویدک فلاسفی کے رو سے ہمیشہ روحوں کا اسی دنیا میں پھر پھر آنا اور بڑے بڑے عارف گیانی رکھی اور دیوتے بننے کے بعد بھی ہمیشہ کتے بلے کیڑے مکوڑے بنتے رہنا واجب ولازم ہے اس بدبختی کا اصل موجب یہ ہے کہ روحیں محدود اور پرمیشر پیدا کرنے سے عاجز اور بالکل ناطاقت بلکہ کچھ بھی نہیں پھر اگر وہی مکتی یافتہ بار بار انسان کتا بلا نہ بنتے رہیں تو دنیا کیونکر قایم رہے مگر اس اصل دلیل کو چھپا کر ایک جھوٹی دلیل وید کی طرف سے پیش کی گئی ہے کہ مکتی خانہ میں ہمیشہ رہنے کے لئے انسانوں کے عمل وفا نہیں کر سکتے۔ اور پرمیشر اتنا ہی دے سکتا ہے جتنا کہ ان کا حق ہے۔ کم وبیش نہیں۔ **بہت خوب**

مکتی کی فلاسفی

لیکن یہ تحریر اس صورت میں کچھ چسپان ہو سکتی ہے کہ جب مکتی (نجات) کو ایک ایسی شئے سمجھا جائے کہ جو نمک مرچ کی طرح بکتی ہے اور پرمیشر کو ایک **بنیا** قرار دیا جائے جو اس جنس کو داموں کے موافق بیچتا ہے یا یہ خیال کیا جائے کہ پرمیشر کا مکتی خانہ کرایہ پر چلتا ہے جتنے دنوں کا کرایہ دیا اتنے دن رہے اور پھر نکالے گئے اب ہم آریوں کے بڑے دستاربندوں سے دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ کیا مکتی کی حقیقت میں یہی فلاسفی ہے جس کو آپ کا وید مقدس سکھا رہا ہے کیا وید کا یہی علم وہنر ہے جس پر ناز کیا جاتا ہے۔ سب دانشمند جانتے ہیں کہ نجات کی جڑھ اور اس کا اصل نور جس سے یہ روشنی پیدا ہوتی ہے یہی ہے۔ کہ ماسوا اللہ سے انقطاع کلی ہو کر خدائے تعالے سے ایسا سچا تعلق پیدا ہو جائے کہ وہ محبت اور عشق کے غلبہ سے ہر یک چیز پر بلکہ اپنی جان پر بھی مقدم ہو جائے اور آرام اور انس اور شوق اور دل کی خوشی اسی سے اور اسی کے ساتھ ہو اور جیسا کہ وہ حقیقت میں واحد لاشریک

**فٹ نوٹ**۔ یوں تو آریہ لوگ کہتے ہیں کہ تناسخ ضرور سچ ہے اور ایسا ہمیشہ کے لئے واجب الوقوع ہے کہ مکتی کے بعد بھی اس سے پیچھا نہیں چھوٹتا لیکن بوجہ نادانی انہیں خیال نہیں کہ دائمی تناسخ کے ماننے سے تمام مقدسوں اور برگزیدوں کی ایسی بے ادبی ہوتی ہے کہ ہر ایک کے لئے قبول کرنا پڑتا ہے کہ وہ بیشمار مرتبہ نجات پانے کے بعد بھی کیڑے مکوڑے بن چکے ہیں۔ اور ابھی آیندہ بنتے رہنے کا کچھ انتہا نہیں کیونکہ اگر یہ سب حیوانات کتے بلے گدھے وغیرہ بے شمار مراتب مکتی کو پا چکے ہیں تو اس بات کے نہ ماننے کی کوئی وجہ نہیں کہ کسی زمانہ میں یہی حیوان وید کے رشی یا اوتار وغیرہ بھی ہونگے تو اس صورت میں تو آریوں کو قائل ہو جانا

(بقیہ آیندہ صفحہ پر دیکھو)

ہے ایسا ہی پیار کی نظر سے بھی اپنی عظمت اور جلال اور ساری کامل صفتوں میں اللہ لاشریک ہی نظر آوے یہ نور نجات ہے جو اسی دنیا سے محب صادق کے ساتھ جاتا ہے اور اس کے وجود میں جان کی طرح داخل ہو کر ہمیشہ اس کے ساتھ رہتا ہے سو جب کہ شخص نجات یافتہ ہمیشہ کیلئے یہ علت موجبہ نجات اپنے ساتھ رکھتا ہے تو پھر یہ وید کی کس قسم کی عقلمندی ہے کہ باوجود موجودیت علت تامہ کے یعنی نور نجات کے معلول تخلف یعنی نجات کا اس سے روا رکھتا ہے - کیا کوئی آریہ اپنے ویدوں کی اس عجیب فلاسفی کو ہمیں سمجھا سکتا ہے۔

اور پھر ثبوت تناسخ پر دلیل بھی کیا ہی عمدہ ستیارتھ پرکاش میں لکھی گئی کہ جب بالک پیدا ہوتا ہے تو اس وقت اپنی ماں کا دودھ پینے لگتا ہے - سبب یہ کہ اس کو پہلے جنم کا خیال بنا رہتا ہے پس اس سے ثابت ہو گیا کہ تناسخ سچ ہے تعجب کہ ایسے تیز عقل پنڈت نے کیوں حیض کے خون کو بھی جو پیٹ کے اندر بچہ کی خوراک بنتا ہے اسی طرح پہلے جنم کی یادداشت پر دلیل نہ ٹھہرائی تا بجائے ایک کے دو دلیلیں مل جاتیں۔

افسوس یہ لوگ تناسخ کے جال میں پھنس کر اور جونوں کے خیال محال میں مبتلا ہو کر ایسے اس میں مدہوش ہوئے کہ پھر کسی چیز نامعلوم الاسباب کا سچا سبب تلاش کرنے کے عادی ہی نہ رہے اور ویدوں کی گمراہ کنندہ تعلیموں نے ہزاروں عمدہ اور دلربا فلسفی نکتوں سے ان کا منہ پھیر کر بار بار اداگون کے ہی گڑھے میں ڈالا اور سارے عالم کے تعلیم خانہ میں سے صرف یہی ایک غلط حرف ان کے دل میں بیٹھ گیا - کہ دنیا کا وجود اور زمین و آسمان کا نمود فقط انسانی عملوں کی شامت سے ہے نہ کسی صانع کی حکمت کاملہ سے اگر بدکاریاں اور بدعملیاں نہ ہوں تو پھر گائے بیل وغیرہ انسانی ضرورت کی چیزیں بھی نہ ہوں بلکہ خود انسان میں سے عورت کی قسم بھی نہ ہو سو اسی وجہ سے یہ لوگ حکیمانہ اور باقاعدہ تحقیقاتوں سے ہمیشہ انحراف اختیار کر کے بلکہ اس مذاق سے بالکل خالی

---

**بقیہ نوٹ** - چاہیئے کہ ممکن ہے کہ درحقیقت یہ سب ان کے بزرگ ہی ہوں یا بعض ان میں سے تو ضرور ہی ہوں واضح رہے کہ ہم ایسے خیال کو نہایت خبیث اور دور از ادب سمجھتے ہیں کہ خدائے تعالے کسی پر ایسا خوش ہو کر اس کو مکتی دے کر پھر کسی وقت اس کو کتا یا سؤر وغیرہ بنا دے اس لئے ہم آریوں کو محض نصیحت سے کہتے ہیں کہ اگر تم دوسرے پاک نبیوں کو گالیاں دیتے اور برا بھلا کہتے ہو مگر اے بھلے مانسو تم اپنے وید کے رشیوں کی ایسی بے ادبی سے تو باز آؤ - اگر حوالہ کے مشتاق ہو تو دیکھو لایق پنڈت دیانند کی ستیارتھ پرکاش اور اداگون کی بحث ۔ منہ

اور بے بہرہ اور سادہ لوح رہ کر اپنی زندگی کے قابل تفتیش راز اور دوسری تمام مخلوقات کے بے
انتہا اسرار کو یوں ہی کسی گذشتہ جنم کی شامت اعمال یا نکوئی اعمال پر حمل کر کے پھر آیندہ اس پر
کچھ جستجو ہی نہیں کرتے۔ اور اس طرح ہر ایک جھوٹے اور بے اصل خیال کو مضبوط پکڑنے سے نہایت
سچی اور صحیح صداقتوں کے قبول کرنے سے محروم اور بے نصیب رہ جاتے ہیں ہر چند اس عالم کا
ہر ایک جوہر اور عرض ہزارہا باریک حکمتوں اور لطیف بھیدوں اور حقیقتوں سے پر ہے اور جو کچھ
صانع نے جس جس جگہ رکھا ہے نہایت ہی موزوں اور جواہرات حکمت و معقولیت سے بھرا ہوا ہے
مگر ان کور باطنوں کی نظر میں یہ سب کچھ صرف گذشتہ جنموں کے نتائج کا ایک گرہ پڑتے اس سے
زیادہ کچھ نہیں اور پرمیشر ایک ایسا لا حاصل او بے کار اور ایک فضول اور بے نفع وجود ہے کہ نہ
تو کبھی رحم اور فضل اور کرم اس سے ظہور میں آیا اور نہ کبھی اس کو اپنی حکمت و قدرت دکھانے
کا موقع ملا۔ اور نہ کبھی اس نے اپنے وجود میں طاقت پائی کہ اپنی خدائی کے نشان ظاہر کرے عقل
تو پکار پکار کر کہتی ہے کہ یہ سب چیزیں خدائے تعالے کے ملنے کا ہمارے لئے راہ بتانے والی اور
اس کے احسانات کا ایک رشتہ قایم کرنے والی ہیں مگر ان کا وید کہتا ہے کہ یہ کچھ بھی نہیں یہ سب
کچھ اتفاقی ہے جو گذشتہ جنموں کی شامت سے ظہور پذیر ہو رہا ہے ورنہ ایک قطرہ پانی کا بھی جس سے
صدہا کیڑے ہیں پرمیشور کی طرف سے عطا نہیں ہوا بلکہ خود ان کیڑوں کی کسی پہلے زمانہ کی اپنی ہی بد
اعمالی پانی کے وجود اور ہماری آب نوشی کا باعث ہو گئی ہے اب جن کے پرمیشر کا یہ حال ہو کہ ایک
قطرہ پانی پر بھی اختیار نہیں کہ خود بخود پیدا کر سکے تو کیا ایسے ضعیف اور ناتوان کا نام پرمیشر رکھنا
جائے عار ہے یا نہیں اور ایسا بد نصیب پرمیشر کس تعریف اور شکر گذاری یا کس مدح و ثنا کے لائق
ہوگا جس کی ملکیت ایک بوند پانی بھی نہیں ہائے افسوس ان لوگوں نے الٰہی قدرتوں اور حکمتوں
اور صنعتوں کو آواگون اور وید کی محبت میں پھنس کر کیسا خاک میں ملا دیا ہے صرف ایک تناسخ کے
بیہودہ خیال سے ہزارہا صداقتوں کا خون کرتے جاتے ہیں اور فلسفی اور طبعی تحقیقاتوں کی طرز
پر کسی چیز یا عارضہ کا حقیقی سبب ہرگز تلاش نہیں کرتے۔

یہ قاعدہ کی بات ہے کہ کسی امر مجہول کی واقعی حقیقت دریافت کرنے کے لئے بڑی وسیع تحقیقات
کی جاتی ہے اور ایک جزئی کی خاطر تمام جزئیات پر نظر ڈالنی پڑتی ہے۔ اور محققانہ نگاہ سے دیکھا
جاتا ہے کہ یہ خاص جزئی جس کا کوئی حال یا عارضہ متنازعہ فیہ قرار دیا گیا ہے کیا اس کی یہ خصوصیت
مجھی ہے نزاع کی گئی ہے اسی کی ذات تک محدود ہے۔ یا ایک عام بات ہے جو دوسری کئی

جزئیات میں یا جمیع جزئیات میں پائی جاتی ہے پھر اگر کھوج لگاتے لگاتے اس حد تک پہنچ جائیں جو
اس جزئی کا اس حال یا عارضہ متنازعہ فیہ میں دوسری جزئیات سے ممتاز ہونا ثابت ہو جائے۔
یا دوسری جزئیات اس کے شریک نکل آئیں یعنی جیسی کہ صورت ہو اس پر عمل کیا جاتا ہے۔ اور
ناحق ایک عام کو خاص یا خاص کو عام نہیں بنایا جاتا لیکن اس فلسفیانہ طرز سے پانڈی پالیسی
الگ ہی ہے خیال کرنا چاہیئے کہ اس بندۂ خدا نے تناسخ کے بارے میں کیا شکستہ ثبوت دیا ہے جس
کے پیش کرنے کے وقت تو یہ سوچا کہ یہ جو دعوے کیا گیا ہے کہ ضرور نوزاد بچہ اپنی ماں کے
پستان کی طرف ہی جاتا ہے۔ نہ کسی اور طرف یہ دعوے دراصل صحیح ہے یا غلط اور نہ یہ خیال
کیا کہ جیسے میرا دعوے عام ہے دلیل جو پیش کرتا ہوں وہ بھی عام ہے یا نہیں خیر اگر اس نے
نہ سوچا اور نہ سمجھا تو اب ہم ہی دیانندی منطق کا نمونہ ظاہر کرنے کے لئے اس کی قلعی کھول دیتے
ہیں سو واضح ہو کہ یہ دعویٰ کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اسی وقت اپنی ماں کا دودھ پینے لگتا ہے
یہ دراصل دعویٰ ہی فاسد ہے۔ کیونکہ مشاہدہ کے رو سے فقط اتنا مسلم ہے کہ بچہ بسبب زندہ اور
جاندار ہونے کے غذا کا طالب ہوتا ہے۔ لیکن یہ ہرگز نہیں مانا جاسکتا کہ خواہ نخواہ ماں کے پستان
ہی کی طرف دوڑے بلکہ بداہت ثابت ہے کہ ہر وقت وہ ایک سادہ نفس ہوتا ہے اور جس عادت
پر وہ لگا دیا جائے اسی پر لگ جاتا ہے۔ اور اسی کو پختہ طور پر پکڑ لیتا ہے مثلاً اگر بچہ کو پیدا ہونے
کے بعد نلی سے یا نلی سے دودھ پلانا شروع کردیں تو فی الفور اسی طرح سے پینا شروع کردیتا ہے
پھر ممکن نہیں کہ بآسانی ماں کے پستان کی طرف رخ بھی کرے مگر شاید بڑی مشقت اور مصیبت کے
بعد پہلی عادت کو چھوڑے اور دوسری عادت کو پکڑے یہ تو سچ ہے کہ پیدا ہونے کے بعد
غذا کی طرف بچہ کی خواہش جنبش کرتی ہے مگر وہ خواہش فقط درد اشتہا سے پیدا ہوتی ہے کسی اور سبب سے اور تجارب
روزمرہ صاف اور صریح شہادت دیتے ہیں کہ انسان یا حیوان یا کسی پرند یا کسی کیڑے مکوڑے کا پیدا
ہونے کے بعد اپنی غذا کی طرف توجہ کرنا حقیقت میں ایک میل طبعی ہے جو حکیم مطلق نے اپنی حکمت
کاملہ کی وجہ سے ہر ایک جاندار میں بلکہ نباتات و جمادات کی فطرت میں بھی رکھی ہوئی ہے تا وہ
بالطبع اپنی اُس غذا کے طالب ہوں جو اُن کے مناسب حال ہے اسی وجہ سے ہر یک چیز اپنے
اپنے طور پر جو اُس کے وجود کی بناوٹ میں مقرر کیا گیا ہے تحصیل غذا کے لئے میل کرتی ہے اور
جیسے ایک بچہ انسان یا حیوان کا غذا کو حاصل کرنا چاہتا ہے ایسا ہی درختوں اور بوٹیوں کی جڑیں
بھی تخمی حالت سے آگے قدم رکھتے ہی اور قوت نامیہ کا پرتو پاتے ہی اپنی غذا کو جو پانی

تناسخ کے باب میں پانڈی پالیسی الگ ہے

ہے اپنی طرف کھینچنا شروع کر دیتی ہیں اور وہ جڑیں اپنی قوت جاذبہ سے دور دور سے پانی
کھینچ لاتی ہیں۔ غرض حکمت کاملہ الہیہ سے ہر ایک چیز میں تحصیل غذا کے لئے پہلے ہی سے ایک قوت
رکھی جاتی ہے خواہ وہ چیز پتھر ہو یا درخت ہو یا انسان یا حیوان درحقیقت یہ سب ایک ہی قوت
کی تحریکوں سے حصول غذا کے لئے متوجہ کی جاتی ہیں۔ اور اس بات کے جواب میں کہ کیوں
یہ چاروں قسم کی چیزیں غذا کی طالب ہیں کوئی جدا جدا بیان نہیں نہ کسی جگہ پہلے جنم کی یادداشت
اور اس کا خیال بنا رہنا سمجھا جاتا ہے اور کسی جگہ کوئی اور وجہ بتلائی جاتی ہے بلکہ درحقیقت
ان چاروں چیزوں کا تحصیل غذا کے لئے میل کرنا ایک ہی باعث سے ہے یعنی فطرتی قوت
جو وجود پیدا ہونے کے ساتھ ہی اس میں پیدا ہو جاتی ہے اور اسی کی طرف اس پاک اور مقدس
کلام میں اشارہ ہے جو فلسفی صداقتوں سے بھرا ہوا ہے جیسا کہ وہ جل شانہ فرماتا ہے اعطی
کل شیٔ خلقہ ثم ھدی یعنی تمہارا وہ خدا ہے جس نے ہر ایک چیز کو مناسب حال اس
کے وجود بخشا پھر غذا وغیرہ کی طلب کے لئے جس پر اس کی بقا موقوف ہے اس کے دل میں آپ
خواہش ڈالی سو یہی صداقت حقہ ہے جس کو ایک قاعدہ کلی کے طور پر اللہ جل شانہ نے اپنی کتاب
عزیز میں بیان فرما دیا ہے۔ نادانوں اور جاہلوں کی نظر محیط نہیں ہوتی اس لئے وہ فقط ایک
جزئی کو دیکھ کر اپنی غرض فاسد کے مطابق اس کے لئے ایک جھوٹا منصوبہ گھڑ لیتے ہیں۔ اور
دوسری جزئیات کو جو اسی کے شریک ہیں چھوڑ دیتے ہیں ایسی ہی دیانندی فلاسفی ہے جو
آنکھیں بند کر کے وید کی خاطر گھڑی گئی ہے بھلا کوئی سوچے کہ پہلے جنم کی یادداشت کہاں ہے
اور کس دلیل سے سمجھی گئی کیا یہ سچ نہیں کہ ہمیشہ دیکھا جاتا ہے اور روز مرہ کے تجارب اس پر شاہد ہیں
کہ جن بچوں کو پیدا ہونے کے بعد بکری کے پستان پر لگایا جائے پھر وہ کسی عورت کے پستان
سے دودھ پینا نہیں چاہتے اور جن کو مثلاً انگریزی شیشی پر لگایا جائے ان کے لئے ماں کا یا بکری
کا دودھ پینا ایسا مشکل کہ گویا موت ہے ہزار حیلہ کرو اس طرف رخ بھی نہیں کرتے اب اگر دیانندی
مسئلہ سچا ہوتا تو چاہیئے تھا کہ کوئی لڑکا بجز ماں کے پستان کے اور کسی طور سے دودھ نہ پیتا سو
نوزاد بچوں کی یہ مذکورہ بالا عادت ابطال تناسخ پر دلیل ہے نہ کہ ثبوت تناسخ پر کوئی دلیل اس
سے پیدا ہو سکے اب دعوے کی خوبی کا تو بیان ہو چکا۔ دیانندی دلیل کی بھی کیفیت سنئے وہ
کہتے ہیں کہ ماں کا دودھ پینا یہ پہلے جنم کا خیال ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر وید والوں کی یہ دلیل سچی
ہوتی تو پھر اصول تناسخ کا یہ چاہیئے تھا کہ ہر ایک جاندار کا بچہ اپنے پہلے جنم میں بھی اسی نوع

آیتہ اعطی کل شیٔ خلقہ ثم ھدی کا مطلب

نوزاد بچوں کی عادت ابطال تناسخ پر دلیل ہے

نہیں سنتے ہوتا ہے جس میں اب پیدا ہوا ہے۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ انسان کا بچہ پیدا ہونے کے بعد دودھ کا محتاج ہوتا ہے۔ اور مرغ کا بچہ پیدائش کے بعد دانہ مانگتا ہے جونک کا بچہ مٹی کھاتا ہے اور شہد کی مکھی کا بچہ شہد سے خوراک پاتا ہے۔ سو اگر یہ میل طبعی نہیں ہے بلکہ بقول دیانند پہلے جنم کا خیال بنا ہوا ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ انسان کا بچہ اپنے پہلے جنم میں ضرور انسان ہی ہو کچھ اور نہ ہو۔ ایسا ہی یہ بھی واجب ٹھہرتا ہے کہ مرغ کا بچہ بھی اپنے پہلے جنم میں ضرور مرغ ہی ہو اور جونک کا بچہ اپنے پہلے جنم میں جونک ہی ہو نہ اور کچھ کیونکہ یہ سب مختلف قسم کے جاندار پیدا ہونے کے بعد اسی طور اور اسی قسم کی غذا کو طلب کرتے ہیں جو اُن کے نوع کے لئے مقرر ہے اب دیکھا **ویدک فلاسفی** کی کیسی قلعی کھل گئی۔ اب ہم اگر ایسی فلاسفی کو دور سے سلام نہ کریں تو اور کیا کریں۔ کیوں **لالہ صاحب** یہ وہی ویدوں کے علوم ہیں جن سے تمام دنیا فیضیاب ہوئی ہے روح کا شبنم کی طرح زمین پر گرنا اور پھر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر کسی گھاس پات پر پھیلنا اور پھر وہی بچہ پیدا ہونے کا موجب ہو جانا کہ رسالہ سرمہ چشم آریہ کے صفحہ ۲۷۳ میں اور صفحہ ۲۷۴ میں نیا تفسیر کتاب میں مفصل درج ہے یہ ویدوں کے ذریعہ سے ہی علوم و فنون حاصل ہوئے ہیں عجیب تر یہ کہ ایسی بوٹیوں کو شوہر دار عورتیں ہی کھاتی ہیں کبھی باکرہ اور عقیمہ عورتیں یا مرد نہیں کھا لیتے تا ان سب کو حمل ٹھہر جائے ایسی گھاس پات کو دیانند بھی کھا لیتا تو ایک تماشا ہوتا اور ویدوں کے گن خوب ظاہر ہوتے **قربان جائیں** ایسے ویدوں پر بھلا کس حکیم یا فیلسوف کی بلا کو بھی خبر تھی کہ روح بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو کر سبز کھیتوں پر پڑا کرتی ہے اور پھر وہ سب ٹکڑے کوئی عورت کھا جاتی ہے جس سے حمل ہوتا ہے۔ مردوں کو ایسی روحانی غذا سے کچھ حصہ نہیں یوں ہی بلا دلیل بچوں کو اپنے باپوں سے اخلاق وغیرہ میں روحانی مشابہت ہوتی ہے اس سے بڑھ کر ویدوں کے جامع العلوم ہونے پر اور کیا دلیل ہو **گو تم رکھی** جو ویدوں کو سراسر دور از صداقت اور طفلانہ خیالات سمجھتا تھا کیا یہ حکمت کی باتیں اس کو نہ ملیں تا وہ بھی ان پر فدا ہو جاتا۔ دیکھو بدھ شاستر (ادہیا ۲ سوترا) دیانند کو بھی مچھلی کی طرح پتھر چاٹ کر اخیر یہ کہنا پڑا کہ **اب میرا ایمان ویدوں پر نہیں رہا**۔

دیکھو پرچہ دہرم جیون ۱۸۸۶ء اس وقت مجھے ایک اور پنڈت صاحب بھی یاد آ گئے جن کا نام کھڑک سنگھ ہے یہ صاحب ویدوں کی حمایت میں بحث کرنے کے لئے قادیان میں آئے اور قادیان کے آریوں نے بہت شور مچایا کہ ہمارا پنڈت ایسا عالم فاضل ہے کہ چاروں وید اسے کنٹھ ہیں پھر جب بحث شروع ہوئی تو پنڈت صاحب کا ایسا برا حال ہوا کہ ناگفتہ بہ اور سب تعریفیں وید کی

کھڑک سنگھ آریہ مباحث نے تسلیم کیا کہ وید علم الٰہی سے بے نصیب ہیں۔

جھول گئے۔ دنیا طلبی کی وجہ سے اسلام تو قبول نہ کیا مگر قادیان سے جاتے ہی وید کو سلام کر کے اطلاع دے لیا۔ اور اپنے لیکچر میں جو ریاض ہند اور چشمہ نور امرتسر میں انہوں نے چھپوایا ہے صاف صاف یہ عبارت لکھی کہ وید علوم الٰہی اور راستی سے بے نصیب ہیں اس لئے وہ خدا کا کلام نہیں ہو سکتے اور آریوں کا ویدوں کے علم اور فلسفہ اور قدامت کے بارے میں ایک باطل خیال ہے اس نازک بنیاد پر وہ حال اور ناپید کے لئے اپنی امیدوں کی عمارت اٹھاتے ہیں اور اس ٹمٹماتی ہوئی روشنی کے ساتھ زندگی اور موت پر خوش ہیں۔

بالآخر اگر ہم ان سب واقف کاروں کی شہادت اور خود وید کی غلط فلاسفی سے قطع نظر کر کے قبول بھی کر لیں کہ اگرچہ وید دینی صداقتوں سے خالی ہیں اور بظاہر ان میں کوئی اور علوم و فنون بھی نہیں پائے جاتے مگر معماری و نجاری کے متعلق بعض علوم صنعت اُن کے اندر چھپے ہوئے ہیں۔ تو اس سے اگر کچھ ثابت بھی ہو تو یہی ثابت ہوگا کہ وید کسی لوہار یا معمار کے پرانے خیالات ہیں

یہ جو بیان کیا جاتا ہے کہ جس قدر ہندوؤں کے ہاتھ میں علوم طبعی و طبابت و ہیئت وغیرہ ہیں یہ سب درحقیقت وید ہی سے نکلے ہیں یہ بیان ویدوں کے لئے کچھ موجب عزت نہیں بلکہ باعث رسوائی و ذلت ہے کیونکہ اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ ہندی علوم کا مخرج و منبع وید ہی ہیں تو پھر وہ ساری غلطیاں جو نئی روشنی کی فلاسفی نے اُن پرانے علموں میں نکالی ہیں وہ سب داغ ملامت کی طرح وید کی پیشانی پر وارد ہونگی۔ ہم ناظرین کو یقین دلاتے ہیں کہ ویدوں میں بجز مشرکانہ تعلیم کے کوئی معرفت اور حکمت کا بیان نہیں سب سے پہلے کتاب الٰہی اپنی اسی ذمہ داری میں آزمائی جاتی ہے کہ وہ معارف دینی کو جیسا کہ اس کی ضرورت ہے تفصیل و توضیح سے بیان کرے نہ یہ کہ دعوے تو کرے دینی رہنما ہونے کا اور پھر عاجز ہو کر کہے کہ یہ تو نہیں مگر ریل کا انجن مجھے ضرور بنانا آتا ہے بھلا اگر آریوں کو خدا تعالیٰ نے کچھ بھی غیرت کا مادہ بخشا ہے تو قرآن شریف کی ان دو آیات کا ہی مضمون کسی اپنے وید سے بحوالہ نام وید و انوکا و سکت وغیرہ نکال کر دکھائیں چنانچہ ان میں سے ایک یہ ہے لا تسجدوا للشمس ولا للقمر واسجدوا للّٰه الذی خلقھن الجزو نمبر ۲۴ تم نہ سورج کی پرستش کرو اور نہ چاند کی بلکہ فقط اس ذات قدیم کی پرستش کرو جس نے ان تمام علوی و سفلی چیزوں کو وجود بخشا ہے۔ ہم یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ویدوں میں مضمون اس صداقت کا ہرگز نہیں نکلیگا۔ کیونکہ انہوں نے اپنے پرمیشر کی دونوں ٹانگیں توڑ رکھی ہیں نہ وہ اپنی پرستش میں شراکت غیر سے محفوظ ہے نہ اپنی قدامت اور غیر مخلوق ہونے میں۔

ویدوں میں بجز مشرکانہ تعلیم کے کوئی معرفت نہیں ہے

نمبر صفحہ طبع اول نمبر صفحہ طبع دوم

دوسری آیت یہ ہے ان اللہ یامرکم بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربیٰ الجزو ۱۴۔
خدا کا تمہیں یہ حکم ہے کہ تم اُس سے اور اس کی خلقت سے عدل کا معاملہ کرو یعنی حق اللہ اور
حق العباد بجا لاؤ۔ اور اگر اس سے بڑھ کر ہو سکے تو نہ صرف عدل بلکہ احسان کرو یعنی فرائض سے
زیادہ اور ایسے اخلاص سے خدا کی بندگی کرو کہ گویا تم اس کو دیکھتے ہو اور حقوق سے زیادہ لوگوں
کے ساتھ مروت و سلوک کرو اور اگر اس سے بڑھ کر ہو سکے تو ایسے بے علت و بے غرض خدا کی عبادت
اور خلق اللہ کی خدمت بجا لاؤ کہ جیسے کوئی قرابت کے جوش سے کرتا ہے۔

**قولہ۔** اکثر عیسائی اور اہل اسلام بھی متفق ہیں کہ سب علوم و فنون آریوں سے تمام جہان
میں پھیلے ہیں۔

یورپ میں علوم و فنون کا پودہ عرب کے عالیشان مدارس سے آیا

**اقول۔** اول تو یہ بات بھی غلط ہے کیونکہ انگریزوں کا اس بات پر اتفاق ہو چکا ہے کہ انگلستان
میں علوم و فنون کا پودہ عرب کے عالی شان مدارس سے آیا ہے۔ اور دسویں صدی میں جب کہ
یورپ جہالت میں پڑا ہوا تھا اہل یورپ کو تاریکی جہالت سے علم و عقل کی روشنی میں لانے والے
مسلمان ہی تھے (دیکھو صفحہ ۹۵ کتاب جان ڈیون پورٹ صاحب) ایسا ہی بلائے بہادر ڈاکٹر چیتن شاہ
صاحب آنریری سرجن اور ڈاکٹر دتا مل صاحب سرجن پنجاب رسی ریو جلد نہم میں لکھتے ہیں کہ اہل
یورپ کو اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ تمام علوم فلسفہ طب وغیرہ بذریعہ اہل عرب ان تک
پہنچے ہیں۔ کمسٹری یعنی علم کیمیا بھی اہل یورپ نے عروج سلطنت اسلامیہ میں عربوں سے حاصل
کیا ہے۔ اگرچہ ہندی طبابت نے (جو بزعم آریوں کے ویدوں سے لی گئی ہے) جو ہماری اپنی وطنی
طبابت ہے یونانی اور انگریزی طبابت سے کوئی چیز عاریتاً نہیں لی۔ لیکن یہ اس کا استعارہ نہ
لینا اس کے فخر کا باعث نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس میں اسی قدر نقص اور خرابیاں بھی باقی ہیں
یہ نقصان اس لئے رہ گیا کہ یونانی خیالات ہندوستان میں اور ہندی خیالات یونان میں بسبب
نہ ہونے ذریعہ مثل چھاپہ وغیرہ کے کم پہنچ سکے تمام ہوا کلام دونوں ڈاکٹر صاحبوں کا مگر میں پوچھتا
ہوں یہ نقصان ہندی طبابت میں کیوں رہ گیا۔ ویدوں سے کیوں درست نہ کر لیا گیا۔ اب دیکھنا
چاہئے کہ اگر ہم ہندی علوم کو جو آریہ دیس میں ابتدا سے چلے آتے ہیں جن کی اب تار تار غلطیاں
نکل رہی ہیں ویدوں کی طرف منسوب بھی کر دیں تو کیا اس سے ویدوں کی عزت ثابت ہوتی
ہے یا بے عزتی۔

**قولہ۔** مرزا فن و فریب اور دروغ گوئی میں یکتا ہے۔ مکتوب الیہ کو (یعنی جس کی طرف جناب

کرنے کے لیئے خط لکھا گیا تھا) تعلیم دیتا ہے کہ تم نے یہ جھوٹ بولنا اور یوں کرنا اور ڈوں کرنا۔

اقول۔ اس اعتراض کی اصلیت صرف اس قدر ہے کہ انبالہ چھاونی میں کئی ایک خط میں نے ایک ہندو دوکان دار کی طرف بمراد تصفیہ ایک پرانے برداشتی حساب کے جس کا یوں ہی مدت تک ملتوی پڑے رہنا قرین مصلحت نہیں تھا لکھے تھے اور اس دوکاندار کو بلایا تھا کہ اب حساب دیر کا ہو گیا ہے تم ٹونبو ساتھ لاؤ اور جو کچھ حساب نکلتا ہے لے جاؤ اور ٹونبو دے جاؤ اگرچہ ٹھیک ٹھیک یاد نہیں مگر خیال کیا جاتا ہے کہ شاید ان خطوط میں سے کسی خط میں یہ بھی لکھا گیا ہو کہ تم نے حساب کے لئے بلائے جانے کا حال ظاہر نہ کرنا اب معترض خیانت پیشہ جس نے سرقہ کے طور پر لالہ بشنداس مکتوب الیہ کے صندوق سے خط چرائے ہیں اس اصل حقیقت میں تحریف و تبدیل کر کے اور اپنی طرف سے کچھ کا کچھ تو وہ طوفان بنا کر اور بات کو کہیں سے کہیں لگا کر یہ اعتراض کرتا ہے کہ گویا ہم نے یہ مکر و فریب کیا۔ اور جھوٹ بولا اور جھوٹ کی ترغیب دی۔ پس اول تو ہم آریہ صاحبوں کے شریف لوگوں پر جن کو اپنی سوسائٹی کی عزت اور نیک نامی کا خیال ہے ظاہر کرتے ہیں کہ جس ناجائز طور سے یہ خطوط حاصل کئے گئے ہیں وہ یہ ہے۔ کہ لالہ بشنداس مکتوب الیہ کی دوکان پر ایک **کیسوں والے** آریہ نے (جو اب بابا نانک صاحب سے بیزار ہو کر دیانندی پنتھ میں داخل ہو گیا ہے) ایک دو آریہ اوباشوں کی رازداری و تحریک سے بیٹھنا شروع کیا۔ ایک دن بشنداس اس دیانندی **ناتجربہ کار** کی تحمیل کے اعتبار سے جیسا کہ دوکانداروں کی عادت ہے اپنی دوکان کو کھلی چھوڑ کر کسی کام کے لئے بازار میں نکلا اس کے جانے کے ساتھ ہی سکھ صاحب نے اُس کے صندوق کو ہاتھ مارا۔ شاید اس دست درازی سے نیت تو کسی اور شکار کی ہوگی کیونکہ اسے معلوم تھا کہ یہ مالدار آدمی ہے مگر لالہ بشنداس کی قسمت اچھی تھی کہ اس جلدی میں نہ یورتک جو صندوق میں پڑا ہوا تھا ہاتھ نہ پہنچا صرف دو خط ہاتھ میں آ گئے۔ جن کو اسکے انہی ہم مشورہ یاروں نے جو ایک ہی سانچے کے ہیں بہت سی خیانت اور ریا و اگوئی کے ساتھ چھاپ دیا اور حیا اور شرم سے الگ ہو کر ایک بے اصل تراش خراش سے ایک ناواجب اعتراض ہم پر بنایا۔ اور جس شنیع کام کا آپ ارتکاب کیا اس کی طرف ذرا بھی خیال نہ آیا۔ ہم لاہور کے معزز آریہ سماج والوں کو اس طرف توجہ دلاتے ہیں کہ ان لوگوں کی جلدی سے خبر لیں ورنہ جن نگرانی منصوبوں اور برے خیالات کی اس سماج میں کھچڑی پکتی رہتی ہے اس کا انجام ہرگز بہتر نہیں

ہوگا۔ کیا یہ بات قرین قیاس نہیں کہ جس نے آج یہ واردات کی کل اس سے بڑھ کر کوئی چند اند چڑھائے گا کیا انہیں کرتوتوں سے آریہ سماج روشن ہوجائے گی کیا چوروں کے سو دن کے بعد ایک دن بھی کسی ساوہ کا نہیں آئے گا۔ اسی واردات کو دیکھئے کہ لالہ بشنداس نے اپنی شرافت سے صبر کیا او مقدمہ کو عدالت تک نہ پہنچایا۔ ورنہ سکھ صاحب اور اس کے رفیقوں کو بیگانہ صندوق میں ہاتھ ڈالنے کا بھی مزہ معلوم ہوجاتا۔ ہماری دانست میں یہ مقدمہ اب بھی دائر ہونے کے لایق ہے کیونکہ گو لالہ بشنداس کے زیور وغیرہ کا کچھ نقصان نہیں ہوا خیر گذری مگر خطوط کی چوری بھی حسب قانون مروجہ انگریزی ایک چوری ہے جس کی سزا میں شاید تین سال تک قید ہے۔ **مسروقہ خطوط کے پیش ہونے سے ثابت ہوسکتا ہے کہ** ان خطوط میں کوئی بھی ایسی تحریر نہیں تھی جو اس سکھ یا اس کے دوسرے یاروں سے کچھ تعلق رکھتی ہو۔ بلکہ وہ صرف ایک حسابی معاملہ کے خطوط تھے جو فقط لالہ بشنداس کی ذات سے تعلق رکھتے تھے اور اس کی بیج کے مطالب پر مشتمل تھے۔ جن کا بے اجازت کھولنا بھی ایک جرم تھا۔ اب انصاف کی جگہ ہے کہ جن لوگوں کے اپنے ذاتی چال چلن کا یہ حال ہو کہ چوری تک حلال ہے وہ ہم پر کوئی اعتراض کرنے کے لئے کوشش کریں اور اعتراض بھی کیا عمدہ کہ بشنداس کو اس کے امر متعلق کے مخفی رکھنے کی تعلیم کی۔ حالانکہ کسی عقلمند کی یہ رائے نہیں ہوسکتی کہ انسان اپنے تمام اسرار کو عام طور پر فاش اور شایع کردیا کرے تب اس کا نام راست گو ہوگا ورنہ نہیں۔ غور سے دیکھنا چاہیئے کہ جس قدر امور ملکی و بدنی و منزلی اور خود فرد فرد کے ذاتی ہیں ان میں سے کسی میں بھی یہ بات نہیں ہے کہ ہر وقت اور ہر جگہ اُن کے رازوں کا افشا کرنا مصلحت ہو یا عدم افشا کا نام مکر اور فریب رکھا جائے۔ خدا تعالے نے دل و زبان وغیرہ قواء انسان کو عطا فرما کر ان کے مناسب استعمال کے لئے اسے ذمہ دار بنایا ہے اور ہر ایک بات کی عمدگی اور خوبی دکھلانے کے لئے جدا جدا موقع اور محل اور وقت اُس بات کے مقرر کئے ہیں۔ کوئی خلق خواہ کیسا ہی عمدہ ہو مگر جب وہ بے محل اور بے وقت صادر ہوگا تو ساری خوبی اور خوبصورتی اس کی خاک میں مل جائیگی اور کوئی مفید چیز اپنے فوائد ہرگز ظاہر نہیں کرے گی جب تک وہ ٹھیک ٹھیک اپنے وقت پر اپنے استعمال میں نہ لائی جائے **خدائے تعالے کی سچی اطاعت اور نوع انسان کی حقیقی بھلائی** وہی شخص بجا لا سکتا ہے جو وقت شناس ہو ورنہ نہیں۔ مثلاً ایک شخص گو راست گو ہے مگر اپنی راستی کو حکمت کے ساتھ ملا کر استعمال نہیں کرتا بلکہ لاٹھی کی طرح مارتا ہے اور بے تمیزی سے ایک لٹھ

خصلت کو بے محل کام میں لاتا ہے۔ تو وہ ایک حکیم منش کے نزدیک ہرگز قابل تعریف نہیں ٹھیرتا ایسے کو جاہل نیک بخت کہیں گے۔ نہ دانا نیک بخت۔ اگر کوئی اندھے کو اندھا کرکے پکارے اور پھر کسی کے منع کرنے پر یہ کہے کہ میاں کیا میں جھوٹ بولتا ہوں تو اسے بھی کہا جائیگا کہ بیشک تو راست گو ہے مگر احمق بالشر ہے کہ جس راستی کے اظہار کی کچھ ضرورت ہی نہیں اس کو واجب الاظہار سمجھتا ہے۔ اور اپنے بھائی کے دل کو دکھاتا ہے۔ اسی طرح اخلاقی امور کا تمام عقد جواہر اسی ایک ہی رشتہ سے لبستہ ہے کہ ہر ایک خلق اپنے وقت پر صادر ہو۔ درشتی۔ نرمی۔ عفو انتقام۔ غضب حلم منع عطا سب ذالبستہ باوقات ہیں اور ان کی خوبصورتی اور بہتری بھی تبھی ظہور میں آتی ہے کہ وہ عین اپنے محل پر استعمال کئے جائیں یہی قرآنی فلاسفی ہے جس پر عقل سلیم شہادت دیتی ہے۔

غرض جو کچھ اس اعتراض میں نیک بخت آریوں نے ہم پر طعن کرنا چاہا ہے وہ سراسر اُن کی نادانی اور کارستانی ہے وہ آج کل بہتان اور افترا کے پتھروں سے دوسروں کو مجروح کرنا چاہتے ہیں مگر انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ یہ پتھر انہیں پر پڑیں گے۔ نہ دوسروں پر۔

کوئی چیز ایسی چھپی ہوئی نہیں جو آخر ظاہر نہ ہو۔ پس اگر ہم درحقیقت فریب پر ہیں تو یہی فریب ہمیں ہلاک کریگا۔ لیکن اگر ہم راستی پر ہیں اور وہ جو ہمارے دل کو دیکھ رہا ہے وہ اس میں کچھ فریب نہیں پاتا تو اگر آریوں کے پہلے اور آریوں کے پچھلے اور آریوں کے زندے اور آریوں کے مردے بلکہ تمام اولین آخرین مخالف ہمارے نابود کرنے کے لئے جمع ہو جائیں تو ہمیں ہرگز نابود نہیں کر سکتے جب تک ہمارے ہاتھ سے وہ کام انجام پذیر نہ ہو جائے جس کے لئے اللہ جل شانہ نے ہمیں مامور کیا ہے۔ سو آریوں کے افترا اور بہتان اور قتل کرنے کی دھمکیاں سب ہیچ اور بے اثر ہیں جن سے ہم ڈرتے نہیں اگر اُن کا حسد سے یہ خیال ہو کہ لوگ ان کی طرف کیوں رجوع کرتے ہیں ان کو کسی تدبیر سے بند کرنا چاہئے تو انہیں سمجھنا چاہئے کہ لوگ درحقیقت کچھ چیز ہی نہیں۔ اور نہ ہماری لوگوں پر نظر ہے ایک ہی ہے جو ان کو کھینچ لاتا ہے اور نیز یاد رکھنا چاہئے کہ ہم بدظن لوگوں سے ہرگز نہیں ڈرتے اور اگر بدظن لوگ اتنے ہو جائیں کہ دنیا میں سما نہ سکیں تو وہ درحقیقت اپنا نقصان کریں گے نہ ہمارا اور سچ تو یہ ہے کہ ہماری نظر میں تمام دنیا بجز اس ایک کے یا اُس کے خالص محبوں کے جتنے اور لوگ ہیں خواہ وہ بادشاہ ہیں یا امیر ہیں یا وزیر ہیں یا راجے ہیں یا نواب ہیں ایک مرے ہوئے کیڑے کی مانند

بھی نہیں۔ ہاں ہم اپنے محسنوں کے شکر گذار ہیں ایسا ہی گورنمنٹ برطانیہ کے بھی کیونکہ بڑا بدذات وہ شخص ہے جو اپنے محسن کا شکر گذار نہ ہو۔

سو اے آریو تم غلطی پر ہو یقیناً سمجھو کہ تم غلطی پہ ہو۔ ہمارا خدا ہمارے ساتھ ہے اور تم کچھ بھی ہمارا بگاڑ نہیں سکتے اگر تم نے ہمیں فریبی کہا تو اس سے ہم کچھ غصہ بھی نہیں کرتے کیونکہ رگ وید میں تمہارے پرمیشر کا نام بھی فریبی ہے اور وہ شرتی یہ ہے۔ اے اندر تو نے شوشنا کو فریب سے قتل کیا دیکھو رگ وید اشٹک اول انوکا ۳ سکت چار شرتی نمبر ۷ سو جب کہ اندر پرمیشر اپنے فریب سے قتل کا مرتکب ہوا تو کیا اس سے بڑھ کر کوئی اور بھی فریب ہوگا دیانند کی فریبوں * سے بھی آپ ناواقف نہیں ہونگے اول تو وہ پاک زبان ایسے تھے کہ ادنیٰ رنج سے اپنے معزز مخالفوں کو کتا بلا اور سؤر کہہ دیا کرتے تھے۔

دیانندی فریبوں کا نمونہ

**حاشیہ** *۔ دیانندی فریبوں کا ایک بڑا نمونہ یہ ہے کہ اس نے ہندؤں کو مسلمانوں پر بدظن کرنے کے لئے اپنے ستیارتھ پرکاش میں سراسر جعل سازی سے جو اس کی رگ رگ میں بھری ہوئی تھی لکھ مارا کہ ہندو کا نام جو آریوں پر اطلاق کیا جاتا ہے دراصل یہ فارسی لفظ ہے جس کے معنی چور ہیں مسلمانوں نے تحقیر کے طور سے آریوں کا نام چور رکھا ہے۔ سو ہندو کہلانے سے پرہیز کرنا چاہئے اس پرفتنہ تحریر سے دیانند کا اصل مطلب یہ تھا کہ ایک طرف تو ہندو لوگ مسلمانوں سے ناراض ہو جائیں گے دوسری طرف آریہ سماج کی بھی ترقی ہوگی۔ کیونکہ آریہ کہلانے سے عوام کو یہ دھوکا لگ جائیگا کہ دیانندی مذہب جلد جلد پھیلتا جاتا ہے جب ستیارتھ پرکاش میں یہ مضمون شایع ہوا تو شاید ۱۸۸۰ء یا ۱۸۷۹ء تھا کہ ہم نے پرچہ اخبار وکیل ہند امرتسر میں ایک ایسا کافی رد اس کا چھپوایا جس کے ساتھ ایک صد یوار نقشہ بھی شامل تھا اور ہم نے ثابت کر دیا تھا کہ اسلام کے وجود سے ایک مدت پہلے ہی لفظ ہندو کا قدیم سے اس قوم پر اطلاق کیا جاتا ہے ہمیں یاد ہے کہ اس مضمون میں سبعہ معلقہ کا ایک شعر بھی ہم نے لکھا تھا جو اسلام کے شایع ہونے سے ایک مدت پہلے کا ہے اور وہ یہ ہے۔ وظلم ذوی القربیٰ اشد مضاضۃ علی المرء من وقع الحسام المھند اس کے معنے یہ ہیں کہ خویشوں کا ظلم ہندی تلوار سے بڑھ کر ہے پھر اسکے بعد ایک پنڈت نے بھی اس دیانندی دعوے کا کھنڈن لکھا اور ہندو کے لفظ کا اشتقاق بیاکرن کے رو سے سنسکرت کے مادہ سے ہی ثابت کیا شاید اس ہندو کا نام مہیش چند تھا۔ پھر سب کے بعد پادری ٹامس ہاول نے وہ مضمون لکھا۔ جس کو اب ہم ہدیۂ ناظرین کرکے آریہ صاحبوں سے استفسار کرتے ہیں کہ پادری صاحب کے اس مضمون کو پڑھ کر ہمیں اطلاع دیں کہ اب بھی پنڈت دیانند کا فریب ثابت ہے یا نہیں کیونکہ اس صاف ثبوت کے ملنے کے بعد دیانند ان دو الزاموں میں سے ایک الزام کے نیچے ضرور آئیگا یا تو اسے فریبی کہنا پڑیگا جس نے تفرقہ ڈالنے کے

لفظ ہندو اسلام کے وجود سے پہلے کا ہے

پنڈت دیانند کا راجہ شیو پرشاد کو گالیاں دینا

پھر موچھیدن جو انہوں نے ایک رسالہ راجہ شیو پرشاد ستارہ ہند کے جواب میں بنایا ہے گویا وہ ان کی اخلاقی حالت کا آئینہ ہے جس میں راجہ صاحب کو کسی جگہ تو پاگل کہا ہے اور کسی جگہ گنوار اور کسی جگہ مورکھ اور کسی جگہ کتے سے تشبیہ دی ہے اور سنیاسی بن کر بات بات پر جھاگ اگلی ہے۔ دیکھو بھارت متر مطبوعہ ۲۶۔ اگست ۱۸۸۰ء ہم نے جو اپنے کسی صفحہ گذشتہ میں اس پنڈت کی نسبت گندہ کا الفاظ استعمال کیا ہے تو وہ اسی گندہ زبانی کی وجہ سے ہے جس کا جا بجا شہرہ ہوگیا۔ یہاں تک کہ پنڈت شیو نرائن صاحب کو بھی اپنے رسالہ برادر ہند ستمبر و اکتوبر ۱۸۸۰ء میں یہ مشہور واقعہ لکھنا پڑا ماسوا اس کے اگر ان کے فریب کا کچھ

منشی اندرمن اور پنڈت دیانند کا جھگڑا

نمونہ دیکھنا ہو تو پرچہ دھرم جیون ۱۴۔ مارچ ۱۸۸۶ء کا دیکھنا ہی کافی ہے کہ پہلے انہوں نے منشی اندرمن کے مقدمہ کے لئے ہندوؤں میں ایک جوش دیکھ کر اور چندہ دینے پر مستعد پاکر تاڑ لیا کہ تنور تو بہت گرم ہے بہتر ہو کہ اس میں ہماری بھی کوئی روٹی پک جائے۔ تب جھٹ پٹ پنڈت جی نے اندرمن کو بذریعہ تار خبر دی کہ میں تمہارا ہمدرد ہوں تمہیں آنا چاہئے خیر وہ ان کے پاس افتاں و خیزاں میرٹھ میں آیا۔ پنڈت صاحب نے باتیں بنا کر اجازت لے لی کہ چندہ ہم جمع کرائے

بقیہ حاشیہ۔ لئے ناحق یہ جعلسازی کی اور یا اس کا نام جاہل مطلق رکھنا پڑے گا جو ایسے صاف اور بدیہی اور مشہور امر سے ناواقف۔ رہا سو اب ہم معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ آریہ صاحبان ان دونوں ناموں میں سے کس نام کو اپنے دیانند کے لئے پسند کرتے ہیں۔ آیا اس کو فریبی کہا جائے یا جاہل اب وہ مضمون جس کو ہم نے پرچہ مطبوعہ زنجیر پرشاد سے نقل کیا ہے بجنسہٖ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

مضمون پادری ٹامس ہاول دربارہ لفظ ہندو

## ہندو و آریہ نام کا بیان

ماہران علم و محققان حقیقت نے ہندو نام کی بابت یہ لکھا ہے کہ یہ لفظ اس دریا کے نام سے بنا ہے جو سندھ کہلاتا ہے۔ کیونکہ اکثر الفاظ جو زبان سنسکرت سے زبان فارسی میں آگئے ہیں وہ اس طرح تبدیل شدہ پائے جاتے ہیں یعنی جن الفاظ سنسکرت کے شروع میں (س) ہوتا ہے تو زبان فارسی میں ان الفاظ

حاشیہ در حاشیہ دیانند جی جنہوں نے ۱۸۷۵ء سے آریہ سماج قایم کی ہے وہ اور ان کے پیرو اکثر یہ بیان کرتے ہیں کہ ہندو فارسی میں چور کو کہتے ہیں اور یہ نام ہماری قوم کا ہمارے دشمنوں یعنی محمدیوں نے رکھا ہوا ہے۔ یہ بیان ان کا محض غلط ہی نہیں بلکہ دو مطلبوں کے لئے ایک دھوکا ہے اول یہ کہ ہندوؤں کو اس نام سے نفرت ہو جاوے اور خواہ مخواہ اپنے تئیں آریہ لکھا کریں اور اس حکمت عملی سے تعداد دیانند جی کے پنتھ کی روز بروز ترقی ہوتی چلی جاوے دوم ہندوؤں اور محمدیوں میں جو اتفاق اور میل جول ہو رہا ہے۔

ہیں پھر تو روپیہ پر روپیہ آتے دیکھ کر سنیاسی صاحب کی ایسی نیت بدل گئی کہ سارا روپیہ نگل جانا چاہا۔ مگر منشی اندرمن نے بھی جو ایک پرانا خورندہ تھا۔ اور جس نے ایسے کئی سنیاسی کھا پی چھوڑے تھے پنڈت جی کے طور بے طرح دیکھ کر مُراد آباد سے چٹھی لکھی کہ تم نے میرے نام سے ہزاروں روپیہ اکٹھا کر لیا ہے اور مجھ کو ایک کوڑی تک دینا نہیں چاہتے اور خود ہضم کرنا چاہتے ہیں پس میں آپ کے اس جھوٹے سنیاس کی قلعی کھولنے کو تیار ہوں۔

اس چٹھی کو دیکھ کر پنڈت جی سمجھ گئے کہ اب یہ ہماری بری طرح خبر لے گا اسی وقت کچھ قدر قلیل بھیج کر راضی کرنا چاہا۔ مگر وہ کب راضی ہونا تھا اسی وقت اس نے ایک لمبا چوڑا اشتہار چھپوایا جس کا ایک پرچہ ہمارے قادیان میں بھی آیا تھا۔ اس پرچہ میں بھی سنیاسی صاحب کی اس کارروائی کا بہت کچھ ذکر تھا۔ پنڈت دیانند نے اس کا جواب چھپوایا اس طرف سے ایک ایسا جواب الجواب چھپا جس سے پنڈت صاحب کی دروغ گوئی کی ساری حقیقت کھل گئی۔ اس کے

**بقیہ حاشیہ:** سے کے ناقبل کا (سین) ہائے ہوز سے تبدیل شدہ پایا جاتا ہے مثلاً جو لفظ سنسکرت میں سپتہ ہے۔ وہ بزبان فارسی (ہفتہ) ہوگیا ہے۔ اور ویسا ہی وسم کا وہم اور سہسر کا فارسی میں ہزار اور اسی طرح سندھو کا ہندو ہوگیا ہوا معلوم ہوتا ہے جس سے مراد ہے دریا سندھ کے کنارے کے باشندے

دوم۔ ممکن ہے کہ یہ ہندو نام سنسکرت کے دو لفظوں سے بنا ہو یعنی ہین اور دوش سے جن کے معنے بے نقص کے ہیں۔ اور ممکن ہے کہ کثرت استعمال کے سبب ان میں سے چند الفاظ چھوٹ بھی گئے ہوں۔

**بقیہ حاشیہ در حاشیہ:** بجائے اس کے نفاق پیدا ہو جاوے۔ پس فارسی دان اشخاص یہ جانتے ہیں کہ ہندو فارسی میں بھی ایک لفظ ہے جس کے اصطلاحی معنے چور کے کئے گئے ہیں۔ مگر یہ لفظ ہندو کا جو قوم ہندو پر بولا جاتا ہے وہ لفظ نہیں جو فارسی میں مستعمل ہوا ہے۔ نیز یہ بھی جاننا چاہئے کہ ہندو لفظ جو فارسی میں آیا ہے اس کے اصطلاحی معنے صرف چور ہی کے نہیں بلکہ بعض اوقات وہ معشوق کے معنے بھی دیتا ہے۔ جیسا کہ حافظ شیرازی کہتا ہے۔ بخال ہندوش بخشم ثمرقند و بخارا را۔ اگر یہ کہا جاوے کہ فارسی میں ہندو کے معنے برے و اچھے دونوں طرح کے استعمال ہوتے ہیں اس لئے ہندو نام کو چھوڑنا چاہیئے تو اس سبب سے نہ ہندو نام بلکہ اور بھی بہت نام ترک کرنے پڑیں گے۔ مثلاً رام کا لفظ بھی فارسی میں اچھے معنے نہیں رکھتا کیونکہ فارسی میں رام غلام و فرمانبردار کو کہتے ہیں اگر ہندو نام قابل تبدیل ہے تو رام نام بھی تبدیل ہونا چاہیئے اور پھر اسی طرح آریہ عربی میں کینہ ور قوم کو کہتے ہیں وہ بھی تبدیل کیا جاوے اور پھر بید سنسکرت میں حکیم کو کہتے ہیں۔

بعد پنڈت جگنا تھ نے دیانندی فریبوں کا ایک رسالہ مشتہر کیا جسکو پڑھ کر کل آریہ سماجیوں میں ایک تہلکہ پڑگیا اسی اثنا میں لوگوں کو یہ بھی خبر ملی کہ درحقیقت یہ شخص رکابی مذہب ہے کبھی تناسخ کا قائل کبھی منکر کبھی شیو فرقہ کی تائید میں کبھی شیو منت کی حمایت میں اور کبھی دہریوں کا مددگار غرض پیٹ کے دکھ سے کبھی کچھ کبھی کچھ جیسا کہ دھرم جیون وسمبت ۱۸۸۳ء میں اس کی تفصیل ہے ان باتوں کے سننے سے لوگوں کے دل ٹوٹ گئے اور صرف احمق لوگ پھنسے رہ گئے۔ اور باقی سب دانا دیانندی پیچ سے نکل گئے معلوم ہوتا ہے کہ دیانند کی موت کا اصلی موجب یہی ندامتیں تھیں جو یک بیک اس کو اپنی کرتوتوں سے اٹھانی پڑیں۔

پنڈت دیانند کا کوئی مذہب نہ تھا

بقیہ حاشیہ۔ جیسا کہ ہندواستہان کے بجائے اب ہندوستان بولا جاتا ہے اور کثرت استعمال کے سبب استہان سے الف اور ہائے ہوز چھوٹ گیا ہے اور عقل بھی قبول کرتی ہے کہ ہندوؤں کے بزرگوں نے جو ہشمند تھے ایسے نام یعنی ہندو دیش کو جس کے معنی ہے ددش کے ہیں اپنی قوم پر عاید کرلیا ہو اور پھر زبان سنسکرت میں نام آریہ اور فارسی میں ایرانی دونوں ایک ہی مصدر یا دھاتو آر سے نکلتے ہیں اور آریہ اور ایرانی کے اصلی معنے ہل چلا کر کھیتی کرنے والے ہیں۔ اور حقیقتاً یہ نام آریہ اس قوم کے لوگوں کا اس وقت تھا جب یہ صرف کھیتی کرکے ہل واہی کرنے سے روٹی کماتے تھے جیسے کہ آج تک اس پنجاب میں بھی کھیتی کرنے والے ارائیں کہلاتے ہیں اور اکثر اس پیشہ کے لوگ جانوروں خصوصاً بیلوں پر ظلم بھی کیا کرتے ہیں۔ اور بے زبان جانوروں کو اپنی ایسی چھڑی سے جس کے سرے پر ایک لوہے کی نوکدار کیل لگی ہوئی ہوتی ہے چبھو چبھو کر ہانکا کرتے ہیں اور اس سبب سے وہ نوکدار کیل اُن کے نام سے نامزد ہو کر آر کہلاتی ہے پس جب اس قوم نے رفتہ رفتہ علم و ہنر و سوداگری میں ترقی کی تو آریہ نام کو جو صرف کھیتی کرنے والے کیلئے مخصوص تھا چھوڑ دیا اور بنسبت اس آریہ نام کے (غالباً) ہیں دوش کو جو رفتہ رفتہ ہندو ہوگیا ہے اپنی قوم پر عاید کرلیا۔ اور یہ ہندو نام بنسبت آریہ نام کے اس قوم میں زیادہ رونق پاگیا۔

بقیہ حاشیہ در حاشیہ گر فارسی میں ایک درخت بے ثمر کو کہتے ہیں اور پھر اناد سنسکرت میں اس کو کہتے ہیں جس کا شروع نہ ہو لیکن بہ تبدیل اعراب فارسی میں عناد دشمنی کو کہتے ہیں اور دیانند جی اپنی تحریروں میں ویدوں کو انادی پکارتے رہے ہیں۔ تو کیوں یہاں پر لحاظ معنے فارسی کا نہیں کیا گیا۔ جو ہندو نام پر لحاظ فارسی کے معنوں کا کیا جاتا ہے پس اگر ہندو نام قابل تبدیل ہے تو انادی بھی جو ویدوں پر عاید کیا گیا ہے قابل تبدیل سمجھنا چاہئے۔ پھر ہم پوچھتے ہیں کہ کیا یہ امر واجبی ہے کہ جن ناموں کے معنی غیر زبانوں میں برے ہوں ان کو تبدیل کرنا مناسب ہے۔ پس جس میں کچھ بھی عقل ہو اور اس کی عقل کو کسی غرض نے اندھا کر رکھا ہو کبھی نہ کہے گا کہ

اب اپنے سنیاسی صاحب سے ہماری کارروائی کا مقابلہ کر لینا چاہیئے۔ اگر ہم نے لالہ بشنداس کو لکھا بھی کہ تم نے یہ امر مخفی رکھنا تو کیا ہم نے یہ بھی لکھا تھا کہ ہمارا ارادہ ہے کہ دوسروں کا روپیہ مار لیں اور اگر یہی بات ہوتی کہ ہم بابو محمدؐ صاحب اور منشی عبدالحق صاحب کو ان کا روپیہ دینا نہیں چاہتے تھے تو پھر کیوں اسی انبالہ چھاؤنی میں انہیں روپیہ لینے کے لئے پیغام دیا جاتا۔ دونوں صاحبان ایماناً اس بات کی شہادت دے سکتے ہیں کہ اول ہم نے بابو محمدؐ صاحب کو میاں فتح خاں کی معرفت اور شاید خود بھی اپنا روپیہ لینے کے لئے کہا تو انہوں نے جواب دیا کہ میرا کچھ قرضہ نہیں۔ میں نے سب کچھ بطور امداد دیا ہے۔ پھر منشی عبدالحق صاحب کی خدمت میں لکھا گیا کہ اب روپیہ آتا جاتا ہے آپ پانسو روپیہ اپنا قرضہ لے لیں تو انہوں نے جواب بھیجا کہ میرے قرضہ کا آپ کو فکر نہیں کرنا چاہیئے آپ اسی روپیہ سے رسالہ سراج منیر کو چھاپیں۔ اب تمہیں اے آریو! ذرہ شرمندہ ہونا چاہیئے کہ گو ہم نے اسی انبالہ چھاؤنی میں ان مخلص دوستوں کو روپیہ لینے کے لئے کہا مگر انہوں نے وہ جواب دیئے جو اوپر لکھے ہیں اور اندرمن اور دیانند بھی باہم دوست ہی تھے مگر اخیر میں جو کچھ نجاست نکلی وہ ظاہر ہے۔

**بقیہ حاشیہ در حاشیہ:** وہ تبدیل کئے جاویں کیونکہ ہمیں غیروں کی زبان سے کیا غرض ہے ہر ایک کو اپنی ہی زبان میں دیکھنا چاہیئے کہ ہماری زبان میں اس لفظ یا نام کے کیا معنی ہیں۔ ویسا ہی ہندوؤں اور آریوں کو اپنے ناموں کے معنی اپنی زبان سنسکرت میں دیکھنے چاہئیں۔ نہ کہ زبان فارسی وعربی میں۔ لیکن ہم کو تو اس کے برعکس یہ معلوم ہوتا ہے کہ دیانند جی اسکے پیرو سنسکرت زبان کے الفاظوں کو فارسی زبان کے الفاظوں کا مغلوب سمجھکر سنسکرت الفاظ ترک کرتے رہے ہیں مثلاً جب یہ سمجھ لیا کہ زبان فارسی میں اسیر باد کے معنی قید ہونے کے ہیں تو اس لحاظ سے انہوں نے سنسکرت لفظ اشیرباد کو تیاگ دیا اور بجائے اسکے نمستے قرار دیا حالانکہ جو لفظ اشیرباد ہے وہ سنسکرت میں اچھے معنی رکھتا ہے اور بہت پرانا لفظ ہے اور منوسمرتی اور دیگر معتبر کتب ہنود میں بہت جگہ پایا جاتا ہے نہیں بلکہ اسکے استعمال کے لئے نہایت درجہ کی تاکید بھی کی گئی ہے دیکھو منوسمرتی ادھیائے ۲ شلوک ۱۲۶ ترجمہ جو شخص اشیرباد دینے کا کلام کو نہیں جانتا اسکو پرنام کرنا نہ چاہیئے وہ شودر کی مانند ہے اور یہ کہ ہر کہ ومہ پر ظاہر ہے کہ مختلف زبانوں کے بعض بعض الفاظ و نام آپس میں کسی قدر مشابہ ہوا کرتے ہیں لیکن انکے معنوں میں بہت بڑا اختلاف پایا جاتا ہے اور یہ کسی حال میں ممکن نہیں کہ ہر ایک نام یا الفاظ کے معنی تمام زبانوں میں اچھے یا برے آپس میں موافق ہوں اگر ہم کو اس سبب سے الفاظ و اسمائے ترک و تبدیل کرنے پڑیں تو تمام جہان کے الفاظ ترک و تبدیل کرنے پڑیں گے جو محض ناممکن ہی نہیں بلکہ سخت بے وقوفی ہے اور دیانند جی کے پیرو کے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے کہ ہندو نام اس قوم کا محمدیوں کے فلاں بادشاہ نے فلاں زمانے میں رکھا تھا اور باوجود علم اور ہوش رکھنے کے اس قوم کے بزرگوں نے بخوشی باجبراً اپنے پر عاید کر لیا تھا اور یہ سب پر روشن ہے کہ ہندو راجوں اور عالموں نے سوائے دیانند جی اور انکے پنتھ والوں کے کبھی کوئی اعتراض اس پر نہیں کیا۔ اور ہندوؤں کے پستکوں میں اس نام

**قولہ** جس قدر براہین احمقیہ میں الہامات لکھے ہیں سب انہیں فن و فریب سے بنائے گئے ہیں۔
**اقول** ۔ فن و فریب تو دیانند کا خاصہ ہے جو اسی کے قومی بھائی اندرمن نے ثابت کرکے بھی دکھلا دیا پھر اس کی تعلیم سے تم لوگوں کا خاصہ جو چوری کرنے سے بھی نہ ڈرے اور براہین احمدیہ کا نام براہین احمقیہ کرکے بار بار لکھنا یہ بیہودہ تمہاری تہذیب ہے ۔ ان بیدوں نے بجز گالیوں اور بدزبانیوں کے اور کیا سکھایا؟ جا بجا اول سے آخر تک یہی شرتیاں ویدوں میں پائی جاتی ہیں کہ اے اندر ایسا کر کہ ہمارے سارے دشمن مرجائیں اُن کے بچے مرجائیں اور ہمیشہ کے لئے ان کی دولت ان کا مال اُن کی گوئیں گھوڑے زمین وغیرہ سب ہم کو مل جاتے۔ لیکن اندر کی خدائی تو خوب ثابت ہوئی کہ ایک طرف دعائیں تو یہ اور دوسری طرف بجائے دشمنوں کے ہلاک ہونے کے آپ ہی ہندو لوگ تباہ ہوتے گئے چنانچہ مدت دراز سے یہودیوں کی طرح بجز محکومیت اور غلامانہ اطاعت کے اور کسی جگہ اس قوم کی سلطنت باقی نہیں رہی ۔ کیا اس سے

**بقیہ حاشیہ در حاشیہ** ۔ رواج پایا جاتا ہے مثلاً گورو نانک صاحب کے آدگرنتھ میں بار بار اس قوم کا نام ہنود لکھا ہوا موجود ہے اور نیز گوبند سنگھ صاحب جو زبان فارسی میں بھی اچھی مہارت رکھتے تھے انکو کبھی یہ نہ معلوم ہوا کہ جس قوم میں ہم لوگ ہیں ان کا نام محمدیوں کی جانب سے بہت برا رکھا گیا ہے اسلئے وہ نام تبدیل کیا جاوے اور غور کا مقام ہے کہ اکبر بادشاہ جو بے تعصب مشہور ہے اور جس کے عہد میں بہت ہندو دانا امیر اور وزیر اور زبان فارسی میں پوری لیاقت اور آزادانہ طور پر گذران کرچکے ہیں اس وقت انہوں نے بھی اس نام پر کچھ اعتراض نہیں کیا پس جس حال میں ہندوؤں کے بزرگ اس نام پر صاد دیتے اور اپنے پر قبول کرتے رہے ہیں اور کوئی اعتراض اس پر نہیں کیا تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس نام کو اچھا جانتے تھے ۔ فتدبر ۔ اور دیانند جی یا ان کے پیروں کا یہ فرمانا کہ ہندو نام ہماری قوم کا محمدیوں نے رکھا ہے ۔ بالکل غلط اور محض دہوکا ہے۔ کیونکہ یہ نام ان کتابوں میں پایا جاتا ہے جو محمد صاحب کی پیدائش سے بہت پہلے لکھی گئی تھیں مثلاً استر کی کتاب جو یہودیوں کی مقدس کتابوں میں درج ہے اور محمد صاحب کی پیدائش سے ایک ہزار برس پیشتر لکھی گئی تھی اس کے پہلے باب کی پہلی آیت میں ہے یہ وہی اخسویرس یعنی شیر شاہ ہے جو ہندوستان سے کوش تک سلطنت کرتا تھا پھر فلاویس جوسیفس جو ایک بڑا یہودی مورخ گذرا ہے اور ۳۷ء میں پیدا ہوا تھا اور محمد صاحب کی پیدائش سے قریباً چھ سو برس پیشتر ہو گذرا ہے وہ اپنی تواریخ کی کتاب کے آٹھویں حصہ کے باب ۵ میں یوں لکھتا ہے کہ حیرام شاہ سور نے چند آدمی جو سمندر کے حال سے خوب واقف تھے سلیمان کے پاس بھیجے تا کہ وہ یہاں جہاز رانی کریں اور بادشاہ نے ان کو سرزمین اوفیر میں بھیجا کہ جس کا نام اوریا اجیر سوفیر ہے اور یہ زمین ہندوستان سے متعلق اور یہاں کا سونا نہایت عمدہ ہوتا ہے پس ظاہر ہے کہ محمد صاحب کی پیدائش سے بہت پہلے یہ ملک ہندوستان کے نام سے نامزد اور مشہور و معروف تھا اور اغلباً اسکے باشندے ہندو کہلاتے تھے

ہر اختم ٹامس ہاول از ہنود ادنجاب

گورو نانک صاحب اور گورو گوبند سنگھ نے ہندو لفظ استعمال کیا ہے

نمبر صفحہ طبع اول ۳۵

ثابت نہیں ہوتا کہ ویدک رشی الہام الٰہی سے بالکل خالی اور قبولیت الٰہی سے بالکل بے بہرہ تھے جن کی ہزاروں دعاؤں کا خاک بھی اثر نہ ہوا بلکہ الٹی پڑیں الہامی دعا کا ظہور میں نہ آنا اس الہام کے جھوٹے ہونے کی نشانی ہے اور نیز ایسا پرمیشر دعا کیوں کر قبول کر سکے جس کی نسبت لکھا ہے کہ وہ سوم کا رس پینے سے زندہ اور فربہ رہتا ہے ورنہ اس کی خیر نہیں دیکھو دسمر ادہیا اشٹک اول رگ وید۔ اور ہمارے الہامات کا نام فریب رکھنا یا فریب سے بنایا جانا دعوے کرنا یہ اس وقت ہندو زادوں کو زیبا تھا کہ جب ہمارے بلانے پر وہ ہمارے دروازہ پر آ بیٹھتے لیکن ہم نے **سرمہ چشم آریہ** میں چہل روزہ اشتہار بھی جاری کر کے دیکھ لیا کسی ہندو نے کان تک نہیں ہلایا خیال کرنا چاہیئے کہ جو شخص تمام دنیا میں اپنے الہامی دعوے کے اشتہار بھیج کر ہر قسم کے مخالفوں کو آزمایش کے لئے بلاتا ہے اس کی یہ جرأت اور شجاعت کسی ایسی بنا پر ہو سکتی ہے جو نرا فریب ہی کیا جس کی دعوت اسلام و دعویٰ الہام کے خطوں نے امریکہ اور یورپ کے دور دور ملکوں تک ہل چل مچا دی ہے کیا ایسی استقامت کی بنیاد صرف لاف و گزاف کا خس و خاشاک ہے کیا تمام جہاں کے مقابل پر ایسا دعوے وہ مکار بھی کر سکتا ہے کہ جو اپنے دل میں جانتا ہے کہ میں جھوٹا ہوں اور خدا میرے ساتھ نہیں۔ افسوس آریوں کی عقل کو تعصب نے لے لیا۔ بغض اور کینہ کے غبار سے اُن کی آنکھیں جاتی رہیں۔ اب اس روشنی کے زمانہ میں وید کو خدا کا کلام بنانا چاہتے ہیں نہیں جانتے کہ اندر اور اگنی کا مدت سے زمانہ گذر گیا۔ کوئی کتاب بغیر خدائی نشانوں کے خدا تعالےٰ کا کلام کب بن سکتی ہے اور اگر ایسا ہی ہو تو ہر ایک شخص اٹھ کر کتاب بنا دے اور اس کا نام خدا تعالےٰ کا کلام رکھ لیوے۔ اللہ جلّ شانہٗ کا وہی کلام ہے جو الٰہی طاقتیں اور برکتیں اور خاصیتیں اپنے

ویدک رشیوں کی دعائیں قبول نہ ہوئیں۔

**نوٹ**:- امریکہ سے ابھی ہمارے نام ایک چٹھی آئی ہے جس کے مضمون کا خلاصہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے صاحب من ایک تازہ پرچہ اخبار اسکاٹ صاحب سیہ اوستی میں میں نے آپ کا خط پڑھا جس میں آپ نے انکو حق دکھانے کی دعوت کی ہے اس نے مجھ کو اس تحریک کا شوق ہوا میں نے مذہب بدھ اور برہمن مت کی بابت بہت کچھ پڑھا ہے۔ اور کسی قدر تعلیمات زردشت و کنفیوشس کا مطالعہ بھی کیا ہے لیکن محمد صاحب کی بابت بہت کم۔ میں راہ راست کی نسبت ایسا مذبذب رہا ہوں اور اب بھی ہوں کہ گو میں عیسائی گروہ کے ایک گرجا کا امام ہوں۔ مگر سوائے معمولی اور اخلاقی نصیحتوں کے اور کچھ سکھلانے کے قابل نہیں غرض میں سچ کا متلاشی ہوں۔ اور آپ سے اخلاص رکھتا ہوں۔ آپ کا خادم الگزنڈر آر وب

الگزنڈر رسل وب کی چٹھی حضرت مسیح موعود کے نام

اندر رکھتا ہے۔ سو آؤ جس نے دیکھنا ہو دیکھ لے وہ قرآن شریف ہے جس کی صدہا روحانی خاصیتوں
میں ایک یہ بھی ہے کہ سچے پیرو اُس کے ظلی طور پر الہام پاتے ہیں اور تا دم مرگ رحمت اور
برکت اُنکے شامل ہوتی ہے سو یہ خاکسار اُسی آفتاب حقیقت سے فیض یافتہ اور اسی دریائے
معرفت سے قطرہ بردار ہے اب یہ ہندو روشن چشم جو اس الٰہی کاروبار کا نام فریب رکھ رہا ہے
اس کے جواب میں لکھا جاتا ہے کہ ہر چند اب ہمیں فرصت نہیں کہ بالمواجہ آزمائش کے لئے ہر
روز نئے نئے اشتہار جاری کریں اور خود رسالہ سراج منیر نے ان متفرق کارروائیوں سے ہمیں
مستغنی کر دیا ہے۔ لیکن چونکہ اس وزد منش کی روبہ بازیوں کا تدارک ازبس ضروری ہے جو
مدت سے برقع میں اپنا منہ چھپا کر کبھی اپنے اشتہاروں میں ہمیں گالیاں دیتا ہے کبھی ہم پر
تہمتیں لگاتا ہے اور فریبوں کی طرف نسبت دیتا ہے اور کبھی ہمیں مفلس بے زر قرار دیکر
یہ کہتا ہے کہ کس کے پاس مقابلہ کے لئے جاویں وہ تو کچھ بھی جائداد نہیں رکھتا ہمیں کیا دیگا
کبھی ہمیں قتل کرنے کی دھمکی دیتا ہے اور اپنے اشتہاروں میں ۲۷۔ جولائی ۱۸۸۶ء سے تین
برس تک ہماری زندگی کا خاتمہ بتلاتا ہے۔ ایسا ہی ایک بیرنگ خط میں بھی جو کسی انجان کے ہاتھ
سے لکھایا گیا ہے۔ جان سے مار دینے کے لئے ہمیں ڈراتا ہے۔ لہٰذا ہم بعد اس دعا کے کہ یا
الٰہی تو اس کا اور ہمارا فیصلہ کر اس کے نام یہ اعلان جاری کرتے ہیں اور خاص
اسی کو اس آزمائش کے لئے بلاتے ہیں کہ اب برقعہ سے منہ نکال کر ہمارے سامنے آوے اور اپنا نام و
نشان بتلاوے اور پہلے چند اخباروں میں شرائط متذکرہ ذیل پر اپنا آزمائش کے لئے ہمارے
پاس آنا شایع کرے اور پھر بعد تحریری قرارداد چالیس دن تک امتحان کے لئے ہماری
صحبت میں رہے اگر اس مدت تک کوئی ایسی الہامی پیش گوئی ظہور میں آگئی جسکے مقابلہ سے
وہ عاجز رہ جائے تو اسی جگہ اپنی لمبی چوٹی کٹا کر اور رشتہ بے سود زنار کو توڑ کر اُس
پاک جماعت میں داخل ہو جائے جو لا الٰہ الا اللہ کی توحید سے اور محمد رسول اللہ
کی کامل رہبری سے گم گشتگان بادیہ شرک و بدعت کو صراط مستقیم کی شاہ راہ پر لاتے جاتے
ہیں پھر دیکھئے کہ بے انتہا قدرتوں اور طاقتوں کے مالک نے کیسے ایک دم میں اندرونی
آلائشوں سے اُسے صاف کر دیا ہے اور کیونکر نجاست کا بھرا ہوا لتہ ایک صاف اور پاک
پیرایہ کی صورت میں آگیا ہے لیکن اگر کوئی پیشگوئی اس چالیس دن کے عرصہ میں ظہور میں نہ
آئے تو چالیس دن کے ہرجانہ میں سو روپیہ یا جس قدر کوئی ماہواری تنخواہ سرکار انگریزی میں

پا چکا ہو اس کا دو چند ہم سے لے اور پھر ایک وجہ معقول کے ساتھ تمام جہان میں ہماری نسبت منادی کرا دے کہ آزمایش کے بعد میں نے اس کو فریبی اور جھوٹا پایا۔ یکم اپریل ۱۸۸۷ء سے اخیر مئی ۱۸۸۷ء تک اسے مہلت ہے اور یہ بھی واضح رہے کہ اسکے اطمینان کے لئے روپیہ کسی برہمو صاحب کے پاس رکھا جائے گا جو دونو فریق کے لئے بطور ثالث ہوں اور وہ برہمو صاحب ہمارے جھوٹا نکلنے کی حالت میں خود اپنے اختیار سے جو پہلے بذریعہ تحریر خاص ان کو دیا جائے گا اس آریہ فتحیاب کے حوالے کر دیں گے اور اگر اب بھی روپیہ لینے میں دھڑکا ہو تو اس عمدہ تدبیر پر کہ خود آریہ صاحب سوچیں عمل کیا جائیگا مگر روپیہ بہر صورت ایک معزز برہمو صاحب (ثالث) کے ہاتھ میں رہے گا۔ لہذا ہم تاکیداً اُس آریہ صاحب کو جس نے ہمارا نام فریبی رکھا الہامات ربانی کو سراسر فریب قرار دیا۔ پورانے وحشی آریوں کی طرح ہمیں گندیاں گالیاں دیں۔ جان سے مارنے کی دھمکیاں سنائیں باواز بلند ہدایت کرتے ہیں کہ ہماری نسبت تو اس نے دشنام دہی میں جہاں تک گند اس کی سرشت میں بھرا ہوا تھا سب نکالا لیکن اگر وہ حلال زادہ ہے تو اب امتحان کیلئے بہ پابندی شرائط متذکرۂ بالا سیدھا ہمارے سامنے آ جائے تو ہم بھی دیکھ لیں کہ اس فرشتہ خوشستہ زبان کی شکل کیسی ہے اور اگر اخیر مئی ۱۸۸۷ء تک مقابل پر نہ آیا اور نہ اپنی مادری خصلت سے باز رہا تو دیکھو میں بعد شاہد حقیقی کے زمین آسمان اور تمام ناظرین اس رسالہ کو گواہ رکھکر ایسے یاوہ گو اور جنگ جو کو مندرجہ ذیل انعام جو فی الحقیقت نیش زنی اور رہزنی اور ظالم منشی کی حالت میں اُسی کے لایق ہے دیتا ہوں۔ تا میں دیکھوں کہ اب وہ سوراخ سے نکل کر باہر آتا ہے یا اس نیچے لکھے ہوئے انعام کو بھی نگل جاتا ہے۔ اور وہ انعام بحالت اُس کے نہ آنے اور بھاگ جانے کے یہ ہے۔

۱۔ ایک لعنت ________________

۲۔ دو لعنت ________________

۳۔ تین لعنت ________________

۴۔ چار لعنت ________________

۵۔ پانچ لعنت ________________

۶۔ چھ لعنت ________________

۷۔ سات لعنت ———————————————

۸۔ آٹھ لعنت ———————————————

۹۔ نو لعنت ———————————————

۱۰۔ دس لعنت ———————————————

## تِلْکَ عَشَرَۃٌ کَامِلَہ

اب ہم اس موقعہ پر اُن چند آریہ صاحبوں کا نام درج کرتے ہیں جو ہماری بعض الہامی پیشگوئیوں کے گواہ ہیں یوں تو ظاہر ہے کہ آج کل باعث ایک تعصبی آگ کے بھڑکنے کے جو آریوں کو پیروں سے لیکر دماغ تک جلا رہی ہے ایسی اس قوم کی ایک دفعہ حالت بدل گئی ہے کہ اگر کسی قدر شریف آدمی بھی ان میں ہیں تو وہ بھی کھڑپنچوں کے شور و غوغا کے خوف سے دبے بیٹھے ہیں کیونکہ ایمانی قوت تو رکھتے ہی نہیں کہ تا اُن بک بک کرنے والوں کی لعن و طعن کی کچھ پروا نہ رکھیں۔ بلکہ ایک ہی دبکی سے مثلاً اسی قدر کہنے سے کہ برادری سے نکالے جاؤ گے لڑکے لڑکیاں بیاہی نہیں جائیں گی رشتے ناطے سب چھوٹ جائیں گے لالہ صاحبوں کے رنگ زرد اور بدن پر لرزہ شروع ہو جاتا ہے اور پھر تو وہ حالت ہو جاتی ہے کہ جسقدر کسی مسلمان پر تہمت بہتان الزام لگانا چاہیں یا جو کچھ افترا پردازوں کی طرف سے اشتہار وغیرہ کے چھپوانے کی تجویز ہو جھٹ پٹ دستخط کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں اسی ترکیب سے آج کل قادیان کے ہندو اشتہارات جاری کر رہے ہیں۔

این نہ از خود ہست جوش جان شان
دست کھڑپنچاں کشد دامان شان

غرض یہ لوگ جو سراسر افترا کے طور پر اشتہارات جاری کرتے رہتے ہیں اور پھر ان میں اکثر گندے لفظ اور گالیاں بھی دیتے ہیں تو در اصل اس کا یہی باعث ہے کہ وہ اپنے خواہ نخواہ کے جمعداروں پر ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ہم سچے دل سے مسلمانوں کے ذاتی دشمن ہیں اور ایسے پختہ ہیں کہ سر جاوے۔ دہرم جائے۔ ایمان جاتے مگر بازی نہ جاتے سو اب اسی بنا پر سب کارروائی ہوتی ہے اور لالہ شرمپت اور ملاوامل ساکنان قادیان کی طرف سے جو ایک اشتہار شایع ہوا تھا جو ہم مرزا کو فریبی جانتے ہیں ملہم من اللہ نہیں سمجھتے وہ بھی درحقیقت قومی دباؤ کی بھبھبٹ چڑھائی گئی تھی ورنہ جو واقعی بات ہے اس کو تو ان کا جی خوب جانتا ہے

لالہ شرمپت اور ملاوامل کی طرف سے اشتہار اور روکی کچھ دباؤ کی وجہ سے ہے

مگر اسی خیال سے جو ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں ان ہر دو آریوں نے بھی افتراؤں پر کمر بستہ کر رکھی ہے اور یہ خیال یک لخت بھلا دیا کہ ہمارے سر پر خدا بھی ہے سو چونکہ خدا تعالیٰ کا قانون قدرت ایک اقبالمند کے لئے جیسے دوستوں کے وجود کو چاہتا ہے ایسے ہی دشمنوں کے وجود کو بھی۔ اس لئے ہم ان دشمنوں کے وجود کو بھی خالی از حکمت نہیں سمجھتے کیونکہ شمع صداقت کے لئے پروانوں کا ہونا بھی ضروری ہے۔ آفتاب باوجود اتنی مقدار اتنی بلندی اور اتنی تیز شعاعوں کے دشمنوں سے امن میں نہیں اور دشمن بھی وہی جو درحقیقت اسی کے آوردہ اور دست پروردہ ہیں۔ ایک طرف بادل اُس کا دشمن ہے جو اس کی نورانی صورت پر اپنی سیاہ چادر کا پردہ ڈالنا چاہتا ہے۔ اور ایک طرف غبار اس سے عداوت کر رہی ہے جو اس کے صافی چہرہ پر دھبہ لگانا چاہتی ہے لیکن آفتاب انہیں اپنے نور کشفی سے کہتا ہے کہ اے بادل تو کیوں اتنا اونچا ہوتا ہے تو عنقریب قطرہ قطرہ ہو کر بصد انکسار زمین پر گریگا۔ اور اے غبار تو اس کے ساتھ ہی معدوم ہو جائے گی سو خیال تعصبات مذکورہ بالا یہ تو ہم جانتے ہیں کہ آج کل آریوں کے اجتماعی جوش نے جو **افاقة الموت** کی طرح آخری دم میں ان میں پیدا ہو گیا ہے بے طرح انہیں بے خوف اور چالاک کر رکھا ہے جس سے وہ اپنے پرمیشر کے پرمیشرپنا کو ہی جواب دیتے جاتے ہیں اور راست گوئی اور حیا اور شرم سے بھی فارغ ہو بیٹھے ہیں۔ لیکن چونکہ سچائی ایک ایسی چیز ہے جو کسی نہ کسی حکمت عملی سے اپنا چہرہ نورانی دکھا ہی دیتی ہے۔ اس لئے آخر ہمیں بھی سوچتے سوچتے ایک تدبیر چور پکڑنے کی سوجھ گئی اور وہ یہ ہے کہ اسی رسالہ میں ایک فہرست ایسی پیشگوئیوں کی جن کے آریہ لوگ گواہ ہیں لکھی جائے اس طرح پر کہ اول نمبر شمار اور پھر نام آریہ اور پھر بمحاذی ہر یک نام کے جدا جدا ان پیشگوئیوں کی تفصیل لکھی جائے جن کے وقوع کا گواہ وہ آریہ ہو جس کا محاذات میں نام درج ہو اور پھر ایسے نقشہ اسموار کے شایع ہونے کے بعد جو ابھی لکھا جاتا ہے۔ قادیان کے آریوں پر جو فساد پھیلانے کی جڑ ہیں فرض ہو گا کہ اگر وہ حقیقت میں ہمیں فریبی سمجھتے ہیں تو اسی قادیان میں ایک جلسہ عام میں ایک ایسی قسم کھا کر جو ہر یک شہادت کے نیچے لکھی جائے گی ان الہامی پیشگوئیوں کی نسبت لاعلمی ظاہر کریں تب ہم بھی ان کا پیچھا چھوڑ دیں گے۔ اور اس قادر مطلق کے حوالہ کر دیں گے۔ جو دروغ گو کو بے سزا نہیں چھوڑتا۔ اور بے عزتی سے اپنے مالک کا نام لینے والے کو ایسا ہی بے عزت کرتا ہے جیسا کہ وہ جھوٹی قسم اللہ جل شانہ کی کھا کر اس ذوالجلال کی عزت کی کچھ پرواہ نہیں کرتا۔ لیکن اگر اب بھی آریوں نے

آریوں کا جوش افاقة الموت کے مشابہ ہے

یہ کھلا کھلا فیصلہ نہ کیا اور صرف جعلسازی کی اوٹ میں دور سے تیر مارتے رہے اور گھر میں کچھ اور باہر کچھ اور اخباروں اشتہاروں میں کچھ اور دوسرے لوگوں کے پاس کچھ کہتے رہے تو اے ناظرین آپ لوگ سمجھ رکھیں کہ یہی ان کی ہٹ دھرمی اور دروغ گوئی کی نشانی ہے بہرحال اب اس جلسہ کی نہایت ضرورت ہے تاہم بھی دیکھ لیں کہ سچ کا اختیار کرنا اور جھوٹھ کا تیاگنا کہاں تک اُن میں پایا جاتا ہے واضح رہے کہ جس قدر ہم نے الہامات نیچے درج کئے ہیں یہ محض بطور نمونہ درج کئے گئے ہیں اور بہت سی الہامی پیشگوئیاں جن کے یہی آریہ لوگ اور اُن کے دوسرے بھائی گواہ ہیں بخوف طوالت چھوڑ دی گئی ہیں لیکن بوقت انعقاد جلسہ سب کا ذکر ہوگا۔ ؎

خوش بود گر محک تجربہ آید بمیاں
تا سیہ روئے شود ہر کہ در وغش باشد

اب چند الہامی پیشگوئیاں بطور نمونہ نقشہ ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

چند الہامی پیشگوئیاں

| نمبر | نام آریہ | کس الہام یا کشف کا گواہ |
| --- | --- | --- |
| ۱ | کیسو رام آریہ بھائی کشن سنگھ ساکن قادیان | محمد حیات خاں جج کا اس جرم سے رہائی پا جانا جس میں وہ ماخوذ ہو کر اور بطرح زیر عتاب گورنمنٹ آکر ایک مدت تک معطّل رہا ایک نہایت بعید از قیاس بات تھی سو اُن دنوں میں میں نے اس کے حق میں بہت سی دعا کی کیونکہ اس خاندان سے کسی قدر مخلصانہ اس کا تعلق تھا۔ چنانچہ بفضلہ تعالےٰ انجام اس کا مجھ پر کھل گیا۔ اور میں نے قبل از وقوع پانچ یا چھ ماہ کے قریب تخمیناً ساٹھ یا ستر آدمیوں کو ہندو اور مسلمانوں میں سے اور نیز اس آریہ کو اسکے انجام بریّت کے ایسے نازک وقت میں خبر دے دی۔ کہ جب کہ حیات خاں کی نسبت پر خوف افواہیں اڑ رہی تھیں یہاں تک کہ اس کے پھانسی مل جانے کا بعضوں کو خطرہ تھا سو اگر اس گواہ کے نزدیک یہ بیان صحیح نہیں ہے تو اسکو چاہئے کہ جلسہ مجوزہ میں اس مضمون کی قسم کھاوے کہ میں اپنے پرمیشر کو حاضر ناظر جان کر سچے دل سے اس کی قسم کھاتا ہوں کہ یہ پیشگوئی ہرگز مجھ کو نہیں بتلائی گئی اور اگر بتلائی گئی ہو اور میں نے جھوٹ بولا ہے تو اسے سرب شکتی مان پرمیشر |

| نمبر | نام آریہ | کس الہام یا کشف کا گواہ |
| --- | --- | --- |
| | وہی آریہ | مجھ پر اور میرے عیال پر کسی دکھ کی مار سے اپنی تنبیہ نازل کر |
| ۲ | لالہ ملاوامل کھتری ساکن قادیان | ملاوامل کو دق کی بیماری ہو گئی جب وہ خطرہ کی حالت میں پڑ گیا تو اس کے لئے دعا کی گئی۔ الہام ہوا۔ قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَّ سَلَامًا یعنی اے تپ کی آگ ٹھنڈی ہو جا پھر خواب میں دکھایا گیا کہ میں نے اس کو قبر سے نکال لیا ہے یہ الہام اور خواب دونو قبل از وقوع اسکو بتلائی گئی چنانچہ چند ہفتہ کے بعد اس کو شفا ہو گئی پھر ایک دن صبح کو الہام ہوا کہ آج ارباب لشکر خاں کے قرابتیوں میں سے کسی کا روپیہ آئے گا آزمایش کے طور پر یہی آریہ صاحب ڈاکخانہ میں گئے اور دس روپیہ آنے کی خبر لائے جو ارباب سرور خاں لشکر خاں کے بیٹے نے بھیجے تھے اگر یہ بیان سچ نہیں ہے تو ملاوامل کو چاہیے کہ جلسہ مجوزہ میں اس مضمون کی قسم کھاوے کہ میں اپنے پرمیشر کو حاضر ناظر جان کر سچے دل سے اس کی قسم کھاتا ہوں کہ یہ دونوں قسم کی پیشگوئیاں ہرگز مجھ کو نہیں بتلائی گئیں اگر بتلائی گئی ہوں اور میں نے جھوٹ بولا ہے تو اے سرب شکتی مان پرمیشر مجھ پر اور میرے عیال پر کسی دکھ کی مار سے اپنی تنبیہ نازل کر۔ اور واضح رہے کہ ملاوامل نے اپنے خط ۱۴ اگست ۱۸۸۵ء میں جو میر عباس علی صاحب کی طرف اس نے لکھا تھا جو ہمارے پاس موجود ہے ان دونوں پیشگوئیوں کی سچائی کا اقرار بھی کر لیا ہے۔ |
| ۳ | لالہ شرمپت رائے کھتری ساکن قادیان | لالہ شرمپت رائے کا بھائی کسی فوجداری مقدمہ میں ماخوذ ہو گیا تھا چیف کورٹ میں اپیل تھا لالہ شرمپت نے دعا کیلئے کہا چنانچہ کئی دفعہ دعا کی گئی آخر قبولیت دعا ہو کر عالم الغیب کی طرف سے ظاہر کیا گیا کہ مثل چیف کورٹ سے دوبارہ تفتیش کے لئے واپس آئیگی اور پھر چھوڑ دیا جائیگا۔ پر اس کا دوسرا برہمن رفیق جس کا نام خوشحال ہے رہائی نہیں پائیگا جب تک پوری پوری قید بھگت نہ لے سو یہ خبر قبل از ظہور عین خوف و خطر کے وقت میں لالہ شرمپت کو بتلائی گئی اور پھر جب پوری ہوئی تو بذریعہ تحریر اس کو یاد دلایا گیا تو اس نے جواب لکھ کر بھیجا کہ اس لئے یہ انجام آپ پر کھولا گیا۔ کہ آپ نیک بخت ہیں دوسری دلیپ سنگھ کی نسبت پیش از وقوع اس کو بتلایا گیا کہ پیشگوئی کے طور پر معلوم ہوا ہے کہ پنجاب کا آنا اسکے |

ملاوامل کو بیماری سے شفا ہونے کی پیشگوئی

ڈاک خانہ سے روپے ملنے کی خبر دی گئی

لالہ شرمپت کے بھائی کے مقدمہ کی پیشگوئی

دلیپ سنگھ کی نسبت پیشگوئی

| نمبر | نام آریہ | کس الہام یا کشف کا گواہ ہے |
| --- | --- | --- |
| | وہی آریہ | لئے مقدر نہیں یا تو بیمر جائیگا اور یا ذلت و بے عزتی اٹھائے گا۔ اور اپنے مطلب میں ناکام رہیگا تیسری پنڈت دیانند کی بابت اس کی موت سے دو مہینے پہلے لالہ شرمپت کو اطلاع دی گئی کہ اب وہ بہت ہی نزدیک مرجائیگا۔ بلکہ کشفی حالت میں میں نے اسکو مردہ پایا۔ چوتھی ایک اپنے زمینداری مقدمہ کی نسبت جو شرکا کے ساتھ دائر تھا اور کئی سال مختلف عدالتوں میں ہوکر چیف کورٹ تک پہنچا مجھے دعا کرنے کے بعد یہ الہام ہوا تھا کہ اجیب کل دعائک الا فی شرکائک یعنی میں تیری ساری دعائیں جو تونے کیں قبول کروں گا۔ پر شرکا کے بارے میں نہیں۔<br>سو آخر اس مقدمہ میں شرکا کو فتح ہوئی اول اول تو ابتدائی عدالتوں میں شرکا مغلوب رہے پر آخر چیف کورٹ میں قطعی طور پر فتح پا گئے شاید پچاس سے زیادہ لوگوں کو اس الہام کی خبر ہوگی اور منجملہ ان کے یہ لالہ صاحب بھی ہیں جنکو شروع مقدمات کے ابتدا میں ہی یہ الہام سنا دیا گیا تھا۔<br>پانچویں۔ ایک مرتبہ مسجد میں بوقت عصر یہ الہام ہوا کہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ تمہاری ایک اور شادی کروں یہ سب سامان میں خود ہی کروں گا اور تمہیں کسی بات کی تکلیف نہیں ہوگی۔ اس میں یہ ایک فارسی فقرہ بھی ہے ہرچہ باید نو عروسے را ہماں سامان کنم۔ و آنچہ مطلوب شما باشد عطائے آن کنم۔ اور الہامات میں یہ بھی ظاہر کیا گیا کہ وہ قوم کے شریف اور عالی خاندان ہونگے چنانچہ ایک الہام میں تھا کہ خدا نے تمہیں اچھے خاندان میں پیدا کیا۔ اور پھر اچھے خاندان سے دامادی تعلق بخشا سو قبل از ظہور یہ تمام الہام لالہ شرمپت کو سنا دیا گیا پھر بخوبی اسے معلوم ہے کہ بغیر ظاہری تلاش اور محنت کے محض خدا تعالے کی طرف سے تقریب نکل آئی یعنی نہایت نجیب اور شریف اور عالی نسب سید سندی جو خواجہ میر درد صاحب مرحوم دہلوی کے روشن خاندان کی یادگار ہیں جن کی علو خاندان کو دیکھ کر بعض نوابوں نے انہیں لڑکیاں دی تھیں جیسے نواب امین الدین خاں والد بزرگوار نواب علاؤالدین خاں والئی ریاست |

پنڈت دیانند کی موت کی پیشگوئی

ایک مقدمہ کی نسبت پیشگوئی

الہام اجیب کل دعائک الا فی شرکائک

دوسری شادی کے متعلق پیشگوئی

| نمبر | نام آریہ | کس الہام یا کشف کا گواہ ہے۔ |
|---|---|---|
| | وہی آریہ | لوہارو کی لڑکی مابین ناصر نواب صاحب خسر اس عاجز کے بڑے بھائی کو بیاہی گئی ایسے بزرگوار خاندان سادات سے یہ تعلق قرابت اس عاجز کو پیدا ہوا اور اس نکاح کے تمام ضروری مصارف تیاری مکان وغیرہ تک ایسی آسانی سے خدا تعالےٰ نے بہم پہنچائے کہ ایک ذرہ بھی فکر کرنا نہ پڑا۔ اور اب تک اسی اپنے وعدہ کو پورے کئے چلا جاتا ہے۔<br>چھٹی وہ پیشگوئی مندرجہ نمبر ایک جس کا کیسوں والا آریہ گواہ ہے۔ لالہ شرمپت بھی اسکے گواہوں میں داخل ہے۔ اب میں کہتا ہوں کہ اگر یہ تمام پیشگوئیاں جو لکھی گئی ہیں لالہ شرمپت انکو سچ نہیں سمجھتا اور سراسر افترا خیال کرتا ہے تو اس پر چین فرض و سراسر واجب ہے کہ ایک عام جلسہ منعقد کرکے بدیں مضمون ہمارے سامنے قسم کھاوے کہ میں اپنے پرمیشر کو حاضر و ناظر جان کر سچے دل سے اس کی سوگند کھاتا ہوں کہ ان الہامی پیشگوئیوں میں سے مجھے کسی کی خبر نہیں اور نہ مجھے کوئی بتلائی گئی۔ اور نہ کوئی بات میرے روبرو پوری ہوئی۔ اور اگر اس بیان میں میں نے جھوٹ بولا ہے تو اے پرمیشر سرب شکتی مان مجھ پر اور میری اولاد پر کسی دکھ کی مار سے اپنی تنبیہ نازل کر۔ |
| ۴ | بشنداس برہمن ولد ہیرا سنگھ | بشن داس برہمن ولد ہیرا نند کو اس الہام سے خبر دی گئی تھی کہ آج ایک صاحب عبداللہ خاں نام کا ڈیرہ اسمٰعیل خاں سے خط آنے والا ہے اور وہ کچھ روپیہ بھی بھیجیگا چنانچہ یہ آریہ آزمائش کی غرض سے آپ ہی ڈاک خانہ میں گیا اور عبداللہ خاں اکسٹرا اسسٹنٹ کا خط لایا جو ڈیرہ اسمٰعیل خاں سے آیا تھا جسکے ساتھ دس روپے بھی آئے تھے سو اسی طرز کی قسم سے بشنداس مذکور سے بھی دریافت ہونا چاہئے اس شخص نے ہزارہا آریہ ساکن بٹالہ کے روبرو اس الہام کے دیکھنے کا اقرار بھی کیا تھا۔ |
| ۵ | بیجناتھ برہمن | بیجناتھ برہمن ولد بھگت رام کو کشفی طور پر اطلاع دی گئی تھی کہ ایک برس کے عرصہ تک تجھ پر مصیبت نازل ہونیوالی ہے اور کوئی خوشی کی تقریب بھی ہوگی چنانچہ اس پیشگوئی پر اسکے دستخط کرلئے گئے جو اب تک موجود ہیں پھر بعد ازاں ایک برس کے عرصہ میں اس کا باپ جوانی کی عمر میں ہی فوت ہوگیا اور اسی دن ان کی شادی کی تقریب بھی پیش تھی بیٹی کی بیاہ تھا پیشگوئی بھی حلفاً مگر اسی قسم کی حلف سے دریافت ہونی چاہئے |

بشنداس برہمن کو قبل از وقوع ایک امر کی خبر دی گئی

بیجناتھ برہمن کے متعلق پیشگوئی

اس قدر الہامی پیشگوئیاں ہم نے بطور نمونہ لکھدی ہیں۔ اور باقی عین جلسہ کے وقت میں پیش کی جائیں گی۔ اگر قادیان کے آریہ لوگ اپنی لاعلمی کی قسم کھالیں گے تو پھر ہندوؤں کے لئے بات کرنے کے لئے ایک گنجائش نکل آئے گی بہرحال اب ہمارے مخالف آریہ اس تجویز کو خواہ منظور کریں یا نہ کریں لیکن یاد رکھیں کہ اگر فیصلہ منظور ہے تو ہزار بل پھیر کھا کر آخر اسی راہ پر قدم مارنا پڑیگا۔ ہندی مثل مشہور ہے **سر چٹے اور کوڑ نکھٹے** جلسہ عام میں نمونہ مذکورہ کی قسم کھا لینا بس حد ہے جس سے فیصلہ ہو جائیگا۔ ورنہ کس قدر حیا اور شرم سے دور ہے کہ محض جھوٹے افتراؤں کے ذریعہ سے کوشش کیجائے کہ تمام الہامات فن و فریب سے بناتے جاتے ہیں خیال کرنا چاہئے کہ اس بھلے مانس ہندو نے اپنے اس رسالہ میں جس کا نام **فن و فریب غلام احمد کی کیفیت** رکھا ہے کس قدر دروغ بے فروغ کی اپنے دل سے ہی عبارت بنالی ہے جس کو وہ اپنے اس رسالہ کے صفحہ ۴۲ میں لکھتا ہے چنانچہ بجنس عبارت اس کی ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

اب تازہ الہام سُنئے قادیان میں جان محمد کشمیری مرزا کی مسجد کے امام کا پانچ سالہ لڑکا سخت بیمار ہو کر قریب المرگ ہو گیا تھا۔ اس وقت کی حالت زار دیکھکر بیوقوف سے بیوقوف اس کو کوئی دم کا مہمان جانتا تھا۔ اس حال پر اختلال میں امام صاحب مرزا کے پاس گئے اور مرزا پہلے اس لڑکے کو بچشم خود بھی دیکھ چکا تھا۔ امام صاحب نے کل حال مکرر عرض کرکے کہا کہ آپ مجیب الدعوات ہیں (اس لفظ سے اس ہندو کی لیاقت علمی ظاہر ہے) دعا کیجئے مرزا صاحب نے فرمایا کہ آپ کے آنے سے اول ہی الہام ہوا کہ اس لڑکے کے لئے قبر کھود و۔ مرزا کے منہ سے یہ کلمہ نکلنا ہی تھا کہ امام صاحب کے ہوش باختہ ہو گئے۔ واقعی کیوں نہ ہوتے کہ فقط یہی ایک لڑکا تھا وہ بھی پچھلی عمر کا۔ مرزا تو نیم حکیم خطرہ جان ہی تھا۔ مگر پرماتما بھی جھوٹوں کو جھوٹا کرنے کے لئے عجیب قدرت دکھلاتا ہے کہ جب امام مذکور بحالت زار نزار گھر کو واپس آیا تو اثر الہام برعکس پایا یعنی لڑکے کے آثار رو بصحت دیکھے۔ غرض کہ منہ منحوس سے یہ کلمہ نکلنا ہی تھا کہ دمبدم لڑکے کو آرام ہونے لگا۔ جب لوگوں نے مجیب الدعوات صاحب (یہ وہی لفظ ہندو کی لیاقت کا ہے) کی ہنسی اڑائی تو جواب دیا کہ الہام غلط نہیں ہو سکتا۔ دائم یہ بچہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ تمام ہوا قصہ پر افترا آریہ کا۔

اب دیکھنا چاہئے کہ وہ کنجر جو ولد الزنا کہلاتے ہیں وہ بھی جھوٹھ بولتے ہوئے شرماتے ہیں مگر ان آریوں میں اس قدر بھی شرم باقی نہ رہی جس قوم میں اس جنس کے شریف و امین لوگ ہیں وہ کیا کچھ تحریفیں نہیں کریں گے۔ اب اس نیک ذات آریہ پر فرض ہے کہ ایک جلسہ کرا کر ہمارے روبرو اس بہتان

کی تصدیق کرادے تا اصل راوی کو حلف سے پوچھا جاتے اور اس بے اصل بہتان کے لئے نہ صرف ہم اس راوی کو حلف دیں گے بلکہ آپ بھی حلف اُٹھائیں گے۔ فریقین کے حلف کا یہ مضمون ہوگا کہ اگر سچ سچ اپنے حافظہ کی پوری یادداشت سے بلا ذرہ کم و بیش ہم نے بیان نہیں کیا تو اے خدائے قادر مطلق اور اے پرمیشر سرب شکتی مان ایک سال تک اپنے قہر عظیم سے ایسی ہیبتناک کسی کر اور ایسا ہیبت ناک عذاب نازل فرما کہ دیکھنے والوں کو عبرت ہو اور پھر ایک سال تک آسمانی عذاب سے اصل راوی محفوظ رہا تو ہم اپنے جھوٹا ہونے کا خود اشتہار دے دیں گے کیونکہ ہم یقیناً جانتے ہیں کہ خدا تعالےٰ ایسے بہتان صریح کو بے فیصلہ نہیں چھوڑے گا یہ تو ہمارے لئے اور ہر ایک ملہم من اللہ کے لئے ممکن بلکہ کثیر الوقوع ہے جو کوئی خواب یا الہام مشتبہ طور پر معلوم ہو جس کی احتمالی طور پر کئی معنی کئے جائیں۔ مگر یہ افترا کہ قطعی طور پر ہمیں الہام ہوگیا کہ دین محمد جان محمد کا لڑکا اب مرے گا۔ اس کی قبر کھودو یہاں تک کہ جان محمد کو یہ خبر دی کہ اب دین محمد تیرا لڑکا ضرور مرے گا دین محمد کے نام پر الہام ہوچکا قبر کھودنے کا حکم ہوا۔ اور وہ خبر سنکر روتا روتا گھر تک گیا۔ یہ جھوٹ کی نجاست کس نے کھائی ہے ایسا ایماندار ذرہ ہمارے سامنے آوے لیکن اب بھی اگر راقم رسالہ اپنی دزد منشی کی عادت کو نہیں چھوڑے گا اور جلسہ عام میں راوی کی قسم دلانے سے تصفیہ نہیں کرے گا تو وہی دس لعنتوں کا تحفہ جو پہلے اس کو ہم دے چکے ہیں اب بھی موجود ہے۔

۱۔ ایک لعنت

۲۔ دو لعنت

۳۔ تین لعنت

۴۔ چار لعنت

۵۔ پانچ لعنت

۶۔ چھ لعنت

۷۔ سات لعنت

۸۔ آٹھ لعنت

۹۔ نو لعنت

۱۰۔ دس لعنت

قولہ۔ صدہا پنڈتوں نے یہ بات ثابت کی ہے کہ پرماتما نے اول اول ہی رشیوں کو وید اقدس

کا اپدیش کیا اُسکے مطابق رشیوں نے سب علم و ہنر ظاہر کیے

ویدوں کی شرتیاں قدیم نہیں۔

اقول۔ میں کہتا ہوں کہ کھلی کھلی سچائی کے آگے تنگ کم پرست پنڈتوں کے حیلے بہانے کیا پیش جا سکتے ہیں۔ ویدوں کی شرتیاں خود ثابت کر رہی ہیں کہ وہ قدیم نہیں ہیں دیکھو رگ وید اشٹک اول پہلا ادہیائے انوک سکت اشرتی (۲) ایسا ہو کہ اگنی جس کی مہما زمانہ قدیم اور زمانہ حال کے رشی کرتے چلے آئے ہیں۔ دیوتاؤں کو اس طرف متوجہ کرے۔ سو جب کہ وید آپ ہی قائل ہیں کہ انکے ظہور سے پہلے ایک زمانہ گذر چکا ہے۔ عارف اور الہام یاب بھی گذر چکے ہیں تو اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وید بہت پیچھے ہوئے ہیں چنانچہ سائنا چارج وغیرہ بھاشئے کاروں نے یہی معنی لکھے ہیں اور پھر اسی رگ وید میں ایسے بادشاہوں کا بھی ذکر ہے جو ان ویدوں کے وجود سے پہلے گذر چکے ہیں اور محققین نے ثابت کر لیا ہے کہ جن رشیوں کے نام سکتوں پر درج ہیں اکثر اُن کے قریب قریب بیاس جی کے زمانہ سے ہوئے ہیں اور ویدوں سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ویدوں کے زمانہ میں اصلی باشندے اس ملک کے اور تھے جو کسی اور کتاب کو الہامی تسلیم کئے بیٹھے تھے اور ویدوں اور ویدوں کے دیوتاؤں کو نہیں مانتے تھے اسی جہت سے اکثر باہم لڑائیاں ہوتی رہتی تھیں یہی رائے پروفیسر ولسن صاحب نے جابجا اپنے وید بھاش میں لکھی ہے۔ افسوس ہندو لوگ اردو اور انگریزی ترجمہ ویدوں کو ایسا برا جانتے ہیں کہ ان کی طرف نظر کرنا بھی نہیں چاہتے اور سنسکرت تو ایسی نابود ہے کہ مشکل سے یقین کیا جاتا ہے کہ لاکھ ہندوؤں میں سے کوئی ایک ایسا بھی سنسکرت دان ہو کہ ویدوں کو صاف طور پر پڑھ سکے پھر اس تعصب اور اس نادانی کی کچھ نہایت ہے کہ نادیدہ ویدوں کی نسبت خواہ نخواہ قدامت کا دعوے کئے بیٹھے ہیں اور سمیر پربت کی طرح ایک خیالی بزرگی کا تاج اُسکو پہنایا گیا ہے خیال کرنا چاہیئے کہ بدھ جی کس قدر نامی و مشہور عارف اور پنڈتوں کے سرتاج گذرے ہیں جن کی عالی تحقیقاتوں کے آگے دیانندی خیالات ایک تودہ گوبر سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے وہ اپنے بدھ شاستر (ادہیائے ۲ سوترا) میں فرماتے ہیں کہ وید پرمیشر کا کلام نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ ان کے زمانہ کی تاریخ جو بیان کی گئی ہے وہ بالکل خلاف واقع اور جھوٹ ہے اور نیز ان میں کلام الٰہی ہونے کا کوئی نشان پایا نہیں جاتا۔ اور ان کے مطالب و مضامین خلاف عقل ہیں اب دیکھنا چاہیئے کہ بدھ جی جیسے نامی پنڈت سے بڑھ کر جن کی بزرگی کے پچاس کروڑ کے نزدیک لوگ قائل ہو رہے ہیں۔ اور کونسی شہادت ہے اور اگر ہے تو وہ پیش کرنی چاہیئے۔ ویدوں کو ابتدا سے کسی آریہ دیس کے دانا نے تسلیم نہیں کیا اور پھر چند ظالم برہمنوں نے اس مطلب کے حصول کے لئے ہزارہا خون بھی کر دیا۔

بدھ جی کہتے ہیں کہ وید پرمیشر کا کلام نہیں

کہ شاستروں سے ظاہر ہے۔ لیکن ان نیک خیال ہندوؤں نے بڑی استقامت سے جانیں دیں۔ مگر وید کی مشرکانہ تعلیموں کو قبول نہ کیا۔ صرف ویدوں کے نہ ماننے کی وجہ سے ہزاروں محققوں اور عارفوں اور دانشمند آریوں کے سر کاٹے گئے اور شریر برہمنوں نے ایسے ایسے نیک دل اور پاک خیال لوگوں کو قتل کیا جن کی اس گروہ میں نظیر ملنا مشکل ہے اگر ویدوں میں کچھ سچائی ہوتی تو شریف آریہ جو دانشمند اور فلاسفر تھے کیوں ویدوں سے اس قدر بیزار ہو جاتے کہ ایک ایک ہو کر مارے گئے مگر ویدوں کو قبول نہ کیا۔ اگر ویدوں کی کسی ایک آدھ شرتی سے یہ مضمون بھی نکلتا ہو کہ وہ پرانی ہیں تو قابل تسلیم نہیں کیونکہ دعوے بلا دلیل ہے جس کو دوسری شرتیاں خود رد کرتی ہیں اور اگر یہ کہو کہ منوجی ویدوں کو کسی قدر پرانا ہی ٹھہراتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ بے دلیل گواہی منو کی ہو یا غیر منو کی وہ قابل اعتبار نہیں اور پھر سمجھنا چاہئے کہ بدھ جی کے مقابل پر منوجی کی حیثیت کیا ہے کیا کچھ بھی شرم نہیں آتی۔

واضح رہے کہ دیانندنے ستیارتھ پرکاش وغیرہ رسائل میں قدامت ویدوں کے لئے بہت کچھ ہاتھ پاؤں مارے آخر ہر طرف سے نومید ہو کر برہمنوں کا روزنامچہ دلیل ٹھہرایا مگر یاد رہے کہ یہ دلیل بالکل ہیچ اور نکمی ہے۔ یہ نہایت مشہور واقعہ اور سب کا مانا ہوا تسلیم کیا ہوا ہے کہ اصلی روزنامچہ (تتھی پتر) راجہ بھوج کے زمانہ سے چار سو برس پہلے گم ہو گیا تھا یعنی بدھ مذہب کے عروج کے زمانہ میں اور یہ جو اب برہمنوں کے ہاتھ میں ہے یہ تو ایک جعلی چیز ہے جو سراسر نفرت کے لایق اور ذرہ قابل اعتبار نہیں۔ اس میں خلاف عقل اور بیہودہ سوانح تو بہت لکھے مگر سکندر اعظم کا ذکر کہاں ہے جس کا ذکر کرنا روزنامہ کی حیثیت سے بہت ضروری تھا۔ ایسا ہی پرانے سکوں کی شہادت سے ثابت ہوتا ہے کہ ڈیڑھ سو سال تک یونانیوں کی بادشاہی ہندوستان میں

---

ویدوں کی تالیف کا زمانہ انگریز محققوں کے نزدیک

**فٹ نوٹ**:۔ یورپ کے محققوں نے بڑی چھان بین کے بعد ویدوں کی تالیف کا زمانہ چودھویں صدی قبل از سنہ عیسوی قرار دیا ہے اور ان کی اس رائے کا صحیح ہونا نہایت پختگی کے ساتھ ایک مقام سے جسکو سر ایڈورڈ کالبرک صاحب نے بیدوں میں سے دریافت کیا ہے صحیح ٹھہرتا ہے چنانچہ تشریح اس کی وہ یوں لکھتے ہیں کہ ہر بید میں علم ہیئت کا ایک ایک رسالہ اس غرض سے لگا ہوا ہے کہ جنتری کی ترتیب معلوم ہو وے اور اس سے فرائض منصبی کے اوقات دریافت ہو جایا کریں پس وہ صریح اور قطعی دلیل جس پر انہوں نے اپنی مذکورہ بالا رائے قایم کی ہے یہ ہے کہ جو مقام راس سرطان اور راس جدی کا اس رسالہ میں قرار دیا ہے وہ وہی مقام ہے جو چودھویں صدی قبل السنہ عیسوی میں تھا

رہی ہے مگر اس روزنامہ میں اس واقعہ طویلہ کی نسبت جس نے ڈیڑھ صدی ختم کی اشارہ تک بھی پایا نہیں جاتا تو پھر کیا اس بیہودہ اور پرفریب جعل کا نام روزنامچہ رکھنا چاہئیے۔ انگلستانی مورخوں نے بڑی تحقیقات کرکے ثابت کیا ہے کہ ویدوں کا زمانہ چار ہزار برس کے اندر اندر پایا جاتا ہے اور میری دانست میں ویدوں کا زمانہ معلوم کرنے کے لئے خود ویدوں کا ہی غور سے پڑھنا کافی ہے اصل بات یہ ہے کہ ہندو لوگ تاریخ کے بہت کچے ہیں اور جھوٹھ بولنا اور لاف مارنا اور مبالغہ کرنا شاید ان کے مذہب میں ثواب میں داخل ہے کیونکہ کوئی قول و فعل ان کا دروغ گوئی یا بیہودہ مبالغات سے خالی نہیں پایا جاتا چنانچہ مہابھارت رامائن بھاگوت منوشاستر اور دوسرے پرانوں اور خود ویدوں کے پڑھنے سے یہ عادت ان کی صاف ثابت ہوتی ہے

ویدوں کی قدامت ان کی فضیلت کی دلیل نہیں

بالاخر اگر ہم اس قدر صاف اور روشن ثبوتوں سے قطع نظر کرکے فرض کے طور پر مان بھی لیں کہ وید کسی قدر پرانے ہیں تو کیا بغیر ثابت ہونے ذاتی خوبیوں کے صرف کسی قدر پرانا ہونا ان کو خدا تعالےٰ کا کلام بنا دے گا۔ ہرگز نہیں۔ ظاہر ہے کہ بزرگی بعقل است نہ بسال۔ حکما جنہوں نے علم حیوانات میں تحقیق کی ہے وہ لکھتے ہیں کہ سنگ پشت یعنی **کچھوے** کی عمر بڑی ہوتی ہے یہاں تک کہ بغیر کسی خارجی صدمہ کے شاذ و نادر مرتا ہے۔ بہت **کچھوے** ایسے ہونگے کہ جو ابتدائی زمانہ میں پیدا ہوکر اب تک زندہ موجود ہیں پس اگر ویدوں کی قدامت بغیر ثبوت اُن کے اندرونی کمالات کے تسلیم بھی کرلی جائے تو غایت درجہ اُن کا مرتبہ ایک **کچھوے** کے مانند ہوگا غرض صرف پیرانہ سالی فضیلت پر ہرگز دلیل نہیں ہوسکتی۔ بلکہ بغیر حصول کمالات معنوی کے سن و سال میں پورانا ہوجانا اسی مثل کا مصداق ہوگا کہ **گوسالہ ما پیر شد گاؤ نشد** اور جیسا کہ ہم بیان کرچکے ہیں ویدوں کے پورانے ہونے پر کوئی دلیل بھی نہیں ہاں اگر یہ کہو کہ ویدوں کا پرعیب ہونا ہی اُن کے پرانے ہونے پر دلیل ہے تو شاید یہ وجہ قبول ہوسکے کیونکہ پیری و صد عیب چنیں گفتہ اند۔ پھر ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ بجز ذاتی کمالات کے جس قدر خارجی بزرگیاں ہیں خواہ وہ کبر سن ہو یا کثرت دولت یا حصول حکومت یا شرف قومیت وغیرہ وغیرہ وہ سب ہیچ ہیں اور صرف انہیں کے لحاظ سے بزرگی کا دم مارنا گدھوں کا کام ہے نہ انسانوں کا۔ ہمیں نے سنا ہے کہ **لارڈ الینبرا صاحب** بہادر کی بیوی جو پہلے زمانہ میں ہندوستان کے **گورنر جنرل** تھے کہ

بقیہ حاشیہ: دونوں اصول کا تھا۔ یہ کچھ شک نہیں کہ بیدوں کی تالیف اسی زمانہ میں ہوئی تھی (ماخوذ از تاریخ ہند مولفہ الفنسٹن صاحب)

بزرگ خاندان میں سے تھی جو قدیم ہونے کا دعوےٰ کرتا تھا پھر اس پر دوسری بزرگی اس لیڈی صاحبہ کو یہ حاصل ہوئی جو لاٹ صاحب کی جورو تھی۔ اب اس کے ذاتی کمالات کا بھی حال سنئے کہتے ہیں کہ یہ عورت اب تک زندہ ہے اور اگرچہ جائز طور پر تو خصم بھی کر چکی ہے مگر آشناؤں کی کچھ گنتی نہیں اور اکثر آشناؤں کے ساتھ بھاگتی بھی رہی ہے پھر آخر عبدل نامی مسلمان نعیم خانساماں سے نکاح کیا اور اس کے تلے بھی نہ ٹھہری۔ اب فرمائیے حضرت کہ اس عورت کی دونوں بزرگیاں اس ذاتی بے شرمی کے ساتھ کچھ مقابلہ کر سکتی ہیں۔ سو آپ کا وید پرانا ہی سہی فرض کرو کہ بابا آدم سے پہلے کا ہے لیکن ہم مکرر عرض کرتے ہیں کہ صرف قدامت کی وجہ سے بزرگ نہیں ٹھہر سکتا۔ مگر شاید جاہلوں کی نظر میں ہاں اگر وید کی بزرگی ثابت کرنی ہے اور ربانی کلام ہونے کا ثبوت دینا ہے تو اس میں دکھلانا ہے تو اس کی ایسی ذاتی خوبیاں اور اندرونی خاصیتیں اور برکتیں دکھلاؤ جن کی وجہ سے وہ ایسا بے نظیر ہو جیسا کہ خدا تعالیٰ بے نظیر ہے کیونکہ ہم سمجھتے ہیں کہ جو چیز خدا تعالیٰ سے صادر ہے اس کی مثل بنانے پر کوئی بشر قادر نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ ایک مکھی کے بنانے سے بھی تمام مخلوق عاجز ہے۔ دوسری ہمیں یہ بھی صریح نظر آتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے صرف اپنے قول ہی میں نہیں بلکہ اپنے فعل میں بھی اپنے ارادوں کو ظاہر کیا ہے۔ سو قول اور فعل کا تطابق بھی ضروری ہے۔ تیسرے ہم یہ بھی وجدان کے طور پر پاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے اپنی پاک اور کامل صفتوں کی طرف ہمیں بھی ایک روحانی میلان بخشا ہے۔ یا یوں کہو کہ طبعی طور پر ایک ایسی قوت حاسہ ہمیں عطا کی گئی ہے جس سے ہم فی الفور معلوم کر جاتے ہیں کہ کونسی صفات خدا کی شان کے لائق ہیں۔ اور کون کونسی صفتیں منافی شان الوہیت ہیں۔ سو ربانی کلام کی شناخت کرنے کے لئے یہی تین علامتیں ہیں مگر کیا یہ علامتیں ویدوں میں پائی جاتی ہیں ہرگز نہیں۔ پنڈت دیانند جنہوں نے نرکت اور نگھنٹو کی معتبر کتب کا بیان کیا ہے انکو وید کا یہ خلاصہ ہاتھ لگا کہ جس چیز کو پرمیشر کہا جاتا ہے وہ کروڑہا قدیم اور انادی اور غیر مخلوق وجودوں میں سے ایک وجود ہے جو وجوب ہستی میں ان سے مساوی اور قدیم ہونے میں ان کے برابر اور باعتبار وجودی انتشار کے ان سے نہایت کم ہے۔ اب ہم دیانند کو آفرین نہیں تو اور کیا کہیں جس نے ویدک توحید ایسی ثابت کی کہ پرانے مشرکوں کے بھی کان کاٹے کیونکہ گو قدیم مشرک ویدوں کے ماننے والے اب تک یہ تو مانتے آئے تھے کہ ہمارے ویدوں میں سورج چاند اگنی اور اندر وغیرہ کی ضرور پوجا لکھی ہے اور ان سے مرادیں مانگنے کا حکم ہے

۱۶

ربانی کلام کی شناخت کی تین علامتیں

ویدک اصولوں کی چند خرابیاں

مگر یہ پاک مسئلہ ویدوں کا ابھی تک ان کو بھی نہ سوجھا تھا کہ ذرہ ذرہ اپنی ہستی میں خدا سے بے نیاز اور قدامت میں اس سے برابر اور باعتبار وجودی انتشار کے اس سے بڑھ کر ہے یہہ ویدک گیان دیانند ہی کے حصہ میں تھا دیکھو اب اس وید کے اصول میں کس قدر خرابیاں ہیں اول تو جب پرمیشر ہر یک چیز کا سہارا اور ہر یک ظہور کا مظہر اصلی نہ ہوا تو پھر کا ہے کا پرمیشر ہوا صرف کروڑہا قدیم وجودوں میں سے وہ بھی ایک وجود ٹھہرا جو ان قدیمی باشندوں میں سے صرف ایک باشندہ ہے۔ دوسری بڑی بھاری یہ خرابی کہ وجودی انتشار کے لحاظ سے وہ بے شمار روحوں کے مقابل پر ایک ذرہ کی طرح ٹھہرا کیونکہ بلاشبہ دو قدیم الوجود کا وجودی انتشار ایک قدیم سے بہت زیادہ ہوتا ہے۔ پس جب کہ کروڑہا روحیں جن کا شمار اسی خالق کو معلوم ہے وید کے رو سے قدیم اور واجب الوجود ٹھہریں تو پرمیشر بچارہ کا وجود اُن بے شمار قدیم وجودوں کے آگے کیا ہستی اور حقیقت رکھتا ہے بلاشبہ بہت سے قدیم وجودوں کا وجودی انتشار ایک وجود سے اسقدر زیادہ ہوگا کہ اسکو کچھ بھی اُن سے نسبت نہیں ہوگی تیسری بڑی شنیع خرابی یہ ہے کہ جب پرمیشر کی روح اور دوسری تمام روحیں قدامت اور واجب الوجود ہونے میں ایک ہی خصلت اور سیرت اور خاصیت رکھتی ہیں تو وہ خواہ نخواہ متحد الحقیقت بھی ہونگی*۔ لیکن **ستیارتھ پرکاش** کے صفحہ ۲۶۳ میں پنڈت دیانند اقرار کرچکے ہیں کہ روح ایک دقیق جسم ہے جو بدن سے نکلنے کے بعد شبنم کی طرح زمین پر گرتی ہے اور پھر ٹکڑے ٹکڑے

وید کے رو سے پرمیشر کی روح دوسری تمام روحوں کے ساتھ متحد الحقیقت ہے

**فٹ نوٹ**:۔ ویدوں میں اس بات کا بہت تذکرہ ہے کہ پرمیشر کی روح اور دوسری چیزوں کی روح متحد الحقیقت ہیں چنانچہ **یجروید** میں ایک شرتی یہ ہے جس کے آتما (روح) کہتی ہے کہ وہ پرمیشر جو سورج میں ہے میں ہی ہوں۔ دیکھو یجروید ادھیائے چالیسواں منتر سترہ۔ پھر رگ وید بھاگ ۲۔ سکت ۹۰۔ منڈل ۱۰ منتر اول میں لکھا ہے کہ پرمیشر کی ہزار آنکھیں اور ہزار سر اور ہزار پاؤں ہیں دوسرے منتر میں ہے کہ سب روحیں اسی کی روح ہیں اور جو کچھ ہے وہی ہے اور تھا بھی وہی۔ اور منتر چہارم میں ہے کہ زمین کی تمام مخلوقات اس کا چوتھا حصہ ہے اور تین حصے آسمان پر ہیں یہ وہ شرتیاں ہیں جن سے ویدانت کے مسائل نکالے گئے ہیں۔ اب پنڈت دیانند کے چیلے خواہ ان شرتیوں کے معنی کسی طور پر کریں مگر بہرحال یہ تو خود دیانند کے اقرار سے اور نیز ان شرتیوں سے ثابت ہے کہ پرمیشر کی روح اور دوسری روحیں متحد الحقیقت ہیں پس جب کہ دوسری روحیں وید کے رو سے ایک جسم دقیق ہیں تو ایسا ہی پرمیشر کی روح بھی ایک جسم دقیق ٹھہری منہ

ہو کر کسی گھاس پات وغیرہ پر پھیل جاتی ہے۔ اب ہمارا اعتراض یہ ہے کہ اگر روح وجسم جسمانی چیز ہے تو اس سے لازم آگیا کہ بموجب ہدایت وید پرمیشر بھی ضرور جسم وجسمانی ہوگا اور وہ بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو کر زمین پر گرنے اور کھائے جانے کے قابل ہے شاید اسی خاصیت کی روسے اندر پرمیشر کی روح زمین پر گر کر کوسیکارشی کی جورو کے پیٹ میں جا ٹھہری تھی جس کی نسبت رگ وید اشٹک اول میں صاف صاف یہی بیان درج ہے اب اے آریو! مبارک باد کہ تمہارے پرمیشر کی ساری حقیقت کھل گئی۔ اور خود دیانند کی گواہی سے ثابت ہو گیا کہ تمہارا پرمیشر ایک دقیق جسم ہے جو دوسری روحوں کی طرح زمین پر گرتا اور ترکاریوں کی طرح کھایا جاتا ہے تبھی تو وہ کبھی رامچندر بنا اور کبھی کرشن اور کبھی مچھ اور ایک مرتبہ خوک یعنی سور بن کر اور خوکوں کی موافق غذائیں لطیف کھا کر اپنے درشن کرنے والوں کو خوش کر دیا تعجب کہ جن کے پرمیشر کا یہ حال ہو وہ قرآن شریف پر اعتراض کریں کہ اس میں ایسی کوئی آیت نہیں کہ خداتعالےٰ کو جسم وجسمانی ہونے سے پاک قرار دیتی ہو۔ حالانکہ قرآن شریف کی پہلی آیت ہی یہی ہے کہ خداتعالےٰ جسم اور جسمانی ہونے سے پاک ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے **الحمد للّٰہ رب العالمین** یعنی خدا ہی کو سب تعریف اور حمد اور مدح ہے۔ وہ کیسا ہے؟ تمام عالموں کا رب ہے۔ جس کی ربوبیت ہر یک عالم کے شامل حال ہے اب ظاہر ہے کہ عالم ان چیزوں کا نام ہے جو معلوم الحدود ہونے کی وجہ سے ایک صانع محدد پر دلالت کریں اور لفظ عالم کا اسی معلوم الحدود ہونے سے مشتق کیا گیا ہے اور جو چیز معلوم الحدود ہے وہ یا تو جسم اور جسمانی ہوگی اور یا روحانی طور پر کسی حد تک اپنی طاقت رکھتی ہوگی جیسے انسان کی روح گھوڑے کی روح گدھے کی روح وغیرہ وغیرہ حدود مقررہ تک طاقتیں رکھتی ہیں پس یہ سب عالم میں داخل ہیں۔ اور وہ جو ان سب کا پیدا کنندہ اور ان سے برتر ہے وہ خدا ہے۔ اب غور سے دیکھنا چاہئے کہ خداتعالےٰ نے اس آیت میں نہ صرف یہ ظاہر کیا کہ وہ جسم اور جسمانی ہونے سے برتر ہے بلکہ یہ بھی ثابت کر دیا کہ یہ تمام چیزیں معلوم الحدود ہونے کی وجہ سے ایک خالق کو چاہتی ہیں۔ جو حدود اور قیود سے پاک ہے۔ اب ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ آریوں کی عقل کو کس قدر تعصب نے مار لیا ہے کہ جو مضمون قرآن شریف کی پہلی آیت سے نکلتا ہے اس پر بھی نظر نہیں کی اور علمیت کا یہ حال      کہ یہ بھی خبر نہیں کہ عالم کسے کہتے ہیں حالانکہ عالم ایک ایسا لفظ ہے جو ہر ایک فلسفی اور حکیم اس کے یہی معنی بتاتا ہے اور قرآن شریف کی عام اصطلاح میں اول سے اخیر تک یہی معنی اس کے لئے

گئے اور دنیا کی تمام الہامی کتابوں کے پابند بجز تیرے اندھوں کے یہی معنی لیتے ہیں۔ سو اس فاش غلطی سے آریوں کی دماغی روشنی کی حقیقت کھل گئی اب ایک چلو پانی میں ڈوب رہیں کہ ایسی فاش غلطی کھائی۔ ہم انشاءاللہ رسالہ **قرآنی طاقتوں کے جلوہ گاہ** میں یہ ثابت کرکے دکھلائیں گے کہ وید تو خود دشمن صفات الٰہی ہیں اور کوئی دوسری کتاب بھی ایسی نہیں جو صفات الٰہی کے پاک بیان میں قرآن شریف کا مقابلہ کر سکے ہاں بائبل میں کچھ صداقتیں تھیں۔ مگر عیسائیوں اور یہودیوں کی خائنانہ دست اندازیوں نے اُن کے خوبصورت چہرہ کو خراب کر دیا۔ اب قرآن شریف کی تو یہ مثال ہے کہ جیسی ایک نہایت عالیشان عمارت ہو جس میں ہر یک ضروری مکان قرینہ سے بنا ہوا ہے نشست گاہ الگ ہے باورچی خانہ الگ خوابگاہ الگ۔ غسل خانہ الگ۔ اسباب خانہ الگ اردگرد نہایت خوشنما باغ اور نہریں جاری اور دیانت دار خادم اور محافظ جابجا موجود۔ لیکن بائیبل کی یہ مثال ہے کہ اگرچہ ابتدائی زمانہ میں کسی قدر اپنے اندازہ پر اس کی بھی عمارت عمدہ تھی ضرورت کے مکان اور کوٹھڑیاں اور نشست گاہ وغیرہ بنی ہوئی تھیں ایک باغیچہ بھی اردگرد تھا۔ اتنے میں ایک ایسا زلزلہ آیا کہ مکان بیٹھ گیا۔ درخت اکھڑ گئے۔ نہروں اور صاف پانی کا نشان نہ رہا۔ اور امتداد زمانہ سے بہت سا کیچڑ اور گندگی اینٹوں پر پڑ گئی اور اینٹیں کہیں کی کہیں سرک گئیں۔ وہ قرینہ کی عمارت اور اپنے اپنے موقعہ پر موزوں اور پاکیزہ مکان جو تھے وہ سب نابود ہو گئے ہاں کچھ اینٹیں رہ گئیں جن کو چوروں نے اپنی مرضی کے موافق جس جگہ چاہا رکھا درختوں کا بھی یہی حال ہوا کیونکہ وہ گر جانے سے بجز جلانے کے اور کسی لائق نہ رہے اب بیابان سنسان پڑی ہے بجز نالائق چوروں کے اور کوئی سچا خادم بھی نہیں اور خود مسمار شدہ گھر اور گرے ہوئے باغ میں سچے خادم کا کیا کام۔

قرآن شریف اور بائیبل کی مثال

خیر عیسائیوں کی خرابیوں کا تو اس جگہ ذکر کرنا موقعہ نہیں صرف آریوں کے تعصبات کو دکھلانا منظور رہے ہیں نے آج تک کسی کی جہالت کا ایسا تعجب نہیں کیا اور نہ کسی کے تعصب میں ایسا حیرت زدہ ہوا جیسا ان سوجا سکھے آریوں کے قول سے کہ قرآن شریف خدا تعالیٰ کو جسم اور جسمانی بتلاتا ہے اور نیز یہ کہ ایسی آیت کوئی نہیں جو خدا تعالیٰ کو جسم اور جسمانی ہونے سے پاک قرار دیتی ہو کیونکہ نہیں کیا وہ جو اپنے کلام کے شروع میں ہی اپنی ذات کو عالمین سے برتر اور سب کا رب بتلاتا ہے۔ وہ اس بات کا قائل ہو سکتا ہے کہ میں عالمین میں داخل اور جسم اور جسمانی ہوں پھر میں کہتا ہوں کہ کیا

وید کے رو سے پرمیشر کی روح دوسری تمام ارواح کے ساتھ متحد الحقیقت ہے

جس کی تعلیم اس قدر عالی ہے۔ کہ اَیْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ۔ فرماتا ہے کہ جدہر منہ پھیرو
ادہر ہی خدا ہے۔ کیا وہ جو کہتا ہے کہ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ نمبر ۱۸ کہ اس کا نور
قدرت ساری زمین و آسمان اور ذرہ ذرہ کے اندر چمک رہا ہے۔ کیا وہ جو فرما رہا ہے کہ اَللّٰهُ
لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ الجزو نمبر ۳ کہ وہی معبود برحق ہر یک چیز کی جان اور ہر یک
وجود کا سہارا ہے کیا وہ جو بتلا رہا ہے کہ لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ الجزو نمبر ۲۵۔ لَا یُدْرِکُهُ
الْاَبْصَارُ وَهُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَارَ کہ اس کی مانند کوئی بھی چیز نہیں۔ بصارتیں اور
بصیرتیں اس کی کنہ کو نہیں پہنچ سکتیں اور اس کو ہر ایک نظر اور فکر کی حدود معلوم ہیں۔ کیا
جس نے یہ کہا کہ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ الجزو نمبر ۲۶۔ کہ میں انسان سے
ایسا نزدیک ہوں کہ ایسی اس کی رگ جان بھی نہیں۔ کیا جس نے یہ فرمایا کہ وَکَانَ اللّٰهُ
بِکُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطًا الجزو نمبر ۵۔ کہ خدا وہ ہے جو ہر یک چیز پر احاطہ کر رہا ہے۔ کیا ایسی پاک
اور کامل کی نسبت کوئی عقلمند شبہ کر سکتا ہے کہ اس نے خدا کو جسم اور جسمانی ٹھہرا کر زمرہ عاجزین
داخل کر دیا ہے۔ مگر جو کچھ ویدوں پر وارد ہوتا ہے میں نہیں جانتا کہ آریہ لوگ اس کا کیا جواب
دے سکتے ہیں ابھی ہم ذکر کر چکے ہیں کہ ویدوں کی رو سے خدا تعالے ایک باریک جسم ہے جو
شبنم کی طرح زمین پر گرنے کے قابل ہے اور انشاء اللہ رگوید کی اور کئی شرتیاں بھی بطور نمونہ
لکھی جائیں گی اور چونکہ خداوند کریم نے لاکھوں دلوں میں ہماری نسبت اخلاص اور محبت کو
ڈال دیا ہے یہاں تک کہ امریکہ اور یورپ کے ملکوں میں بھی بہت سی شہرت دیکر کئی نیک خیال
اور بہت عمدہ سنسکرت دان لوگوں کو اس طرف رجوع دے دیا ہے۔ اسلئے ہمارا یہ بھی ارادہ ہے
کہ اگرچہ کچھ بھی ضرورت نہیں مگر ان دوستوں کی امداد سے اس کا گ بھاشا یعنے سنسکرت
کی اصل شرتیاں اور نیز انگریزی عبارت بھی جو ویدوں کا ترجمہ ہے کبھی کبھی رسالہ میں درج ہوا
کرے۔ کیونکہ بہت سے قابل آدمی اس خدمت کے لئے بھی موجود ہیں اگرچہ ہم ایسا کرنے کو مستعد
ہیں اور توفیق الٰہی نے سارا سامان اس کا مہیا کر دیا ہے مگر پھر بھی آریوں پر ہرگز امید نہیں
کہ وہ اپنے بدنام کنندہ تعصب کا منہ کالا کر کے انصاف کی طرف قدم اٹھاویں کیونکہ صریح
دیکھا جاتا ہے کہ جن انگریزوں نے سنسکرت میں بڑے بڑے کمالات پیدا کئے اور جن لایق
برہموں نے اس گم گشتہ زبان میں بڑی بڑی لیاقتیں پیدا کیں یہاں تک کہ ویدوں کے بھاشی
بنا ئے ان فاضل لوگوں کی رائے کو بھی ان حضرات نے قبول نہیں کیا آپ کو تو انہیں وید کا بھی برابر

بھی علم نہیں صرف دیانندی خیالات پر گذارہ ہے۔ مگر دوسروں کے سامنے باتیں بناتے ہیں ہر ایک عاقل سمجھ سکتا ہے کہ کسی مذہب پر اعتراض کرنے کے لیے اُن کے مسلمہ اصولوں کو معلوم کر لینا کافی ہے کیونکہ درحقیقت اصول ہی مرکز دائرہ مذہب ہوتے ہیں اور انہیں پر بحث ہوتی ہے۔ اگر مسلمانوں کو بغیر سنسکرت پڑھنے کے ہندوؤں کے ساتھ بحث جائز نہیں تو پھر ہندوؤں کو بغیر عربی پڑھنے کے مسلمانوں پر کوئی اعتراض کرنا کب جائز ہے اندرمن کونسی عربی پڑھا ہوا ہے۔ لیکھرام کو کیا ایک آیت پڑھنے کی تمیز ہے اور پھر یہ دونوں نے کو اور کون عربی سے سراسر جاہل کیا استحقاق رکھتے ہیں کہ قرآنی تعلیم اور عقاید کا نکتہ چینی کے طور پر نام بھی لیں۔ انہیں تو اپنی سنسکرت کی بھی خبر نہیں چہ جائیکہ عربی کے دو لفظ بھی جوڑ سکیں یا صحیح پڑھ سکیں اور دیانند تو اردو پڑھنے سے بھی بے نصیب تھا تو پھر کیوں اس نے مسلمانوں کے ساتھ بحثیں کیں اور بہت کچھ وید بھاش اور ستیارتھ پرکاش میں اپنے بدبودار جہالت کا گند چھوڑ گیا سو مسلمان اس طریق پر ہرگز اعتراض نہیں کریں گے کہ کسی کو عربی نہیں آتی بلکہ وہ دیکھیں گے کہ جس بات پر اعتراض کیا گیا ہے وہ درحقیقت ہمارا اصول ہے یا نہیں پھر جیسی صورت ہو ویسا عمل کریں گے۔

پارلیمنٹ لنڈن میں صدہا اپیل ہندوستانی عدالتوں کی انگریزی میں پیش ہوتی ہیں مگر حکام مجوزہ پر ہرگز یہ اعتراض نہیں ہوتا کہ تمہیں تو اردو کی ہی خبر نہیں تم فیصلہ کیا کرو گے۔ کیونکہ جب بیانات فریقین اور گواہوں کی شہادت یا تحریری ثبوت اور ماتحت حکام کی رائیں صحیح طور پر انگریزی میں ترجمہ ہو چکیں پھر اردو کی کیا حاجت رہی سو ہم کہتے ہیں کہ اگر ایسا ہی سودائیوں کی طرح آریوں کے دل میں وہم بیٹھا ہوا ہے تو کیوں وہ بہ ثبت سوامی اپنا نیا عقائد نامہ چھپوا نہیں دیتے جس میں بہ تفصیل لکھا جائے کہ ہم پہلے عقائد مشتہرہ سے دستبردار ہیں اور اب نئے عقیدے ہمارے یہ ہیں پھر دیکھیں کہ ان عقیدوں کی بھی کیسی خبر لی جاتی ہے

میں قطعاً و یقیناً کہتا ہوں کہ عام ہندوؤں کا وید وید کرنا اسی زمانہ تک ہے کہ جب تک انہیں ویدوں کے مضامین کی خبر نہیں کیا خوب ہو کہ گورنمنٹ انگریزی عامہ خلایق کا دہوکا دور کرنے کے لیے ویدوں کا تحت اللفظ اردو ترجمہ ایک ایسی منتخب سوسائٹی سے کراوے جس میں آریوں کے لایق ممبر بھی شامل ہوں اور چند فاضل برہمو اور انگریز بھی اس کمیٹی میں داخل ہوں اور پھر وہ ترجمہ عام طور پر ہندوؤں وغیرہ میں تقسیم کیا جائے۔ ہندوؤں کو ویدوں سے یہاں تک بے خبری ہے

نمبر صفحہ طبع اول | نمبر صفحہ طبع اول

گائے نہ مارنے کا عقیدہ بے بنیاد اور منوشاستر اور وید کے خلاف ہے

کہ گائے بیل کا نہ مارنا بھی ایک مذہبی عقیدہ سمجھا گیا ہے۔ اور کھانا تو درکنار اس کا گوشت دیکھنا
بھی پسند نہیں کرتے حالانکہ منوشاستر جس پر پنڈت دیانند بہت سا اپنی باتوں کا مدار رکھتے ہیں
باآواز بلند کہہ رہا ہے کہ بیل کا گوشت کھانا نہ صرف جائز بلکہ بڑے ثواب کی بات ہے۔ اور
رگ بید اشٹک اول میں لکھا ہے کہ جس کھال سے ہوم کے اعمال ادا ہوتے ہیں وہ ضرور گائے
کی کھال چاہیے مگر اب گائے کے ذبح کرنے سے بڑھ کر ہندوؤں کے نزدیک اور کوئی گناہ کبیرہ
نہیں اگرچہ ابھی تک پہاڑی راجے اپنے مقرری دنوں میں بھینسوں کو تلوار سے کاٹتے ہیں
اور جوالا مکھی اور دوسری کئی جگہوں پر دیویوں کے خوش کرنے کے لئے یہ کام ہوتے رہتے ہیں۔
مگر کبھی تعصب کے پردوں سے اس طرف خیال نہیں آتا کہ یہ اسی ویدک حکم کے آثار باقیہ ہیں پھر وید
ادہیائے چوبیس [۲۴] منتر ۲۷ میں صاف لکھا ہے کہ برہسپتی کے لئے گائے کی قربانی کی جائے اور
رگوید اشٹک ۱ ادہیا ۳ سوکت ۶ میں اس گوشت کے کھانے کی صریح اجازت ہے۔ بلکہ
رگوید منڈل ۶ سوکت ۱۶ میں لکھا ہے کہ گائے کا گوشت سب سے عمدہ خوراک ہے پھر رگ وید
اشٹک ۴ ادہیا ایک میں تذکرہ کے طور پر بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ تین سو بھینسوں
کی سوختنی قربانی ہوئی اور حال میں جو ایک پنڈت صاحب کی طرف سے ایک کتاب کلکتہ
میں چھپی ہے جس کی کاپیاں جابجا مشتہر ہوئی ہیں وہ نہ صرف جائز بلکہ بڑے زور سے یہ دعوے
کرتے ہیں کہ پہلے زمانہ میں گائے کا گوشت بڑے شوق سے کھایا جاتا تھا اور عمدہ عمدہ
چربی وار ٹکڑے برہمنوں کی نذر ہوتے تھے اور رگ وید اشٹک اول کی ایک شرتی کی شرح
میں پروفیسر ولسن صاحب لکھتے ہیں کہ ایک بڑی محکم گواہی وید کی اس بات
پر ہے کہ وید کے زمانہ میں عام طور پر گائے کا گوشت کھایا جاتا تھا اور جابجا ہندوؤں
کی دوکانوں میں بکتا تھا۔

اب انصاف کرنے کی جگہ ہے کہ جس گائے کے کھانے کے لئے یہ تاکیدیں ہیں اب اسکو
حرام سمجھا جاتا ہے۔ کیا اس سے ثابت نہیں ہوتا کہ آریوں کو وید کی کچھ بھی پرواہ نہیں وہ
صرف دکھانے کے دانت رکھتے ہیں نہ کھانے کے پھر سوچنا چاہئے کہ وید کی مشرکانہ تعلیم
کیسی سارے جہان میں مشہور ہو رہی ہے جو دس کروڑ ہندو اس میں گرفتار ہیں جگناتھ اور
گنگا کی طرف کیسے نعرے مارتے ہوئے ایک خلقت چلی جاتی ہے لیکن دیانند کو اسلامی
توحید کا زور و شور دیکھکر اب فکر پڑی کہ وید ہاتھ سے جاتا ہے اس کے لئے کچھ تدبیر کرنی چاہیے

نمبر صفحہ طبع اول

مگر درحقیقت اس نے ویدوں کا کچھ ہنر نہیں دکھلایا۔ بلکہ کئی اور گند اسکے کھول گیا۔ انگلنڈ
امریکہ۔ جرمن فرانس میں ویدوں کا ترجمہ ہزاروں بلکہ لاکھوں کی نظر سے گذرا ہے مگر کسی کی بلا
کو بھی خبر نہیں کہ وید میں توحید بھی ہے۔ انہیں انگریزوں نے قرآن شریف کا ترجمہ کیا تو قرآنی
توحید نے یورپ کے ملکوں میں ہل چل ڈال دی۔ یہاں تک کہ لائیل صاحب اور
جون ڈیون پورٹ وغیرہ نامی انگریزوں نے جن کی کتابیں حمایت اسلام وغیرہ چھپ
کر ہندوستان میں بھی آگئی ہیں قرآنی عظمتوں اور اس کی پاک توحید پر ایسی شہادتیں
دیں کہ باوجود بہت سے موانع تعصب کے انہیں کہنا پڑا کہ فرقان مضامین توحید میں
اور عیوب سے منزہ ہونے میں ایک بے مثل کتاب ہے جس کے عقائد بالکل عقل کے مطابق
اور ایک حکیم کا مذہب ہو سکتا ہے ایسا ہی ایک فاضل انگریز ملینٹ نام جنہوں نے حال
میں اسلام کے متعلق ایک کتاب لکھی ہے وہ اس بات کے قائل ہیں کہ توحید کو دنیا میں دوبارہ
قایم کرنے والے پیغمبر اسلام ہیں انہوں نے وحدانیت الٰہی کو اس اعلیٰ درجہ پر پہنچایا ہے کہ عرب
کے ریگستان میں اب تک توحید کی خوشبو آتی ہے۔

اب بتلانا چاہیئے کہ وید کی توحید کی نسبت کس ثالث نے گواہی دی دونوں ترجمے قرآن اور
وید کے انگلنڈ اور فرانس وغیرہ میں گئے آخر ان ثالثوں کی بھی رائے ہوئی کہ قرآن میں توحید
اور وید میں شرک بھرا ہوا ہے۔

اب ہم اپنی پہلی تقریر کی طرف رجوع کر کے کہتے ہیں کہ ہندوؤں کے لئے یہ نہایت دل توڑنے
والا واقعہ اور سخت صدمہ اٹھانے کی جگہ ہے کہ وہ حقیقی علامتیں ربانی کتاب کی جن کا ابھی
ہم ذکر کر آئے ہیں وید میں پائی نہیں جاتیں۔

(۱) وید میں خدا تعالےٰ کی خوبیاں نہیں بلکہ اس کے نقص اور عیب بیان کئے ہیں کہ وہ ایک
ذرہ کے پیدا کرنے پر بھی قادر نہیں کیونکہ اصل الاصول وید کا وجوب تناسخ ہے اور مسئلہ
دائمی تناسخ کے وجوب کا تبھی قایم رہ سکتا ہے کہ جب ہر ایک چیز کو پرمیشر کی طرح غیر مخلوق
سمجھا جائے اور نیز یہ بھی تسلیم کیا جائے کہ جاودانی مکتی پانے کا راہ مسدود ہے سو کسی
چیز کے پیدا کرنے کی قدرت نہ رکھنا اور ہمیشہ کی مکتی دینے پر بھی قادر نہ ہونا یہ صریح
اس ذات کا نقص اور عیب ہے جس کو تمام کائنات کا خدا اور پرمیشر کہا جاوے

(۲) وید میں روحانی برکتیں اور پاک خاصیتیں بھی نہیں کیونکہ آریہ لوگ بلکہ تمام ہندو

شریف
[illegible] کی
شہادت قرآن
شریف کی
تعلیم کی تصدیق
پر

ویدوں میں
خدا تعالیٰ
کی خوبیاں نہیں
بلکہ نقائص ہیں

خود تسلیم کرتے ہیں کہ بجز وید کے رشیوں کے دوسروں پر حقیقی عرفان کا دروازہ بند ہے حقیقی عرفان باتفاق جمیع عارفین اس معرفت تامہ کا نام ہے جو قال کو حال کے آئینہ میں دکھلاوے اور علم الیقین کو حق الیقین کے مرتبہ تک پہنچاوے یعنی جس گیان کو بچوں کی طرح کتاب میں پڑھا گیا ہے وہ خود اپنے نفس پر وارد بھی ہو جائے جیسا کہ کہا گیا ہے کہ کامل مرید وہ ہے کہ ہو بہو اپنے مرشد کا روپ بن جاوے اور جو کچھ اصلی اور تفصیلی طور پر مرشد پر فیض ہوا تھا اس پر ظلی اور اجمالی طور پر وہی فیض ہو جائے غرض تمام نقوش روحانی میں مرشد کا ایک نمونہ ٹھہر جائے یہی علت غائی کتاب الٰہی اور رسول کی ہے۔ تا ایک چراغ سے ہزاروں چراغ روشن ہو جائیں، لیکن اس عرفان سے وید ہندوؤں کو جواب دے رہا ہے ویدوں کے رو سے یہ بات غیر ممکن ہے کہ کوئی شخص وید کی پیروی کر کے وہ سچا گیان اور عرفان پا سکے جو بقول اُن کے رشیوں کو حاصل ہوا تھا۔ یعنی محض قیل وقال سے ترقی کر کے براہ راست خدا تعالٰے سے مکالمہ و مخاطبہ نصیب ہو جائے۔ حالانکہ وید ہی اس بات کے قائل ہیں کہ بجز سچے گیان کے مکتی نہیں ہو سکتی پس اس سے ثابت ہے کہ خود وید کے اقرار سے بجز چار رشیوں کے اور کسی ہندو کو مکتی نصیب ہی نہیں۔

غرض ویدوں میں کتاب الٰہی ہونے کی یہ علامت پائی نہیں جاتی کہ حقیقی عرفان کا دروازہ نہ صرف چار مجہول الاسم اشخاص پر بلکہ تمام دنیا پر کھلتا ہو پس جب کہ جس مطلب کے لئے کتاب الٰہی آیا کرتی ہے وہ مطلب ہی ویدوں سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور گنہ سے پاک ہونا صرف ہزاروں جونوں کی سزا پر موقوف ہے تو وید کس مرض کی دوا ہیں۔

ویدوں کی تعلیم خدا تعالٰے کے فعل کے مطابق نہیں

(۴) ایسا ہی ہم دیکھتے ہیں کہ خدا تعالٰے کے فعل سے ویدوں کی ہدایت کچھ مطابقت نہیں رکھتی کیونکہ زمین و آسمان پر نظر ڈالنے سے صریح ہمیں نظر آتا ہے کہ خداوند تعالٰے نہایت ہی کریم ہے اور سچ مچ جیسا کہ اس نے فرمایا ہے وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْھَا اس کی نعمتیں شمار سے خارج ہیں مگر ویدوں کی یہ تعلیم ہے کہ ایک ذرہ بطور عطیۂ محض کے عطا نہیں ہوا بلکہ جو کچھ انسانوں کو ان کے آرام کی چیزیں دی گئی ہیں وہ انہیں کے گزشتہ کرموں کا پھل ہے اور ان چیزوں کو ظہور میں لانے والے اصل میں انہیں کے اعمال ہیں گویا زمین آسمان چاند سورج ستارے عناصر نباتات جمادات وغیرہ جن میں انسانی وجود کیلئے فوائد بھرے ہوئے ہیں وہ آریوں کے کسی پہلے نیک کام سے وجود پذیر ہوئے ہیں اور اگر آریو

کے اعمال صالحہ نہ ہوتے تو نہ زمین ہوتی نہ آسمان ہوتا نہ چاند نہ سورج نہ ستارے نہ نباتات نہ جمادات غرض کچھ بھی نہ ہوتا اب اے ناظرین تبلاویں کہ کیا اس سے بیہودہ تر و تیا میں کوئی اور مذہب بھی ہوگا۔ اور نیز ایک طرف تو یہ لوگ گائے بیل گھوڑے وغیرہ حیوانوں کی نسبت یہ کہتے ہیں کہ کسی سابق بدعملی سے یہ پیدا ہوئے ہیں اور ایک طرف یہ بھی کہتے ہیں کہ ہمارے نیک عملوں نے ان کو گائے بیل وغیرہ بنایا ہے کیونکہ یہ ہمارے آرام پانے کی چیزیں ہیں سو دیکھنا چاہیئے کہ اُن کے خیالات میں کس قدر تناقض ہے ایک بات دوسری بات کو رد کرتی ہے پھر سوچنا چاہیئے کہ کیا یہ بات قرین قیاس ہے کہ سورج و چاند و زمین وغیرہ انسان کی پیدائش کے بعد اور اس کے نیک عملوں سے پیچھے پیدا ہوتے ہیں اور کیا یہ درست ہو سکتا ہے کہ جسقدر یہ نعمتیں ہیں ایک نالایق انسان اسی قدر عمل بھی کرتا ہے اور جیسے دام دیتا ہے اسی قدر وہاں سے جنس بھی ملتی ہے آج کل اگر ایک چوہڑے یا سانسی کو بھی یہ صاف صاف باتیں سمجھائی جائیں تو اس کو سمجھنے میں ذرا بھی دقت نہ ہو مگر یہ لوگ اب تک نہیں سمجھتے اور بڑے حیا سے ابھی تک منہ پر یہی بات ہے کہ اور سب کتابیں ملمع اور کھوٹی ہیں اور وید کھرا سونا ہے۔ سوائے منصفین ہم نے یہ وید کا سونا آپ لوگوں کے آگے رکھ دیا ہے اب آپ لوگ خود سوچ لیں کہ کہاں تک اس سونے میں خالصیت بھری ہوئی ہے۔

وید کی تعلیم کانشنس کے مطابق بھی نہیں۔

(۴) ایسا ہی ہم دیکھتے ہیں کہ ہماری کانشنس اور نور قلب سے جو ہم کو عطا کیا گیا ہے ویدکی تعلیمیں مطابقت نہیں رکھتی ہیں ہمارا کانشنس ہرگز ان باتوں کو قبول نہیں کرتا کہ جس پر ہماری ساری زندگی کا سہارا ہے۔ اور جو ہماری ہر ایک تربیت کا سرچشمہ ہے وہ ایسا کمزور ہو کہ نہ تو از خود پیدا کر سکے نہ کوئی رحمت پہنچا سکے۔ نہ ہمیشہ کے لئے نجات دے سکے۔ نہ توبہ و استغفار سے ہمارا گنہ معاف کر سکے نہ ہماری کوششوں سے ہمیں حقیقی عرفان تک پہنچا سکے غرض کچھ بھی نہ کر سکے تو پھر ایسے کا ہونا کیا اور نہ ہونا کیا۔ اگر یہی پرمیشر ہے تو حقیقت عالم بالا معلوم شد۔ ویدوں کی تعلیم پرستش اس سے بھی عمدہ تر ہے کسی قوم کو منصف مقرر کر کے دیکھ لو کوئی شخص اس بات کا قائل نہیں ہوگا کہ وید مشرکانہ تعلیم سے خالی ہیں۔ ہم نے ویدوں پر بہت غور کی اور جہاں تک طاقت بشری ہے ان کو معلوم کرنے کے لئے زور لگایا آخر ہم پر صاف کھل گیا کہ چاروں وید پرانے مخلوق پرستوں کے خیالات کا مجموعہ ہیں اور اس زمانہ کی بناوٹ ہیں کہ جب کہ سچے وقت تک لوگوں کی رسائی نہیں ہوئی تھی پس وہ لوگ جو علم الٰہیات میں پست نگاہ رکھتے

تھے اتفاق سے زمانہ کا الٹ پھیر اور حوادث ارضی وسماوی میں اجرام سماوی وعناصر کا بہت کچھ دخل دیکھکر یہی اپنے دلوں میں سمجھ لیا کہ اگر کوئی رب العالمین ومدبر عالم ہے تو یہی چیزیں ہیں ان کے سوا اگر کچھ ہے بھی تو وہ دخل در عالم سے معطل وبیکار ہے سو درحقیقت نفی صفات الٰہی کرنا اور خدا تعالیٰ کو قادرانہ تصرف سے معطل سمجھنا یہی اصل موجب دیوتا پرستی اور تناسخ کا ہے۔ کیونکہ جب کہ خدا تعالیٰ اپنے مدبرانہ کاموں سے معطل خیال کیا گیا تو حاجت براری کے لئے دیوتے گھڑے گئے اور تقدیری تغیرات اور انقلابات کو گذشتہ عملوں کا نتیجہ ٹھہرایا گیا سو اس ایک ہی خیال سے یہ دو خرابیاں پیدا ہوگئیں یعنی آواگون اور دیوتا پرستی۔ آریہ سماج والے جنہوں نے ویدوں کی اصلاح کی اپنے ذمہ سرپرستی لی ہے بڑی چالاکی سے پردہ پوشی کرنا چاہتے ہیں اور خواہ نخواہ کوشش کررہے ہیں کہ ویدوں کو مشرکانہ تعلیم سے پاک ٹھہرائیں۔ مگر اُن کے حق میں کیا خوب ہوتا کہ چاروں وید پردۂ زمین سے ایسے نیست ونابود ہوجاتے کہ کوئی مخالف اُن کی اندرونی آلائش دیکھنے کا موقعہ نہ پاسکتا۔

رہے وید کے علوم وفنون تو ان کی نسبت تو ہم کچھ بیان کرچکے ہیں اور کچھ اور بھی بیان ہوگا بالآخر یہ بھی ظاہر کرنا قرین مصلحت ہے کہ ہم نے اس آریہ راقم رسالہ کی نسبت قادیان کے ہندؤں سے سنا ہے کہ اس کی زبان پر سرستی چڑھی ہوئی ہے سو ہم معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ آیا اُس سرستی کے اتارنے کے لئے اسی قدر ہماری تحریر کافی ہے یا کسی اور تدارک کی بھی ضرورت ہے؟

# ہندؤں کے ویدوں کی کچھ ماہیت

## اور اُن کی تعلیم کا کسی قدر نمونہ

پروفیسر ولسن صاحب اپنے ترجمہ رگوید کے دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ رگوید کے ایک سو اکیس منتروں میں سے جو اول اشٹکا میں ہیں سینتیس صرف اگنی کی ہی تعریف میں ہیں یا اگنی کے ساتھ اور دیوتاؤں کی مہما ان میں درج ہے۔ اور پینتالیس منتروں میں اندر کی مہما برنن ہے اور بقیہ باقی منتروں

کے بارہ منتر مروت یعنی ہوا کے دیوتاؤں کی تعریف میں ہیں جو کہ اندر کے ہمراہی ہیں۔ اور گیارہ اسوتوں کی تعریف میں ہیں جو کہ سورج کے پوتر ہیں چار منتر صبح کے دیوتا کی تعریف میں ہیں اور چار وسویدیوا کی تعریف میں جنکو سرو دیوتا بھی کہتے ہیں اور باقی منتروں میں ادنی دیوتاؤں کی مہما برنن ہے اس بیان سے صاف ہویدا ہے کہ اس زمانہ میں عناصر کی پرستش ہوتی تھی۔ تمہ کلامہ

یہ پروفیسر ولسن صاحب مترجم وید کی رائے ہے جس کو انہوں نے اپنے ترجمہ رگوید کے دیباچہ میں لکھا ہے اب ہم بطور نمونہ وہ چند شرتیاں رگوید کی اس جگہ تحریر کرتے ہیں جن کی صحت کو ہم نے نہ صرف ایک کتاب سے بلکہ کئی وسائل سے اور کامل واقف کاروں کی شہادت سے بہ پایۂ ثبوت پہنچا لیا ہے پس اب آریوں کے لئے ہرگز یہ جائز نہیں ہوگا کہ صرف گردن ہلا کر ان شرتیوں سے انکار کردیں بلکہ انکار کی حالت میں ان پر واجب ہوگا کہ اگر یہ ترجمہ صحیح نہیں ہے تو جس ترجمہ کو وہ صحیح سمجھتے ہیں وہ تحت اللفظ معہ اپنی شرح کے شایع کرادیں تا برہمو سماج کے فاضل پنڈت جو سنسکرت بولی کے بخوبی واقف ہیں ثالث کی طرح درمیان میں آکر فیصلہ کردیں اور اگر اب بھی آریہ صاحبان چپکے رہے تو پھر اُن پر ڈگری ہے۔ اور وہ شرتیاں یہ ہیں۔

# رگوید سنہتا اشٹک اوّل

## پہلا ادھیائے انوک ۱

## سکت - ۱

(۱) میں اگنی دیوتا کی جو ہوم کا بڑا کردکار کن اور دیوتاؤں کو نذریں پہنچانے والا اور بڑا ثروت والا ہے مہما کرتا ہوں۔

**شرح** ۔ شارح لکھتا ہے کہ جس لفظ سے ثروت والا ترجمہ کیا گیا ہے وہ لفظ سنسکرت کی اصل عبارت میں رتنا دہا تما ہے جس کے معنی ہے جواہر رکھنے والا۔ مگر رتن دولت کو بھی کہتے ہیں۔ اس شرتی میں شاعرانہ تناسب کا بیان ہے یعنی آگ کو اول ایک ایسا دیوتا مقرر کیا گیا جسکو سب دیوتاؤں سے پہلے نذریں دینی پڑتی ہیں یعنی ہوم کا گھی وغیرہ پہلے پہل آگ ہی پر ڈالا جاتا ہے سو اس لحاظ سے وہ پہلا دیوتا ہے جس کی ویدوں میں سب سے پہلے تعریف ہوئی ہے بلکہ رگ وید کی عبارت شروع

ہی اگنی کی تعریف سے ہوتی ہے۔ اور جو نذریں دوسرے دیوتاؤں کو یہ اگنی دیوتا پہنچاتا ہے وہ کیا شے ہے؟ وہ اُن بخارات سے مراد ہے جو گھی وغیرہ کو آگ پر ڈالنے سے آگ میں سے اٹھتے ہیں۔ اور ہوا میں جاتے ہیں جو وایو دیوتا ہے اور پھر اندر دیوتا یعنی کرۂ زمہریر تک اس کا اثر پہنچتا ہے اور پھر دہرتی دیوتا پر اس کا اثر پڑتا ہے یہ تو اس شرتی کا مضمون ہے اور لفظی صنعت اس میں یہ ہے کہ آگ کو جس کا رنگ تاباں و درخشاں ہے رتنا دہاتما یعنی جواہر دار قرار دیدیا ہے کیونکہ آگ کی چمک کو جواہرات کی چمک سے ایک مناسبت ہے، گویا اگنی ایک جوہر دار اور دولتمند دیوتا ہے جسکے پاس اسقدر جواہر ہیں جو دوسرے دیوتاؤں کو نذریں دیتا ہے۔

اب میں کہتا ہوں کہ یہ تناسب شاعرانہ تو سب ہوئے مگر کیا اس شرتی میں پرمیشر کا کہیں ذکر بھی ہے اے آریو کچھ انصاف کرو۔ ایمانا اپنی کانشنس سے ہی پوچھ کر دیکھو کہ بجز اس باقرینہ معنوں کے کوئی اور بھی اس کے معنی بن سکتے ہیں ہرگز نہیں بن سکتے۔ کیونکہ اگر اگنی سے پرمیشر مراد ہے تو پھر وہ دوسرے دیوتے کون سے ہیں جنکو پرمیشر نذریں پہنچاتا ہے۔ اور نیز اس صورت میں شعر کا بھی ستیاناس ہو جائیگا۔ کیونکہ اس نازک خیال شاعر نے آگ کو باعتبار چمکتے ہوئے رنگ کے ایک جواہر دار سے تشبیہ دی ہے جیسا کہ آگ کو جواہر تاباں سے اور شاعر بھی تشبیہ دیتے آئے شیخ سعدی مرحوم نے بھی ایک شعر میں آتش کو جواہرات سے تشبیہ دے دی ہے پس اگر ہم اگنی سے مراد آگ نہ لیں بلکہ پرمیشور مراد لیں تو اس ساری لطافت کی مٹی پلید ہو گی لیکن ہم کسی طرح اگنی سے مراد پرمیشور نہیں لے سکتے کیونکہ اس سے آگے آنیوالی شرتیوں سے اور بھی ویدوں کا بھانڈا پھوٹ گیا ہے۔ دیکھو اسی اگنی کی دوسری تعریف اسی اشٹک انوکا ۱ سکت ۱ صفحہ ۵۷ میں یہ شرتی ہے۔ اے اگنی جو کہ دو لکڑیوں کے باہم رگڑنے سے پیدا ہوتی ہے اس پاک کُٹی ہوئی کُشا پر دیوتاؤں کو لا تو ہماری جانب سے ان کا بلانے والا ہے اور تیری پرستش ہوتی ہے۔ اب آریوں کو سوچنا چاہیئے کہ کیا پرمیشور دو لکڑیوں کے رگڑنے سے پیدا ہوتا ہے۔ کیا اس سے کھلا کھلا کوئی اور نشان بھی ہوگا۔ کہ شاعر نے لکڑیوں کا بھی ذکر کر دیا۔ جو آگ کے بھڑکنے کا موجب ہے، پھر اگر اس شرتی پر بھی اعتبار نہ ہو تو ایک اور شرتی ذیل میں لکھی جاتی ہے اس کو پڑھو اور کچھ انصاف کرو اور وہ یہ ہے۔ اے اگنی نیک کاموں کو ترقی دینے والی جن دیوتاؤں کی ہم پوجا کرتے ہیں ان کو منہ ان کی

**استریوں کے شریک کرائے روشن زبان والی انہیں سوم کا رس پینے کو دے۔** دیکھو اشٹک اول انوکا ۴ سکت ۳۔

دیکھو اس جگہ بھی شاعر نے باعتبار چمک کے اگنی کو روشن زبان کہا اور اس کا کام یہ بتلایا کہ وہ دوسرے دیوتاؤں کو اور نیز ان کی عورتوں کو سوم کا رس بلاتی ہے پس آگ کو اس کی بخار انگیزی کی وجہ سے دیوتاؤں کے ساقی خیال کیا گیا اب سوچو کیا یہ پربشور ہونے کے لچھن ہیں پھر اگر یہ شرتی بھی دل کا دبدھا دور نہ کر سکے تو لیجئے ایک اور شرتی آپ کی نذر ہے۔

**اے اگنی دیوتا اپنی چالاک اور طاقتور گھوڑیاں جن کو بنام روہت نامزد کرتے ہیں اپنی رتھ میں جوت اور اُن کے وسیلہ یہاں دیوتاؤں کو لا۔** دیکھو وہی اشٹک انوکا ۴ سکت ۳۔

اس شرتی میں شاعر نے آگ کے تیز شعلوں کو گھوڑیوں کی شکل پر تصور کر لیا ہے اور آگ کی صورت مجموعی کو جو افروختہ ہو رہی ہے ایک رتھ قرار دے لیا ہے اور مدعا اس کا یہ ہے کہ اس آگ سے بخارات اٹھیں گے اور ہوا وغیرہ میں پہنچیں گے۔ جیسا کہ وہ ایک دوسری شرتی میں لکھتا ہے جس کا یہی انوکا اور یہی سکت ہے، اے اگنی تو اندر وایو برستپتی متر اپشان بہاگا اوتیاون اور مروت کے گروہ کو نذر پیش کر۔ اندر کرہ زمہریر کا نام۔ وایو ہوا کا نام اور باقی چاروں برسات کے نام ہیں اور مروت مہینہ کی ہوائیں ہیں شاعر نے ان سب کو دیوتا مقرر کر دیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اول حرارت سے ہی بخارات اٹھتے ہیں تو گویا اگنی بخارات کو اٹھا کر پھر انہیں اندر وغیرہ کو وہ نذر پیش کرتی ہے تمام وید میں یہی جھگڑا بار بار ذکر کیا گیا ہے کہ پہلے پہل بخارات ہوا میں مل کر اندر کے پیٹ میں پڑتے ہیں جیسا کہ اسی اشٹک انوکا ۳ سکت ایک میں لکھا ہے **اندر کا شکم سوم کا رس کثرت سے پینے کے باعث سمندر کی مانند پھولتا ہے اور تالو کی اگنی کی مانند ہمیشہ تر رہتا ہے انہیں کھانوں سے اندر کا پیٹ بھرتا ہے اور قوت حاصل ہوتی ہے۔ اے خوبصورت زنخدان والے اندر ان تعریفوں سے خوش ہو۔** اور پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اندر کا ساقی اگنی ہی ہے اب ان تمام وجوہات سے ثابت ہوتا ہے کہ درحقیقت اگنی سے مراد آگ ہی ہے اور لفظ اگنی کے عام اور لغوی معنے آتش کے ہیں تمام مسلسل بیان رگ وید کا اسی پر شہادت دے رہا ہے اور وید کے پہلے بھاشیکاروں نے بھی یہی معنے لکھے ہیں اور تناسبات

شاعرانہ منتروں کے بھی اسی کو چاہتے ہیں۔ اور جن صفتوں سے اگنی کو منسوب کیا گیا ہے وہ بھی آگ کی ہی صفتیں ہیں نہ پرمیشر کی۔ اور یہ خیال اکثر ہندوؤں کا قدیم سے چلا آیا ہے اور اب بھی ہے اور اسی بنا پر جوالا مکھی کی آگ کروڑوں ہندوؤں کی نظر میں ایک بڑی بھاری دیوی ہے چنانچہ ہم نے بہت سے ہندوؤں کو کہتے سنا کہ اس کل جگ کے زمانہ میں کسی چیز میں ست باقی نہیں رہا مگر ایک جوالا مکھی میں۔ اس بات کو کون نہیں جانتا کہ بہت سے ہندو آگ کو بھی پرمیشر سمجھتے ہیں اور ہندوؤں میں آتش پرستوں کے فرقے جنہیں ساگنگ کہتے ہیں اسی بنا پر جاری ہوئے ہیں۔ پنڈت دیانند بھی اپنے وید بھاش میں جس کو انہوں نے ۱۸۷۵ء میں بنارس کی نیر اس کمپنی کے چھاپہ خانہ میں چھپوا کر مشتہر کیا تھا کئی مقام میں قبول کرتے ہیں کہ اگنی سے مراد آگ ہی ہے مگر اسکے دوسرے معنے پرمیشور بھی بتاتے ہیں اسلئے پرمیشر کے دو دو معنے انہیں کرنے پڑے اور بہت ٹکریں ماریں مگر اس بات میں کامیاب نہ ہو سکے ان کے لئے بہتر ہوتا کہ وہ سیدھے سیدھے الفاظ کو ناحق کی تکلیف سے بیاکرن کے ایک بے ضابطہ شکنجہ پر نہ چڑھاتے اور نہ ہی اپنی طرف سے ایک بے سند لغات تراشی کرتے۔ بلکہ ہمہ اوست ہونے کا دعوے کر کے ویدانتیوں کی طرح آگ اور ہوا اور پانی اور خاک وغیرہ کو خدا کہہ دیتے اس صورت میں شاید ویدوں کی کچھ پردہ پوشی ہو سکتی بہرحال ہم آریوں کے لایق ممبروں سے خواستگار ہیں کہ وہ ان منتروں کی اپنے طور پر تاویل کر کے ہمارے بیان کے مقابل شایع کریں۔ اور پھر کسی ثالث کو دکھلا دیں اور دیانندی دھوکوں پر مغرور نہ رہیں اگرچہ اُن کے اس وہم کا بڑا مشکل علاج ہے کہ دیانند وید دانی میں بڑا عالم فاضل تھا مگر تین باتوں کے سوچنے سے یہ مشکل ان کی آسان ہو سکتی ہے۔

دیانند کے ویدان نہ ہونیکا ثبوت۔

**اول** یہہ کہ جن دوسرے قدیم پنڈتوں سے دیانند نے اختلاف کیا ہے درحقیقت کثرت رائے انہیں کی جانب ہے۔ وہی ہیں جو صدہا بلکہ ہزارہا برسوں سے ویدوں کی دیوتا پرستی کو شایع کرتے آئے ہیں۔

**دوم** یہ کہ عملی طور پر جس چیز نے نہایت متشرع اور پرہیزگار ہندوؤں میں رواج پایا ہے وہ مخلوق پرستی کے عقائد ہیں جو ان کے ایسے مقامات میں جو متبرک اور چشمۂ ہدایت خیال کئے جاتے ہیں۔ ایسے وقتوں سے استحکام پذیر ہیں جن کا ابتدا معلوم کرنا مشکل ہے مثلاً شہر بنارس جو ہندوؤں کا ایک دارالعلم سمجھا گیا ہے جس میں برہمن اور پنڈت ہر ملک سے آکر ودیا

باران باراں سال تک زیر تعلیم رہتے ہیں یہ شہر شرک سے ایسا بھرا ہوا ہے کہ شاید کوئی دوسری
اس کی نظیر نہ ہو اس شہر میں پنڈتوں کے بے شمار مندر ہیں جن میں سے بعض کی نسبت
بیان کیا جاتا ہے کہ وہ نہایت ہی پرانے اور رشیوں کے وقت کے ہیں یہ شہر گنگا کے مشرقی کنارہ
پر طولاً ڈھائی میل اور عموماً ایک میل تک عرض میں آباد ہے شاید اس نظر سے کہ گنگا بھی ایک
بڑی دیوی ہے اسکے کنارہ پر یہ آباد کیا گیا ہے اگرچہ ظاہری خوبی اس شہر میں کچھ ایسی نہیں
مگر پھر بھی یہ خوبی سمجھی گئی ہے کہ مخلوق پرستی اس پر ختم ہے اکثر ہندو بوڑھے ہو کر اس
شہر کی طرف ہجرت کر جاتے ہیں کیونکہ ان کے خیال میں اس میں مرنا سرگ میں پہنچا دیتا ہے اب
دیکھنا چاہئے کہ یہ وہی شہر ہے جس میں ہزاروں پنڈت ابتدا سے ہوتے چلے آتے ہیں اور اب
بھی ہیں گویا یہ شہر ایک **وید مجسم** ہے لیکن ہر کوچہ و گلی میں اس **میل کچیل** کی طرح جو اس شہر
کی گلیوں میں پائی جاتی ہے جا بجا دیویوں اور دیوتاؤں کی مورتیں پرستش کے لئے نصب
کی ہوئی نظر آتی ہیں پس جب ویدنے اسی شہر پر جو آریہ علماء کا ایک معدن شمار کیا جاتا ہے
یہ اثر ڈالا سنہ آج سے بلکہ ہزارہا سال سے تو اور جگہوں پر وہ کونسا نیک اثر ڈالے گا۔

**سوم** یہ اگر ویدوں کا تحت اللفظ ترجمہ کر کے (خواہ بڑے بڑے متعصب آریہ اپنے
ہاتھ سے کریں) کسی اور ملک میں بھیجا جائے مثلاً انگلستان میں یا امریکہ میں یا روس میں تو
کوئی شخص ان منتروں میں توحید نہیں سمجھ سکتا چنانچہ اس کا تو تجربہ بھی ہو چکا - اب اگر
فرض کے طور پر تسلیم بھی کر لیں کہ ویدوں میں گو بظاہر مشرکانہ تعلیم ہے مگر در پردہ اسکے اندر توحید
چھپی ہوئی ہے۔ تو ایسی **چیستوں اور پہیلیوں** سے خلق اللہ کو کیا فائدہ ہوگا۔ اور پنڈتوں
کے ہزاروں طرح کے موجودہ شرکوں پر کونسا نیک اثر پڑے گا کیا ایسا کمزور اور ناتوان بیان
اس سخت طوفان کو فرو کر سکتا ہے جو خود ہندوؤں کے بڑے بڑے اچارج اس کا موجب ہو
رہے ہیں اور بڑے زور سے ادعا کرتے ہیں کہ وہی مسائل صحیح ہیں جو ہم نے سمجھے ہیں اور وہی وید
کے موافق ہیں اگر کوئی پاک خیال پنڈت ہو زا بنارسی ٹھگ نہ ہو تو وہ شہادت دے سکتا ہے
کہ اب وید آپ اصلاح پانے کے لائق ہیں نہ یہ کہ حالت موجودہ کی اصلاح کر سکتے ہیں۔

**چہارم** عقل خداداد کو دخل دینے کے وقت معلوم ہوگا کہ جن قرائن اور علامات اور صریح
بیان سے ویدوں میں تعلیم مخلوق پرستی کی ثابت ہوتی ہے وہ سب دلائل قطعی اور یقینی ہیں چنانچہ
جا بجا ہر ایک منتر میں پنڈت دیانند نے بھی اپنے وید بھاش میں مان لیا ہے کہ حقیقت میں

اگنی سے مراد آگ اور وایو سے مراد ہوا ہے مگر اس کے دوسرے معنی یہی ہیں چنانچہ رگ وید اشٹک اول کے دوسرے سکت کی پہلے تین منتر ہیں جو وآیو کے مہاہن میں ہیں ان میں بھی پنڈت دیانند نے اپنے وید بھاش میں قبول کر لیا ہے کہ اگنی اور وآیو حقیقت میں آگ اور ہوا کے نام ہیں مگر یہ پرمیشور کے نام بھی ہیں اب دیکھنا چاہیئے کہ جن باتوں کا تمام دوسرے پنڈت دعوے کرتے ہیں اُن کو آپ کو بھی اقرار ہے۔ لیکن جو نیا خیال انہوں نے ظاہر کیا ہے دوسرے پنڈت اس سے سراسر منکر ہیں اور دیانند نے کوئی ایسے وجوہات بھی پیش نہیں کئے جو ایک ذرہ اطمینان کے لایق ہوں ہم نے اس کے وید بھاش کو غور سے سنا ہے اور اُن فاضل برہموں کی تحریریں بھی دیکھی ہیں جو دیانندی خیالات کے استیصال کے لئے متوجہ ہیں ہم بخدا سچ سچ کہتے ہیں کہ اسکے ہر ایک فقرہ سے ہم کو ایک تحکم کی بدبو آتی ہے جو ایک مولی سمجھ اور نالیاقتی سے ملا ہوا اور ایک دہقانی اور گنواری تقریر میں بیان کیا گیا ہے اور میں ان خوش عقیدوں کو جنہوں نے اپنی فطرتی عقل کو بیکار چھوڑ کر اپنا دہرم اور ایمان دیانند کے حوالے کر دیا ہے اپنی روحانی موت میں ان لوگوں کی موت سے مشابہ پاتا ہوں جو اپنی سادہ لوحی سے اپنے تئیں جگن ناتھ کی رتھ کے پہیوں کے نیچے ڈال دیتے ہیں جو ان کو بالکل کچل دیتے ہیں مگر ان کا تو جسم کچلا جاتا ہے مگر دیانندی وجود کی رتھ نے ہندؤں کی سمجھ اور عقل کو کچلا ہے اور جیسے کسبیاں جگن ناتھ کی مورت کے سامنے ناچتے ہوئے بیحیائی سے حرکتیں کرتی ہیں اور مختلف اوضاع کے ساتھ جو سراسر بے شرمی اور بے غیرتی سے صادر ہوتی ہیں۔ اس بے جان اور بے زبان مورت کو خوش کرنا چاہتی ہیں ایسا ہی آریوں کے چھٹے ہوئے اوباش خدائے تعالیٰ کے پاک نبیوں کو

فٹ نوٹ:۔ خلیج بنگالہ میں جگن ناتھ ایک شہر ہے اور وہاں ایک مشہور مندر ہے جسمیں جگناتھ کی مورت نصب کی ہوئی ہے مذہبی میلوں کی تقریب پر یہ مورت ایک رتھ میں رکھی جاتی ہے جو شاید پندرہ سولہ پہیوں کا ہوتا ہے اور پھر اس مورت کو نہایت مکلف پوشاک پہنا کر ایک مندر سے دوسرے مندر کو لے جاتے ہیں بڑے بڑے پنڈت اور سادہو ان میلوں میں جمع ہوتے ہیں جن کے لئے بقول ڈاکٹر برنی آر اور صدہا زانیہ عورتوں نے اپنا تجدد وقف کیا ہوا ہوتا ہے باایں ہمہ وہ سب پنڈت اور سادہو خوش اعتقادایسے ہیں کہ اس رتھ کے پہیوں کے نیچے مرنے کو تیار ہوتے ہیں اور جو شخص اپنے تئیں رتھ کے پہیوں کے نیچے ڈالدے اور ان سے کچل جا کر اپنی جان گنوائے ایسے شخص کو ہندؤں میں نہایت ہی مہاتما اور مقدس سمجھا جاتا ہے منہ

گالیاں دے کر دیانند کی روح کو اپنی دانست میں خوش کر رہے ہیں۔ اگرچہ انہیں معلوم نہیں کہ وہ کہاں پڑا ہے۔ اور کس حالت میں ہے جس قدر آریوں نے ہمیں گندی گالیاں نکالیں اور بے نام خط لکھے اور قتل کر دینے کی ہمیں دھمکیاں دیں اس کا تو ہمیں افسوس نہیں۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ ان کا مادہ ہی ایسا ہے لیکن خدا اُن کے پاک نبیوں کو گالیاں دینا اور دل دکھانے والی توہین کرنا یہ طریقہ انہوں نے اچھا نہیں پکڑا ہمارے پاس جس قدر اُن لوگوں کے گمنام خط موجود ہیں۔ اور جو کچھ لیکھرام پشاوری کی دستخطی تحریریں اب تک پہنچی ہیں جن کو ہم نے بحفاظت رکھا ہوا ہے اُس سے ایک عقلمند نتیجہ نکال سکتا ہے کہ دیانندی مذہب نے ان کے دلوں پر کس قسم کا اثر کیا ہے۔

ویدہرگز شرک سے خالی نہیں ہیں

اب ہم اپنے پہلے مطلب کی طرف رجوع کر کے بدعوٰی کہتے ہیں کہ ہندوؤں کے وید ہرگز شرک سے خالی نہیں ہیں اور جس قدر ہم نے بطور نمونہ ویدوں کے منتر لکھے ہیں اسی قدر سے ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ ویدوں میں بجائے توحید کے کیا بھرا ہوا ہے۔ لیکن افسوس کہ پھر بھی غبی اور بدفہم آریہ دیانندی پیچ سے نکلنا نہیں چاہتے اور عقل اور انصاف دونوں کو چھوڑ کر سراسر تحکم کی راہ سے یہ دعوٰی کرتے ہیں کہ ضرور دیانند کی رائے صائب ہے۔ اس دعوٰی میں چاروں طرف سے سخت ندامتیں بھی انہیں اٹھانی پڑتی ہیں مگر کچھ ایسے حیا شرم سے دور جا پڑے ہیں کہ کچھ بھی ان ندامتوں سے دردمند نہیں ہوتے ہمیں یاد ہے کہ ایک مرتبہ ایک آریہ نے ہمارے روبرو ذکر کیا ہے کہ سوامی جی دیانند نے اپنے وید بھاش سے ثابت کر کے دکھلا دیا ہے کہ اگنی وایو وغیرہ پرمیشر کے نام ہیں ہم نے کہا کہ تمہارے سوامی جی تو خود قبول کرتے ہیں کہ اگنی وایو سے مراد اُن منتروں میں آگ اور ہوا بھی ہے۔ دیکھو ان کا وید بھاش متعلق اشٹک اول رگوید سکت اول [illegible] ان کر اگنی اور وایو وغیرہ کا نام پرمیشور بھی رکھتے ہیں مگر اس پر ان کے پاس کوئی دلیل نہیں اور جو ہمارے پاس دلائل اس بات کے ہیں کہ ضرور اگنی وایو وغیرہ سے مراد آگ اور ہوا وغیرہ عناصر یا اجرام سماوی ہیں ان کو نہ سوامی اور نہ ان کا کوئی حامی توڑ سکتا ہے۔ تب اس آریہ نے پوچھا کہ بھلا آپ بتلائیں کہ وہ دلائل کون سے ہیں چنانچہ وہی قطعی اور یقینی وجوہات جو رگوید کی شرتیوں کی تشریح میں ابھی ہم لکھ چکے ہیں وہ سب اس ہندو کو سنائے گئے۔ تب کچھ چپ رہ کر اور سوچ سوچ کر بولا کہ سوامی جی نے اسکا کچھ جواب نہیں دیا۔ اس پر وید بھاش ان منتروں کا پیش کیا گیا کہ اگر کچھ جواب لکھا ہے تو تم ہی سنا دو پھر کیا تھا ایسا چپ ہوا کہ بے شرمی کے سارے حیلے دبے رہے۔

اتفاقاً اردو رگوید کے کھو لنے سے اس منتر پر جو اشٹک اول انوکا ۔ اسکت ۲ ۔ میں ہی نظر جا
پڑی اے **عقیل مِتر اور ورنا** (یہ دونوں سورج کے نام ہیں) ہمارے یگ کو کامیاب کرو تم بہت
آدمیوں کے فائدہ کے لئے پیدا ہوئے ہو۔ بہتوں کو تمہارا ہی آسرا ہے تب اس آریہ کو یہ شرتی
بھی دکھلائی گئی ۔ کہ دیکھو اس میں سورج کا مخلوق ہونا قبول کر کے پھر اس سے دعا بھی مانگ
لی ہے ۔ بلکہ اس پر آسرا بھی کیا ہے ۔ پس اس شرتی کا دکھلانا اس آریہ کے حق میں ایسا ہوا ۔ کہ
**جیسے کوئی مرے ہوئے سانپ کو ایک اور سونٹا مار دیتا ہے** ۔ یہ تمام ذلتیں
آریوں کو پہنچتی ہیں مگر ہم دیکھتے ہیں کہ وہ ان رسوائیوں کی کچھ بھی پروا نہیں کرتے اور نہ تو اپنے
خیالات کی تائید میں اور نہ عمدہ دلائل کے رد میں جو تقریری یا تحریری طور پر ان کو دکھلائے
جاتے ہیں کسی قسم کا ثبوت عقلی یا نقلی دے سکتے ہیں ہاں گالیاں اور دشنام دہی کا گند ان
کے دلوں میں بہت ہے پس جو کچھ ان کی تھیلی میں ہے وہی ہر یک **سائل کو پن دان**
کی طرح دیتے ہیں اور ثواب کی امید رکھتے ہیں ۔ سچ ہے معقول بات کا معقول جواب دینا
ان لوگوں کا کام نہیں **جن کا پرمیشر ہی تمام روحوں اور ذرہ ذرہ عالم پر محض
تحکم کے رو سے قبضہ رکھتا ہے نہ کسی معقول استحقاق سے جو
دلیل کے ساتھ قابل تسلیم ہو** ۔

ہمارا خیال ہے کہ جس قدر علم کا زور اور بیان کی طاقت اور معلومات کی وسعت قدیم زمانہ
کے آریوں میں پائی جاتی ہے اور جس دانشمندی سے انہوں نے ویدانت کے مسائل کو نکالکر
ویدوں کی مشرکانہ تعلیم پر پردہ ڈالنا چاہا ہے اور **ہمہ اوست** کی چادر کو پھیلا کر اگنی وایو
اندر سورج ، چاند وغیرہ کو ایک سہل طریق سے اس چادر کے نیچے لے لیا ہے یہ طریق تکلفات
سے خالی اور بہت کچھ ویدوں کی حمایت کرنے والا ہے کیونکہ باذاق آدمی سمجھ سکتا ہے کہ ایک
ہی طاقت عظمیٰ ہے جو سب تعینات میں کام کر رہی ہے ۔ لیکن اور بھی زیادہ تر غور کرنے سے
ثابت ہوگا کہ موجودہ ویدوں کی تعلیم **ہمہ اوست** کے مسائل سے بھی تطبیق نہیں کھا سکتی ۔
کیونکہ بعض مواقع میں خالق کے ایک الگ وجود کو بھی مان لیا ہے اور ٹھیک ٹھیک مخلوق پرستوں
کی طرح آتش و آب وغیرہ کو الگ کا الگ دیوتا قایم کر کے اس سے مرادیں مانگی ہیں اور دیوتاؤں
کی بہت سی تعریف کی ہے کوئی چھوٹا کوئی بڑا کوئی بوڑھا کوئی جوان اور ہر جگہ مخلوق کے
خواص کھلے کھلے بیان کر دیئے ہیں اور پاک دلوں کو نفرت دلانے والی تعریفیں ان دیوتاؤں

کی کی ہیں اور صاف صاف اپنے بیان کو اس حد تک پہنچا دیا ہے جس سے بہ بداہت سمجھ میں آجاتا ہے۔ کہ یہ بیان کنندہ اپنا مذہب مخلوق پرستی رکھتا ہے نہ اور کچھ۔

اور سب سے بڑھ کر خرابی یہ ہے کہ کئی مقامات میں وید تناسخ یعنی اواگون کا قائل ہے چنانچہ رگوید کے پہلے ہی اشتک میں کتنے منتر ایسے ہیں کہ ایک صاف بیان سے اواگون کے مسئلہ کی تعلیم کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ اواگون کے ماننے سے ویدانت کا مسئلہ قایم نہیں رہ سکتا کیونکہ وید ایک والے ہر یک روح کو مخلوق سمجھتے ہیں۔ اور اس بات کے قائل ہیں کہ پرمیشر نے اپنے اختیار سے انسانی روح کو کسی حد تک طاقتیں بخشی ہیں اور آپ ہی ہر مخلوق کی حد بندی کی ہے سو یہ بیان اواگون کے مسئلہ کو باطل کرنے والا ہے کیونکہ مسئلہ تناسخ کے رو سے ہر یک مرد اور عورت اور انسان اور حیوان کی حد بندی اعمال سابقہ کی وجہ سے ہے اور سلسلہ اعمال سابقہ کا تبھی قایم اور محفوظ رہ سکتا ہے کہ جب ارواح کو غیر مخلوق قرار دیں ورنہ نہیں جیسا کہ ہر یک عقل سلیم سمجھ سکتی ہے۔ سو اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ویدوں کے رو سے تمام ارواح اور ذرہ ذرہ عالم کا غیر مخلوق ہی ہے اور جب ہر یک چیز ویدوں کے رو سے غیر مخلوق ہوئی تو وہی آفتیں وہی قباحتیں وہی خرابیاں پیش آئیں گی جن کا کسی قدر ہم ذکر کر چکے ہیں اور جیسا کہ ہم نے اپنے رسالہ سرمہ چشم آریہ میں لکھا ہے پھر ہم تنبیہاً لکھتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ کی سچی توحید ہرگز تناسخ کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتی جب تک **آریہ لوگ تناسخ سے دست بردار نہ ہولیں تب تک خدائے تعالےٰ کی عظمت اور جلال پر ہرگز انہیں نظر نہیں پڑیگی**

سچی توحید ہرگز تناسخ کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتی

**منوجی کا مقدس پستک** جس کو ایک طرف ہم ویدوں کا بھاش کہہ سکتے ہیں اور دوسری طرف آریوں کے **سوشیل لائف** کی تاریخ متصور ہوسکتا ہے جس پر پنڈت دیانند نے بھی بہت کچھ مدار رکھا ہے۔ اور آریہ سماج کی عمارت کا ایک ستون قرار دیدیا ہے اس میں علاوہ علم عقائد کے حق العباد کے مسائل بھی وید کے رو سے ایسے عجیب عجیب بیان ہوئے ہیں کہ بس پڑھنے والا دریائے حیرت میں ڈوب جاتا ہے۔ اور بے اختیار کہنا پڑتا ہے کہ ویدوں کو علاوہ کمال توحید کے حق العباد بیان کرنے کا بھی خوب منصفانہ طریق یاد ہے۔

چنانچہ منوجی ویدوں کے رو سے فرماتے ہیں کہ اگر رذیل کی دختر سے کوئی شریف برہمن وغیرہ زنا کر بیٹھے تو کوئی دادش کی بات نہیں کسی قسم کا مواخذہ نہیں لیکن اگر کمینی ذات کا کسی شریف زادی سے ایسی حرکت کرے تو جان سے مارو یا جائے یا وہ خون بہا ادا کرے جو لڑکی کے والدین

منوجی برہمن اور دوسری ذاتوں میں فرق کرتے ہیں۔

مقرر کریں دیکھو منوسنتھا ادھیا ۸ شلوک ۳۶۵ پھر شلوک ۳۸۰ میں لکھا ہے کہ برہمن خواہ کتنے ہی بڑے جرم کا مرتکب ہو ہرگز قتل نہ ہونا چاہیئے۔ برہمن کے قتل کے برابر کوئی گناہ نہیں برہمن نیچ ذات کی لڑکی کو اپنی زوجیت میں لاسکتا ہے اور اگر کسی نیچ ذات کے پاس سونا چاندی یا خوبصورت عورت ہو تو برہمن انہیں اپنے تصرف میں لاسکتا ہے لیکن اگر کوئی نیچ ایسا فعل کرے تو جلتے ہوئے لوہے کی چادر پر جلا کر مارا جائے۔

ایسا ہی اگر برہمن کسی شودر کو وید پڑھتا ہوا سن پائے تو اسکے کانوں میں پگھلا ہوا سکہ اور جلتی ہوئی موم ڈالی جائے اگر وہ اس کی عبارت کو پڑھے تو اس کی زبان کاٹ ڈالنی چاہیئے اگر وہ اسکو حفظ کرے تو اس کی سزا یہ ہے کہ اس کا جسم چاک کرکے اس کا دل نکالا جائے برہمن سب کا سرتاج ہے۔ اگر کسی برہمن کا سرمایہ ویدوں کی تعلیم حاصل کرنے کے اندر ختم ہو جائے تو اسکو اختیار ہے کہ اپنی حاجت کی چیزیں کسی ویش یا شودر کے گھر سے خود چرالے یا چوری کروالے بادشاہ کو اپنے مظلوم کی فریاد کو نہ پہنچنا چاہیئے شودر کی مکتی اسی میں ہے کہ برہمن کی خدمت کیا کرے۔ اور سب کام بے فائدہ ہیں۔ نیچ ذات کو روپیہ جمع کرنے کی اجازت نہیں مبادا وہ مالدار ہو کر اونچی ذات کے لوگوں پر حکم کرے (دیکھو منوسنتھا ادھیا ۹ شلوک ۳۴۲)

اب اگر کسی آریہ کو خیال ہو کہ منوجی نے ویدوں کے برخلاف لکھا ہے تو اول تو ایسا خیال خلاف قیاس ہے جس سے منوجی پر نہ صرف یہ الزام آتا ہے کہ انہوں نے دروغ گوئی کی بلکہ یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ ویدوں کے نہایت سخت دشمن اور اپنی ذات میں بدی اور شرک کی طرف مائل تھے۔ پھر ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ منوجی کی تکذیب کچھ آسان بات نہیں بلکہ اس صورت میں ہو سکتی ہے کہ جب بہت سے بھاشی کار پہلے زمانہ کی گواہی دیں کہ ویدوں کا ان مضامین سے درحقیقت دامن پاک ہے اور یہ سب منوجی کے نفس امارہ کی بناوٹ ہے۔ مگر ایسی گواہی تب لایق پذیرائی ہو سکتی ہے کہ برخلاف ان تمام مضامین کے ویدوں کی شرتیاں پیش کی جائیں جو صاف صاف ان باتوں کا رد کرتی ہوں مگر کیا کسی آریہ کو جرات ہے کہ ایسا کام کر دکھاوے۔ پس جب تک اس جمہوری گواہی اور ایسے منتر ویدوں کے پیش نہ ہوں تب تک منوجی پر فرد قرارداد جرم قایم نہیں ہو سکتے بلکہ یہی سمجھا جائیگا کہ یہ سب ویدہی کی کرتوت ہے۔

# لیکھرام پشاوری کے علم اور عقل کا نمونہ



یہ وہی لیکھرام آریہ ہے جس نے ہماری نسبت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت حضرت مسیح کی نسبت بہتان لگانا۔ گندی گالیاں دینا گندے اشتہار چھپوانا بے اصلی توہین کو اعتراض کے صورت میں پیش کرنا اپنا دستور مقرر کر رکھا ہے۔

ہماری کتاب براہین احمدیہ کے رد میں اسی ہندو نے جس کا نام عنوان میں درج ہے چند اوراق چھپوائے ہیں اور جیسا کہ ان لوگوں کی عادت ہے بہت کچھ افترا اور سچا توہین اور ایک بدبو دار بیوقوفی کے ساتھ قرآن شریف پر اعتراض کئے ہیں یہ کتاب جس کا نام تکذیب براہین احمدیہ رکھا ہے اس شخص کی لیاقت علمی و اندازہ عقلی کا ایک آئینہ ہے ہمیں ہرگز امید نہیں کہ کوئی تمیز دار ہندو اس کتاب کو پڑھ کر پھر یہ رائے ظاہر کر سکے کہ اس کے مولف کو عقل اور فہم اور علم دین سے کچھ حصہ ہے یا تہذیب اور شرافت سے اسکی فطرت کو کچھ تعلق ہے اس کتاب کی حقیقت ہمیں بخوبی واقفیت ہے اور ہمیں اس وقت ان ہندوؤں کی عقل پر نہایت افسوس ہے جنہوں نے ایک ایسے جاہل لایعقل کے سیہ کردہ کاغذات کو قیمتاً خریدنا چاہا ہے ہم عنقریب گند اور افترا اس جہل مجسم کا اپنی مبسوط کتاب براہین احمدیہ کے حصہ پنجم میں ظاہر کرینگے۔ اور **نہایت صاف طور پر دکھلاویں گے کہ آریوں کیلئے ایسے شخص کی رہنمائی اور اس کی یہ کتاب قابل شرم ہے یا نہیں** اگر ہم چاہتے تو رد اس کتاب کا جو رسالہ کے طور پر ہمارے پاس تیار پڑا ہے اس کتاب کے شائع ہونے سے پہلے شایع کر دیتے لیکن ہم پہلے آریوں کی عقل کو آزمانا چاہتے ہیں کہ وہ اس ہندو کی کتاب پر کیا کیا رائیں ظاہر کرتے ہیں اور کہاں تک اس کا ساتھ دیتے ہیں کیونکہ اس صورت میں بہتوں کے اندازہ عقل و فہم و انصاف کا امتحان ہو جائیگا جس شخص نے ہماری کسی کتاب کو پڑھا ہوگا اگر وہ یاد ہے تو شہادت دے سکتا ہے کہ ہماری تحریریں ملمع اور سرسری ہرگز نہیں ہوا کرتیں بلکہ ایک منصف اور عقلمند حاکم کی تحقیقات سے مشابہ ہیں جو مقدمہ کی تہ کو پہنچ کر اور ہر ایک تنقیح طلب امر کا پورا پورا تصفیہ کر کے پھر حکم صادر کرتا ہو اب ہم بطور نمونہ پشاوری صاحب کے خیالات میں سے دو ایک باتیں ظاہر کرتے ہیں وہ اپنی کتاب کے صفحہ ۲۵ میں روحوں کے غیر مخلوق ہونے پر یہ دلیل پیش کرتے ہیں۔ کہ نہ تو روحیں ترکیب پذیر

اور منقسم ہونے والی چیزیں ہیں پھر اُن کی پیدائش کس طرح ہوا لہذا ثابت ہوا کہ روحیں انادی ہیں۔

اب ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ کہاں تک اس شخص میں دلیل شناسی کا مادہ ہے اتنا نہیں جانتا کہ جو کچھ میں بیان کرتا ہوں وہ تو آریوں کی طرف سے خود ایک دعویٰ ہے کہ ان کا پرمیشر فقط جوڑنے جاڑنے پر قادر ہے۔ اور جو چیزیں ترکیب پذیر یا منقسم ہونے والی نہیں ہیں ان کو پرمیشر پیدا نہیں کر سکتا کیونکہ پرمیشر کا کام جوڑنا جاڑنا ہے اس سے زیادہ اسے طاقت نہیں مگر اس سے دعوے پر کوئی دلیل پیش نہیں کرتے کہ کیوں طاقت نہیں۔ اسی دعوے کو خوش عقیدگی سے لیکھرام نے بجائے دلیل پیش کر دیا ہے۔ اب لیکھرامی لیاقت کے جانچنے کے لئے یہی نمونہ کافی ہے کہ وہ ایسے دعوے کو جو اپنے مفہوم کے اثبات میں خود دلیل کا محتاج ہے دلیل سمجھ بیٹھا ہے گویا بیان کر رہا ہے کہ روحوں کے غیر مخلوق ہونے پر یہ دلیل ہے کہ ہم آریہ لوگ کسی بسیط اور ناقابل تقسیم چیز کو مخلوق نہیں مانتے اے بھلے مانس کیا دلیل اسی بات کا نام ہے کہ جس چیز کو آپ نہ مانیں وہی نہ ماننا دلیل سمجھا جائے۔ پس جس شخص کو دعوے اور دلیل میں تفریق کرنے کا مادہ نہیں کیا وہ یہ حق رکھتا ہے کہ آریوں کی طرف سے وکیل بن کر مناظرہ و مجادلہ کے میدان میں آوے اور کیا ایسے وکیل کا ساختہ پرداختہ سب آریوں کو منظور و مقبول ہوگا ابھی تھوڑا زمانہ گذرا ہے کہ جب دیانند نے یہ رائے ظاہر کی کہ میرے پرمیشر کو روحوں کی خبر نہیں کہ کہاں ہیں اور کتنے ہیں تو اس پر فی الفور منشی جیوندا اس نے پرچہ سفیر ہند امرتسر میں چھپوایا کہ دیانند کی ایسی رائیں ہرگز ہم قبول نہ کریں گے وہ کچھ ہمارا رہبر نہیں حالانکہ ظاہر ہے کہ دیانند اس شخص کی طرح نرا کاٹھ کا پتلا نہ تھا۔ ہاں جو کچھ وید میں برا بھلا لکھا ہے وہ کچھ ظاہر کر دیتا تھا۔ اور کچھ تاویلوں کے شکنجہ پر چڑھا کر پوشیدہ کرنا چاہتا تھا جس میں وہ ناکام رہا پس جب کہ بالغ آدمیوں نے دیانند کی باتوں کو قبول کرنا نہ چاہا تو پھر لیکھرام کی بیہودہ منطق کیونکر قبول کریں گے اور اگر قبول بھی کریں تو بہر حال امید کی جاتی ہے کہ اس شخص کی یہ تحریریں جن کی بنا سراسر جہالت اور تعصب ہے آریوں کی اور بھی قلعی کھولیں گی۔ بھلا خیال کرنے کا مقام ہے کہ یہی تو آریوں کی طرف سے دعوے ہے کہ ارواح اور ذرہ ذرہ عالم کا خود بخود ہے کیوں خود بخود ہے یہی باعث ہے کہ پرمیشر بجز باہم ترکیب دینے اور جوڑنے جاڑنے کے کسی بسیط چیز کو پیدا کرنے کی طاقت نہیں رکھتا اب اسی دعوے کو یہ لائق شخص بطور دلیل پیش کرتا ہے نہیں جانتا کہ دلیل تو وہ ہوتی ہے کہ جس کے مقدمات ایسے بدیہی الثبوت ہوں کہ جو فریقین

کو ماننے پڑیں مگر کیا یہ امر منجملہ اصول کا ماننا ہوا یا اصول موضوعہ میں سے ہے کہ بسا اوقات کے پیدا کرنے پر خدا تعالیٰ قادر نہیں بلکہ یہ تو آریوں کا ہی بے دلیل اعتقاد ہے کہ جو ان کے پرمیشر کے پرمیشر پن کی بکلی بیخ کنی کرتا ہے کیونکہ جس حالت میں ان کا قول ہے کہ تمام روحیں اور ذرہ ذرہ عالم کا خود بخود ہے جو قدیم سے خود بخود چلا آتا ہے تو اس صورت میں ضرور یہ اعتراض ہوگا کہ ان چیزوں پر اُن کے پرمیشر کا قبضہ کس قسم کا ہے۔ آیا کسی استحقاق کی وجہ سے یا جبر کے طور پر اگر کوئی استحقاق ہے تو ظاہر ہے کہ وہ خالقیت کا استحقاق ہوگا لیکن خالقیت کے تو آریہ قائل ہی نہیں تو پھر دوسری بات ماننی پڑی کہ جبر کے طور پر قبضہ ہے یعنی اس بات کا قائل ہونا پڑا کہ پرمیشر اپنی زیادت طاقت ہونے کی وجہ سے کم طاقتوں پر غالب آگیا پھر جس کو تین یا خندق میں چاہا ڈالتا رہا۔ اب ظاہر ہے کہ محض جبر بلا استحقاق وہ چیز ہے جسکو دوسرے لفظوں میں ظلم کہتے ہیں تو اس سے ظاہر ہوا کہ آریوں کے نزدیک پرمیشر سخت ظالم ہے جس نے بغیر ذاتی استحقاق کے خواہ نخواہ کروڑ ہا برسوں سے تناسخ کی گردش میں انہیں ڈال رکھا ہے اور کہتا ہی کہ تم میری کیوں اطاعت نہیں کرتے بھلا تیری کیوں اطاعت کریں تو ہے کون اور تیرا استحقاق کیا ہے۔ کیا تو نے پیدا کیا۔ یا بغیر گذشتہ کرموں کے اپنی طرف سے کچھ رحم یا کرم کر سکتا ہے یا ہمیشہ کے لئے دنیا کی بلاؤں سے چھوڑا سکتا ہے آخر تو کونسی چیز اپنی گرہ سے دے سکتا ہے تا تیری اطاعت کی جاتے۔

اب خیال کرنا چاہئے کہ بجز اس صورت کے کہ خدائے تعالےٰ کو اپنا خالق اور اپنا رب، اور اپنا مبدء فیوض مان لیا جائے کوئی اور بھی صورت ہے جس سے اس کا استحقاق مالکیت قایم و ثابت ہو سکے اگر کسی آریہ کے ذہن میں ہے تو پیش کرے۔ تم سوچ کر دیکھ لو کہ خدا تعالےٰ جو ہمارا خدا کہلاتا ہے اسکی خدائی کی اصل حقیقت ہی یہی ہے کہ وہ ایک مبدء فیض وجود ہے جس کے ہاتھ سے سب وجودوں کا نمود ہے اسی سے اس کا استحقاق معبودیت پیدا ہوتا ہے۔ اور اسی سے ہم بخوشی دل قبول کرتے ہیں کہ اس کا ہمارے بدن و دل و جان پر قبضہ استحقاقی قبضہ ہے کیونکہ ہم کچھ بھی نہ تھے اسی نے ہم کو وجود بخشا۔ پس جس نے عدم سے ہمیں موجود کیا وہ کامل استحقاق سے ہمارا مالک ہے۔ اب حاصل کلام یہ کہ سب ارواح اور ذرات عالم کو غیر مخلوق اور انادی مان کر اور با ایں ہمہ خدا تعالیٰ کو رحم کرنے سے بھی خالی سمجھ کر ایک ذرہ استحقاق الوہیت اس کا ثابت نہیں ہوتا بلکہ یہی ثابت ہوتا ہے کہ اسکا روحوں پر قبضہ ایک ناجائز قبضہ ہے کہ بجز جبر اور ظلم کے اور کوئی وجہ اس قبضہ کی پائی نہیں جاتی اور تطاول ظلم بھی حد سے بڑھا ہوا ہے کیونکہ جن چیزوں کو اس نے اپنے ہاتھ سے پیدا نہیں کیا

جن پر ایک ذرہ رحم نہیں کرسکتا ان کو بے انتہا زمانہ سے بے وجہ بے سبب تناسخ کی گردش اور ہزاروں
دکھوں میں ڈال رکھا ہے ۔ ایک دفعہ مکتی دے کر اور اس امتحان گاہ میں پاس کرکے پھر بھی پیچھا
نہیں چھوڑتا پھر ناکردہ گناہ بار بار مکتی خانہ سے باہر نکالتا ہے کیا کوئی ایسا دل ہے کہ ایسے سخت طبع
پرمیشر سے بیزار نہ ہو ۔ ایسی سختی وہ کیوں کرتا ہے شاید اس کا یہ سبب ہو کہ کوئی ایسا زمانہ بھی گذرا ہو
کہ روحوں نے بھی غالب آکر اس پر کوئی سختی کی ہو جس طرح اول اول راجہ راون راجہ رامچندر
پر غالب آگیا تھا اور رامچند کو اس سے بہت کچھ قابل شرم دکھ پہنچا تھا سو اسی طرح ممکن ہے کہ ایسا
ہی پرمیشر کو بھی کسی زمانہ میں روحوں سے بہت دلآزار دکھ پہنچا ہو سو آج وہ انہیں ظالم روحوں پر اپنی
کسریں نکال رہا ہے اور جس طرح رامچندر نے فتحیاب ہو کر لنکا کو جلا دیا تھا یہی ارادہ پرمیشر کا بھی ہندؤں
کے ساتھ معلوم ہوتا ہے کہ روز بروز انہیں غارت ہی کرتا جاتا ہے ۔ شاید مردے جلانے کی بھی یہی
اصلیت ہوگی کہ پرمیشر کا قہر اُن کے ظاہر و باطن پر بھڑکا ہوا ہے سو اُس نے مردوں میں بھی قہر کا نمونہ
رکھنا چاہا ۔ اسی وجہ سے ہر یک ہندو یقین دل سے جانتا ہے کہ مرنے کے بعد میری خیر نہیں ضرور
کسی جون میں پڑوں گا کیونکہ پرمیشر تو غفور و رحیم نہیں ۔ اور ایک گناہ کے بدلے لاکھوں جونوں
کی سزا تیار اور گناہ سے تو کوئی فرد بشر خالی نہیں کیونکہ ایک دم غافل رہنا بھی گناہ ہے ۔

اب اس تقریر سے یہ بھی ظاہر ہے کہ خدا تعالے کو ماننے کے ساتھ اس کا خالق اور رحیم اور کریم
ماننا لازم ملزوم پڑا ہوا ہے پس اس سے عمدہ تر خدا تعالے کی عام خالقیت پر اور کیا دلیل ہوگی
کہ وہ خدا ہی اسی حالت میں رہ سکتا ہے کہ جب اس کو تمام عالم کا خالق مانا جائے ورنہ نہیں ۔ پھر
ایک دوسری دلیل یہ بھی ہے کہ اگر ہم اس کو تمام عالم کا خالق نہ مانیں بلکہ جزوی طور پر صرف خود
بخود موجود چیزوں کو جوڑنے جاڑنے والا سمجھ لیں تو اس کے وجود پر کوئی دلیل قایم نہیں ہوسکتی
کیونکہ جب اصل وجود اشیاء کا جو ہزاروں صنعتوں سے بھرا ہوا ہے خود بخود ٹھہرا تو پھر اس پر کیا
دلیل ہے کہ ان کے جوڑنے جاڑنے کے لئے پرمیشر کی حاجت ہے یہ سارا بیان رسالہ سرمہ چشم آریہ
میں بہ بسط تمام مندرج ہے ۔

دوسری دلیل روحوں کے غیر مخلوق ہونے پر اس عقلمند نے یہ لکھی ہے کہ جب کہ روحوں پر
عدم نہیں تو حدوث بھی لازم نہیں ہوتا لیکن یہ بھی دعوےٰ ہے جس پر کوئی دلیل نہیں اس قدر تو سچ ہے
کہ آریوں کے نزدیک تمام روحیں یہاں تک کہ وہ کیڑے جو نجاست میں پڑ جاتے ہیں جیسے جوئیں اور پسو
اور کھٹمل اور دیمک وغیرہ سب لازوال روحیں ہیں جو کبھی معدوم نہیں ہوسکتیں ۔ لیکن محقق فلاسفر یہ

نے اس کو قبول نہیں کیا اور حکیم ارسطا طالیس نے بڑی تحقیق سے اس بات کو ثابت کیا ہے کہ قادر
مطلق نے صرف انسانی روح کو ایسا بنایا ہے کہ وہ باقی رہے گی دوسری تمام روحیں نابود ہو جائینگی
بلکہ حکیموں کے نزدیک بعض روحیں ایسی ہیں جن کا طرفۃ العین میں حدوث و فنا کا وقت گذر جاتا ہے
افلاطون نے ایسا خیال کیا تھا کہ سب روحیں انسانی روح کی مانند قابل بقا ہیں۔ مگر ارسطو وغیرہ
حکیموں پر جو اس کے بعد تھے یہ غلطی کھل گئی۔ جیسا کہ اب تک یہ دستور دیکھا جاتا ہے کہ متقدمین
کی غلطیوں کی اصلاح کرنے والے متاخرین ہی ہوتے ہیں حکما جدید یورپ جنہوں نے نظام
فیثاغورسی کے مطابق ہیئت کی تصحیح کی اور نظام بطلیموسی کی غلطیاں نکالیں اور عجیب عجیب تحقیقاتیں
علم طبعی میں کیں انہوں نے بھی افلاطون کو اس خیال میں جھوٹا سمجھا کہ تمام ارواح ازلی و ابدی ہیں
بلکہ **بیکن** وغیرہ حکما اس بات کے قائل ہیں کہ کوئی روح ازلی نہیں اور تمام روحوں میں سے صرف
انسانی روح دائمی بقا کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ نہ دوسری حیوانات کی روحیں۔ غرض افلاطون
کی رائے کو جمہور حکما نے رد کر دیا۔ اور افلاطون نے اور بھی کئی فاش غلطیاں کی تھیں۔ جیسے
**مثلی افلاطون** کا مسئلہ جس کی وجہ سے بہت سی تشنیع اور لعنت ملامت اب تک اس کو
ہوتی رہی ہے۔ اور حکما میں سے ایک گروہ جو دہریہ اور خدا تعالے کا منکر ہے جن کا فرقہ آج کل
یورپ میں کثرت سے پھیلتا جاتا ہے۔ وہ انسان کی روح کو بھی بعد مفارقت بدن معدوم خیال
کرتے ہیں۔ اور آریہ اس بات سے بھی واقف ہیں کہ ان کی قوم میں وہ فرقہ جو سب سے بڑھ کر ویدوں
پر چلنے کا دعوے کرتا ہے اور قریباً تمام ہندو اسی فرقہ کے پیرو نظر آتے ہیں جس کو ویدانتی کہتے
ہیں۔ اس فرقہ کا یہی مذہب ہے۔ کہ ہریک روح پرمیشر سے ہی نکلا اور اس کے وجود کا ٹکڑہ ہے اور
پھر پرمیشر میں ہی گم اور معدوم ہو جاتا ہے جیسے ایک قطرہ دریا میں گر کر*۔ اب اگرچہ آریوں کو بباعث
مخالفت اصول تناسخ اور بربادی بنیاد اواگون اور دوسری قباحتوں کے خیال سے اس ویدانتی
مذہب کا تسلیم کرنا مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ مگر تاہم وہ خوب جانتے ہیں کہ ویدانتیوں کے نزدیک

ویدانت کا عقیدہ روح کے متعلق

**فٹ نوٹ***۔ ہندوؤں کی اکثر معتبر کتابوں میں پایا جاتا ہے کہ ہریک روح پرمیشر سے نکلی اور پرمیشر میں ہی
نابود ہو جاتی ہے جیسا کہ ایک جگہ لکھا ہے کہ تمام جیو پرمیشر کے ہی نکلے ہیں اور انجام کار اسی میں محو ہو
جانے والے ہیں۔ دیکھو بھاگوت گیتا ادھیا ۱۳ سے ۵ تک پھر لکھا ہے کہ پرمیشر نے چاہا کہ ایک سے
اینک ہو جائے تب اس نے تپسیا کر کے ہر ایک چیز کو بنایا اور آپ جیو بن کر اس میں داخل ہوا وہ آپ
ہی خالق اور آپ ہی مخلوق ہے۔ وہی سچائی اور وہی جھوٹ ہے تیلتر ابرھمن صفحہ ۸۳ صفحہ

ناستک کا مذہب روح کے متعلق

روح کا ملین کا اپنے تشخص سے معدوم ہو کر پرمیشر کی جز تھا۔ بہر حال روح کے معدوم ہونے کے وہ بھی قائل ہوئے کیونکہ جو چیز اپنا تشخص چھوڑ دیتی ہے تو پھر اس کو موجود نہیں کہا جاتا ایسا ہی آریوں میں بعض ناستک مت والے بھی قدیم سے چلے آئے ہیں۔ جن کے اب تک شاستر بھی موجود ہیں۔ وہ بھی بالاتفاق یہی کہتے ہیں کہ موت کے ساتھ ہی روح معدوم ہو جاتی ہے اور کچھ نام و نشان باقی نہیں رہتا۔ اب اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ آریوں کا یہ اعتقاد کہ روح من حیث الذات اسی طرح واجب البقا ہے جس طرح خدا تعالے اور تمام مخلوق کی روح یہاں تک کہ وہ بے ثبات کیڑے جو ایک گندے پھل میں پڑ جاتے ہیں۔ سب پرمیشر کی طرح ازلاً وابداً واجب الوجود ہیں۔ یہ ایک محض دعوے ہے جس کو آج تک کسی دلیل سے ثابت نہیں کیا گیا مسلمان ہرگز ایسا نہیں مانتے کہ روح من حیث الذات واجب البقا ہے۔ اور نہ کسی حکیم نے بجز ایک شخص مردود القول کے کبھی ایسا خیال کیا ہے۔ اگر ہم لوگ ایسا مانتے تو ہمیں بھی آریوں کی طرح تسلیم کرنا پڑتا کہ تمام کیڑوں مکوڑوں کی روح ابدی ہیں۔ اور ہمیشہ رہنے والی ہیں لیکن نہ ہمارا اور نہ جمہور حکما کا یہ مذہب ہے۔ ہاں ہم یہ کہتے ہیں کہ کسی ذاتی وجوب سے خاص ربانی عطا نے انسانی روح کو تعبد ابدی کی مصلحت سے خلعت دائمی بقا کا بخشا ہے مگر یہ بقا حکمی ہے جو خاص انسان کے لئے تجویز کیا گیا۔ اگر وجوب ذاتی کے طور پر ہوتا تو کیڑوں مکوڑوں کی روح نے کیا گناہ کیا تھا جو اس وجوب سے مستثنیٰ رکھے گئے آخر وہ بھی تو روح ہی ہیں۔ جیسے انسان کی روح اب جب کہ اس تقریر سے ثابت و ظاہر ہو گیا کہ روح کا بحیثیت روح ہونے کے خدائے تعالےٰ کی طرح عموماً و کلیتہً واجب البقا ہونا یہ صرف آریوں کا دعوے ہے جس سے جمہوری رائے تمام حکماء متقدمین و متاخرین کی مخالفت رکھتی ہے۔ تو اس بے اصل و بے ثبوت دعوے کو بطور دلیل کے سمجھ لینا ایسی ہی عقل کا کام ہے جو لیکھرام کی کھوپڑی میں ہے۔

بالآخر ہم اس شخص کی کتاب تکذیب براہین احمدیہ کے دیکھنے والوں کو محض خیر خواہی کے راہ سے مطلع کرتے ہیں اور خداوند کریم واحد شاہد ہے کہ ہم سچ اور بالکل سچ کہتے ہیں کہ یہ شخص علم دینی وغیرہ علوم سے بالکل جاہل اور نہایت غبی الطبع اور نادان محض ہے ہاں گالیاں دینے اور بہتان لگانے اور گندہ بولنے میں چوہڑوں اور سانسیوں سے بھی بڑھ کر ہے پادریوں اور اندرمن اور کنہیا لال الکھ دہاری کے بے اصل اعتراضات جو اسلام پر اور قرآن شریف پر انہوں نے کئے ہیں

اور اپنی نادانی اور نابینائی کی وجہ سے ان باتوں کو محل اعتراض ٹھہرا لیا ہے، جو عین حکمت اور اسرار حکمت و معرفت سے بھرے ہوئے ہیں۔ وہی اعتراضات جو صدہا مرتبہ رد ہو چکے ہیں اردو رسالوں و اخباروں وغیرہ سے اس نے لے لئے ہیں اگر کوئی صاحب حیا ہو تو ایک ہی جواب پا کر اور اپنی صریح غلطی اور نادانی دیکھ کر پانی شرم کے مر جائے مگر اس طبیعت کے لوگ مرا بھی نہیں کرتے شرم اور حیا سے فراغت جو ہوئی ہم عنقریب آریوں کو دکھلائیں گے کہ ایسے شخص کا پیشرو بن بیٹھنا ان کے لئے کلنک کا ٹیکا ہے یا نہیں:۔

گر نباید بگوش رغبت کس
بر رسولاں بلاغ باشد و بس

## تمت رسالۂ شحنۂ حق بعون قادر مطلق از تصنیفات جناب حافظ کلام ربّانی محافظ الہام یزدانی جناب مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان دام فیوضہ

## تاریخ طبع مصنف

| | |
|---|---|
| آں صید تیرہ بخت کہ نیدی بپائی است | شپر مثال بغض خوری اختیار کرد |
| فرعوں شد و عناد کلیمی بدل نشاند | یکسر خزاں شد و گلہ از بہار کرد |
| چوں شحنۂ حق از پئے تعزیر او بخاست | چنداں بکوفتش کہ تنش چوں غبار کرد |

تاریخ ردّ آں ہذیانش چہ حاجت است
صیدی کبک بود کہ موسے شکار کرد

۱۳۰۴ - بالحاظ نیدی بپائی صید سے

# حاشیہ متعلق صفحہ ۳۶

ہمنے جو ایک چٹھی ایک لایق اور طالب حق انگریز کی اس کتاب کے صفحہ ۳۶ میں درج کی ہے اسی انگریز کی ایک دوسری چٹھی آج یکم اپریل ۱۸۸۷ء کو امریکہ سے پہنچی ہے جس میں اسقدر شوق اور اخلاص اور طلب حق کی بو آتی ہے کہ ہم اپنے تمام ہموطنوں کے ملاحظہ کیلئے کہ جو باوجود نزدیک ہونے کے بہت ہی دور ہیں اس چٹھی کا بجنسہٖ معہ ترجمہ درج کر دینا قرین مصلحت سمجھا اور ساتھ ہی وہ مختصر جواب جو ہمنے لکھا ہے ناظرین کی اطلاع کے لئے تحریر کیا گیا ہے اور وہ چٹھی معہ ترجمہ یہ ہے۔

**3021 EASTON AVENUE**

St. Louis Missouri, U. S. A.

*February 24th, 1887.*

Badu Mirza Gulam Ahmad,

*Esteemed Sir,*

I cannot adequately express to you my gratitude for the letter received from you under date of December 17. I had almost given up all hope of receiving a reply but the contents of the letter and circulars fully repaid me for the delay. I hardly know what to say in reply except that I am still very anxious to gain more of the truth than I have thus far found. After reading your circulars an idea occurred to me which I will present to you for your consideration knowing or rather feeling confident that you, who are so much more spiritual than I so much nearer to God will answer me in a way that will be for the best. Were it possible for me to visit India I would do so only to gladly. But I am so situated that it seems almost

۳۰۲۱۔ ایسٹن اوینیو

**سینٹ لوی مسوری یو ایس اے**

۲۴۔ فروری ۱۸۸۷ء

**مرزا غلام احمد صاحب**

**مخدومنا**

آپکی چٹھی مورخہ ۱۷۔ دسمبر میرے پاس پہنچی میں اسقدر شکر گذار اور مرہون منت ہوا کہ بیان نہیں کر سکتا جواب پہنچنے کی میں تمام امیدیں قطع کر چکا تھا لیکن اس آپ کی چٹھی اور اشتہار نے توقف کا پورا پورا عوض دے دیا۔ بسبب ہیچ مدانی اور کم فہمی کے میں صرف اسی جواب میں لکھ سکتا ہوں کہ ہمیشہ سے میرا یہی شوق اور یہی آرزو ہے کہ سچی حقیقتوں سے مجھے اور بھی زیادہ خبر ہو آپ کا اشتہار پڑھنے کے بعد میرے دل میں ایک خیال پیدا ہوا جسکو میں بغرض غور و تفکر حضور پیش کرونگا۔ نہ صرف معقولی طور سے بلکہ ایمانی جوش کی تحریک سے یقین کرتا ہوں کہ آپ جو روحانی ترقی

an impossibility. I am married anp have three children. For nearly two years I have been living a life of celibacy and shall continue to do so as long as I live. My income is not sufficient to justify me in giving up my business as it requires all that I can make to support my family, therefore, even if I had sufficient means to enable me to make the journey to India I would not be able to furnish support for my family during my absense. Therefore a visit to India being out of the question it occurred to me that I might through your aid assist in spreading the truth here. If, as you say the Muhammadanism is the only true religion why could I not act as its Apostle or promulgator in America. My opportunities for doing so seem to me very good if I bad some one to lead me aright at first. I have been led to believe that not only Muhammad but also Jesus, Gautam Budha, Zoroaster and many others taught the truth, that we should, however, worship God and not men. If I could know what Muhammad really taught that was superior to the techings of others, I could then be in a position to defend and promulgate the Muhammadan religion above all others. But the little

میں سب سے بڑھ کر اور خدا کے قریب تر ہیں مجھ کو
ایسی طرح سے جواب دیں گے جو کہ افضل و انسب ہو گر
میرے لئے ہندوستان میں پہنچنا ممکن ہوتا تو میں نہایت
خوشی سے پہنچتا لیکن میری ایسی حالت ہے کہ پہنچنا
محال معلوم ہوتا ہے - میری شادی ہو چکی ہے اور تین
بچہ ہیں قریب دو سال کے ہوئے میں نے گوشہ
نشینی اختیار کر رکھی ہے اور ایسا ہی بقیۃ العمر کرتا
رہوں گا میری آمدنی اس قدر نہیں کہ میں اپنے کام
سے بلا قباحت علیحدہ ہو سکوں کیونکہ اس آمدنی سے
میں بانتظام تمام اپنے عیال و اطفال کی پرورش کر
سکتا ہوں اس وجہ سے اگر میں ہندوستان میں پہنچنے
کیلئے کافی زاد راہ بہم پہنچا بھی سکوں تاہم یہ غیر ممکن ہی
معلوم ہوتا ہے کہ اپنے عیال کے لئے دوری کی حالت
میں کافی ذخیرہ مہیا کر سکوں اس واسطے ہندوستان
میں پہنچنا دور از قیاس دیکھ کر میرے دل میں خیال
پیدا ہوا کہ میں اسی جگہ (آپ کی اعانت سے) سچائی
پھیلانے میں کچھ خدمت کر سکتا ہوں - اگر جیسے کہ آپ
فرماتے ہیں دین اسلام ہی سچا دین ہے تو پھر کیا وجہ
کہ میں امریکہ میں تبلیغ و اشاعت کا کام نہ کر سکوں
بشرطیکہ کوئی مجھ کو رہبر مل جائے میں خیال کرتا ہوں
کہ مجھکو اس طرح کی اشاعت کے لئے معقول مواقعات
حاصل ہیں مجھ کو یقین ہوا ہے کہ نہ صرف محمد صاحب
نے بلکہ عیسیٰ و گوتم بدھ و ذوردسٹر اور بہت سے اور
لوگوں نے سچ کی تعلیم دی اور یہ بتلایا کہ ہم کو نہ انسان کی
بلکہ خدا کی عبادت اور پرستش کرنی لازم ہے اور اگر مجھ کو

یہ سمجھ آجاوے کہ جو محمد صاحب نے تعلیم دی ہے وہ
اوروں کی تعلیم سے افضل ہے اب میں اس قابل ہو جاونگا
کہ دین محمدی کی دیگر مذاہب سے بڑھکر حمایت اور اشاعت
کروں لیکن ان کی تعلیمات کا جو مجھ کو قدرے علم ہوا
ہے اسی قدر علم سے میں حمایت اور اشاعت کرنیکے
قابل نہیں ہوں۔ باشندگان امریکہ کی توجہ عام طور سے
مشرقی مذاہب کی طرف کھنچی ہوئی ہے اور تحقیقات مذہب
بدھ میں دیگر تمام مذاہب کی نسبت زیادہ مشغول ہیں میرے
قیاس کے موافق آج کل عام لوگوں کے خیالات ہمیشہ
کی نسبت قبولیت دین اسلام و مذہب بدھ کے لئے زیادہ
تر لائق و قابل ہو رہے ہیں۔ اور یہ ممکن معلوم ہوتا ہے کہ
آپ کے طفیل سے میرا یہ مذہب میرے ملک میں اشاعت
پا جاوے میں کامل یقین رکھتا ہوں کہ آپ شوق و ذوق
کے ساتھ مصروف ہیں میں کسی دلیل سے شبہ نہیں کر
سکتا کہ آپکو خدا نے بغرض اشاعت نور حقانیت
مشرف بالہام کیا ہے پس یہ میرے سرور حقیقی کا باعث
ہوگا کہ میں آپ کی تعلیم کی زیادہ قدر و منزلت کروں
اور آپ سے اور تعلیم بھی حاصل کروں خداوند تعالے
جو تمام دلوں کے بھیدوں سے واقف ہے جانتا
ہے کہ میں سچ کی تلاش کر رہا ہوں اور جب کبھی مل
جائے قبول کرنے کے لئے آمادہ و مشتاق ہوں
اگر آپ حقانیت کی مبارک روشنی کی طرف میری
رہنمائی کریں تو آپ دیکھیں گے کہ میں سرد جوش معتقد نہیں
بلکہ ایک گرم جوش طالب ہوں میں تین سال سے اس تلاش
میں ہوں اور بہت کچھ معلوم بھی کر چکا ہوں کہ خدا نے مجھ پر بافراط

I do know of His teachings is not sufficient for me to do effective work with. The attention of the American people is being quite generally attracted to the oriental religions but Buddhism seems to be foremost in their investigations. The public mind, I think is now more than ever fitted to receive Muhammadanism as well as Budhism and it may be that, through you it is to be introduced in my country. I am convinced that you are very much in earnest. I have no reason to doubt that you are inspired by God to spread the light of truth-therefore I would be happy to know more of your teachings and to hear further from you. God who can read all hearts, knows that I am seeking for the truth—that I am ready and eager to embrace it wherever I can find it. If you can lead me into its blessed light you will find me not only a willing pupil but an anxious one. I have been seeking now for three years and have found a great deal. God has blessed me abundantly and I want to do His work earnestly and faithfully. How to do it is what has moved me—how to do it so that the most good may be accomplished. I pray to Him that the way may be

انپر برکتیں نازل کیں اور میری یہ تمنا ہے کہ اسکے کام
کو بشوق بصدق تمامتر انجام دوں۔ ہاں یہ کشمکش پیدا
ہو رہی ہے کہ کسی طرح اس کام کو کروں۔ کیا کروں اور
کس طرح کروں کہ یہ کام اکمل طور سے پورا کر سکوں
اس کی جناب میں یہ دعا ہے کہ مجھکو راہ کی صاف
صاف رہنمائی ہو۔ اور گمراہی سے محفوظ رہوں اگر
آپ میری مدد کریں تو میں امید کرتا ہوں کہ آپ ایسا کر
دینگے ہیں آپ کی چٹھی کو حفاظت سے رکھوں گا اور اسکی
نہایت تکریم کرونگا۔ میں آپکے اشتہار کو امریکہ کے کسی
نامور اخبار میں چھپوا دوں گا اور ایک نسخہ اس اخبار کا
آپکے پاس بھی بھیجوں گا جس سے اسکی شہرت بہت
وسعت پا جائیگی اور وہ ایسے لوگوں کی نظروں میں گذریگا
جو اس طرح کے معاملات میں شوق اور توجہ ظاہر کرینگے
آیندہ کو کوئی اور حقیقت جو آپ عام طور سے مشتہر کرنا
چاہیں گے اور میرے پاس اسی غرض سے بھیجیں گے
تو یہ میری کمال خوشی اور سرور کا باعث ہوگا۔ اور اگر
آپ میری خدمتوں کو امریکہ میں امور حقانی کی اشاعت
کے قابل سمجھیں تو آپ کو ہر وقت مجھ سے ایسی خدمت
کرانے کا پورا پورا اختیار ہے بشرطیکہ مجھ تک آپکے
خیالات پہنچتے رہیں۔ اور میں ان کی حقانیت کا قایل
ہوتا رہوں۔ مجھ کو یہ تو بخوبی یقین ہو چکا ہے کہ محمدؐ
صاحب نے سچ پھیلایا اور راہ نجات کی ہدایت کی اور
جو شخص کہ اسکی تعلیمات کے پیرو ہیں ان کو ہمیشہ کے لئے
خوش اور مبارک زندگی حاصل ہوگی۔
مگر کیا عیسیٰ مسیح نے بھی سچا اور سیدھا راہ

pointed out clearly to me so that I may not go astray. If you can help me I hope that you will do so. I shall keep your letter and prize it highly. The circulars I will have printed in one of the leading American newspapers so that they will have a widespread circulation and I will send you a copy of the paper. They may reach the eyes of many who will become interested I shall be happy to receive from you at any time matter which you may have for general circulation and if you should see fit to use my services to further the aims of truth in the country they will be freely at your disposal provided, of course, that I am capable of receiving your ideas and that they convince me of their truth. I am already well satisfied that Muhammad taught the truth that he pointed out the way to salvation and that those who follow His teachings will attain to a condition of eternal bliss. But did not Jesus Christ also teach the way? Now suppose I should follow the way pointed out by Jesus, would not my salvation be as perfectly assured as if I followed Islam? I ask with a desire to know the truth and not to dispute or argue. I am seeking the truth—not to defend any theory.

I think I understand you to be a follower of the *esoteric* teachings of Muhammad and not what is known to the masses of the people as Muhammadanism; that you recognize the truths that underlie all religion and not their exoteric features which have been added by men. I too regret very much that I cannot understand your language nor you mine for I feel quite sured that you could tell me many things which I much desire to know. However I am impressed to believe that God will provide a way if I try to deserve His love. Bleassed be His holy name and I hope that I may hear from you again and that we may some day meet in spirit even if we cannot meet in the body. May the Peace of God be with you and with those who listen to your words. I pray that all your hopes and plans may be realized. With reverence and esteem I am.

Yours Respectfully,

ALEX R. WEBB,
St. LOUIS MISSOURI,

*3021 Easton Avenue.*

نہیں بتلایا؟ اور اگر میں ہدایت عیسیٰ کی متابعت کروں تو پھر کیا نجات کی ایسی یقینی طور سے امید نہیں کی جاسکتی جیسی کہ دین اسلام کی متابعت سے؟ میں سچ معلوم کرنے کی غرض سے سوال کر رہا ہوں نہ مباحثہ وجدال کی غرض سے میں حق کی تلاش کر رہا ہوں۔ میں کسی خاص دعویٰ کے اثبات کے لئے جدل کرنا نہیں چاہتا میں خیال کرتا ہوں اور سمجھتا ہوں کہ آپ محمدؐ صاحب کی فی الحقیقت ہدایات کے پیرو ہیں نہ ان عقاید کے جو عامہ خلایق دین محمدی سے مراد لیتے ہیں اور تمام مذاہب میں جو سچ سچ حقیقتیں موجود ہیں انکو مانتے ہیں نہ ان عقاید کو جو عام لوگ بعد میں اپنی طرف سے زیادہ کرتے ہیں مجھے بھی سخت افسوس ہے کہ میں آپکی زبان سمجھ نہیں سکتا ہوں نہ آپ میری زبان سمجھ سکتے ہیں ورنہ میں یقیناً کہتا ہوں کہ جو سبق میں آپ سے چاہتا تھا وہ ضرور آپ مجھے سکھاتے تاہم امید قوی رکھتا ہوں کہ اگر میں خدا کی محبت کے لایق ہونے کے طلب میں رہونگا تو بے شک وہ کوئی نہ کوئی ایسا طریق نکال دیگا۔ مبارک ہو اس کا پاک نام اب امیدوار ہوں کہ پھر آپ سے کچھ اور حال سنوں اور اگرچہ جسمانی ملاقات حاصل نہ ہوسکے تاہم روحانی ملاقات نصیب ہو۔

آپ پر اور آپکے کلمات سننے والوں
پر خدا کا فضل ہو دعا کرتا ہوں کہ تمام
آپ کی امیدیں اور تدبیریں پوری ہوں
زیادہ آداب و نیاز

آپکا نیازمند

الگزنڈر۔ آر ویب

سینٹ لوئی مسوری

۳۰۲۱۔ ایسٹن ایونیو

امریکہ

---

*Reply of the above said letter.*

DEAR SIR,

I received your letter, dated 24th of February 1887, which proved itself to be a great delight to my heart and a satisfaction to my anxieties The contents of the letter not only increased my love towards you that led me to the hope of a partial realization of the object which I have in view—for which I have dedicated the whole of my life, *viz.*, not to confine the spread of the light of truth to the oriental world but, as far as it lies in my power to further it in Europe, America, &c., where the attention of the people has not been sufficiently attracted towards a proper understanding of

یہ اس خط کی نقل ہے جو بجواب چٹھی مندرجہ بالا بھیجا گیا

صاحب من

آپ کی چٹھی جو دل کو خوش اور مطمئن کرنے والی تھی
مجھکو ملی جس کے پڑھنے سے نہ صرف زیادت محبت بلکہ
میری وہ مراد بھی جس کے لئے میں اپنی زندگی کو وقف سمجھتا
ہوں (یعنی یہ کہ میں حق کی تبلیغ انہیں مشرقی ممالک میں
محدود نہ رکھوں بلکہ جہاں تک میری طاقت ہے امریکہ اور
یورپ کے ملکوں میں بھی جنہوں نے اسلامی اصول کے
سمجھنے کے لئے اب تک پوری توجہ نہیں کی اس
پاک اور بے عیب ہدایت کو پھیلاؤں)
کسی قدر حاصل ہوتی نظر آتی ہے سو میں
شکرگذاری سے آپ کی درخواست کو قبول کرتا ہوں
اور مجھے اپنے خداوند قادر مطلق پر جو میرے ساتھ ہے

قوی امید ہے کہ وہ آپ کی پوری پوری تسلی کرنے کے لئے مجھے مدد دیگا میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ پانچ ماہ کے عرصہ تک ایک ایسا رسالہ جو قرآنی تعلیموں اور اصولوں کا آئینہ ہو تالیف کر کے اور پھر عمدہ ترجمہ انگریزی کراکر اور نیز چھپوا کر آپ کی خدمت میں بھیج دوں گا جس پر قوی امید ہے کہ آپ جیسے منصف اور زیرک اور پاک خیال کو اتفاق رائے کے لئے مجبور کریگا اور انشراح صدر اور قوت یقین اور ترقی معرفت کا موجب ہوگا۔ مگر شاید کم فرصتی سے یہ موجب پیش آجاوے کہ میں ایک ہی دفعہ ایسا رسالہ ارسال نہ کر سکوں تو پھر اس صورت میں دو یا تین دفعہ کر کے بھیجا جائیگا۔ اور پھر اسی رسالہ پر موقوف نہیں بلکہ آپ کی رغبت پانے سے جیسا کہ میں امید رکھتا ہوں اس خدمت کو تا بحیات اپنے ذمہ لے سکتا ہوں آپکے محبانہ کلمات مجھے یہ بشارت دیتے ہیں کہ میں جلد تر خوش خبری سنوں کہ آپ کی سعادت فطرتی سے حقانی ہدایت لینے کے لئے نہ صرف آپ کو بلکہ امریکہ کے بہت سے نیک دل لوگوں کو دعوت حق کی طرف کھینچ لیا ہے اب میں زیادہ آپ کو تصدیع دینا نہیں چاہتا اور اپنے اخلاص نامہ کو اس دعا پر ختم کرتا ہوں کہ الٰہ العالمین جانبین کو آفات ارضی و سماوی سے محفوظ رکھ کر

the teaching of Islam. Therefore I consider it an honour to comply with your request; and have a strong confidence in the Almighty Creater, Who is with me, that he will assist me in giving you a perfect and permanent satisfaction. I give you my word that in the course of about five months I will compile a work containing a short sketch of the teachings of the Alkoran, have it translated into English and printed and then send a copy of it to you. I strongly hope that it will bring full and final conviction to a justful, considerate and uncontaminated mind like yours, ennoble your soul endow you with a firm belief in God and improve your knowledge of Him. But perhaps it may be, that the various demands on my time may not allow me to spare a sufficient time for sending the whole work at once, in such a case I will send it to you in two or three batches. I will not end the communication of instruction to you by this treatise but will continue satisfying your thirst after the investigation of truth for the rest of my life. Your friendly words permit me to entertain the happy idea that I will in a short time have the intelligence that the instinctive moral greatness has direc-

ان ہماری مرادوں کو انجام تک پہنچا دے کہ سب طاقت اور قوت اسی کو ہے آمین

---

آپ کا دلی محب اور خیر خواہ

غلام احمد از قادیان

ضلع گورداسپور
ملک پنجاب

۱۴ اپریل ۱۸۸۶ء

ted not only to you but to many other virtuous men of America to the right way of salvation pointed out by Islam. Here I end my letter of earnestness and sincerety. May God you and I be kept secure from all earthly and heavenly misfortunes and have all our hopes and plans realized.

Yonrsly sicorely

DIRZA GULAM AHMAM,

*Chief of Qadian,*

*Gurdaspur, District, Punjab*

*in India.*